زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ
کمپیوٹر ایڈیشن
فتاویٰ رحیمیہ
افادات
حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت
دارالاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

فتاوی رحیمیہ

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد دوم

کتاب السنّة و البدعة

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 248 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم

کتاب العقائد

مایتعلق بکلمات الکفر

مضمون	صفحہ

ما یتعلق بکلمات الکفر

مکالمہ میں کفریہ کلمات بولنا کیسا ہے؟

(سوال ۱) جلسوں میں مکالمے کئے جاتے ہیں، دو بچوں میں سے ایک بچہ خود کو کافر ظاہر کرتا ہے، لباس بھی ایسا ہی (ہیٹ۔ سوٹ وغیرہ) پہنتا ہے، البتہ عقیدہ ایسا نہیں ہوتا، اجلاس میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے یا تعلیم کی غرض سے یہ کیا جاتا ہے، کافر بننے والا لڑکا کہتا ہے کہ میں خدا کا منکر ہوں، خدا کا اقرار حماقت ہے وغیرہ وغیرہ کفریہ کلمات کہتا ہے، جواب دینے والا بچہ اس کو ''اے کافر بچہ'' ''مردود'' وغیرہ کہتا ہے، تو ایسے مکالمہ میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

(الجواب) ضرورۃً کسی منکر خدا اور مخالف اسلام کا کفریہ کلمہ اور عقیدہ نقل کیا جا سکتا ہے کہ فلاں یوں کہتا ہے اور فلاں کا عقیدہ یہ ہے اور حکم بیان کرنے کی غرض سے کہا جا سکتا ہے کہ یوں کہنا کفر ہے اور یوں کہنا کفر نہیں ہے، اسی طرح حالت اکراہ اور سخت ترین حالت خوف میں دل سے ایمان پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے کلمات کفر بولنے کی اجازت ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالا یمان** (سورۃ النحل) اس کے علاوہ علیٰ سبیل الاختیار ہنسی مذاق میں یا تعلیمی مقصد سے بے تحاشا زبان سے کلمات کفر بولنا اور محض ڈھونگ کے لئے کافرانہ اور فاسقانہ لباس پہننا، خود کو غیر مسلم بتلانا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، اگرچہ عقیدہ ایسا نہ ہونا جائز اور حرام ہے، (۱) بعض صورتوں میں اندیشۂ کفر بھی ہے ''مالا بد منہ'' میں ہے ''اگر کسے کلمۂ کفر عمداً گفت لیکن اعتقاد بکفر نہ کرو بعضے علماء گفتہ اند کہ کافر نہ شود کہ کفر از اعتقاد تعلق دارد و بعضے گفتہ اند کہ کافر شود کہ رضاست بکفر (ص ۱۴۵) اور مجموعہ فتاویٰ میں ہے ''کلمۂ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاد اس پر نہ ہو کفر ہے (ج ۲ ص ۳۶۰ کتاب الایمان)۔

اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ سے پوچھا گیا کہ ''حضرت ہمارا عقیدہ فلسفی مسائل پر نہیں ہے صرف زبان ہی سے ان کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ حضرت نے فرمایا اول تو زبان سے کفر و شرک کا نکالنا اور ان کو دلائل سے ثابت کرنا، اس کے اعتراضات کو دفع کرنا خود دلیل عقیدہ کی ہے اور اگر بالفرض عقیدہ نہ ہو تب بھی حرام اور موجب غضب خداوندی ہے مثلاً کوئی شخص تم کو گدھا سور کہے یا کوئی مغلظ گالی دے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص عقیدہ نہیں رکھتا کہ تم گدھے سور یا ایسے ہو جیسا وہ گالی میں تمہیں بتلا رہا ہے، صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے مگر بتلاؤ تو سہی تمہیں اس پر غصہ آئے گا یا نہیں؟ ضرور آئے گا۔ پس ایسے ہی سمجھو کہ کلمات کفر و شرک ضرور موجب غضب خداوندی

---

(۱) میں خدا کا منکر ہوں خدا کا اقرار حماقت ہے، جیسے جملے ادا کرنے سے کفر لازم آجاتا ہے انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اگرچہ حقیقتاً وہ خدا کا منکر نہ ہو، وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخلاف فھو ککفر العناد قال فی الشامیۃ تحت قولہ من ھزل بلفظ کفر ای تکلم بہ با ختیارہ غیر قاصد معناہ وھذا لا ینا فی ما مر من ان الا یمان ھو التصدیق فقط أو مع الا قرار لأن التصدیق وان کان موجوداً حقیقۃ لکنہ زائل حکما لأن الشارع جعل بعض المعاصی امارۃ علی عدم وجودہ کا لھزل المذکور وکما لو سجد لصنم او وضع مصحفاً فی قاذورۃ فانہ یکفر وان کان مصدقاً لأن ذلک فی حکم التکذیب کما افادہ' فی شرح العقائد واشار الی ذلک بقولہ للاستخفاف فان فعل ذلک استخفاف و استھانۃ بالدین فھو امارۃ عدم التصدیق الخ فتاویٰ شامی باب المرتد ج. ۳ ص ۲۲۲.
رہا مسئلہ بچے اور بالغ کا تو بالغ عاقل اگر مذکورہ الفاظ اداء کردے تو کافر ہو جائے گا اگر بچہ مراہق ہو یعنی قریب البلوغ ہو یا بالغ ہو تو مذکورہ الفاظ کی ادا کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

ہوں گے کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات، حیادار سے حیادار مسلمان سے بھی زیادہ غیور ہے۔(تذکرۃ الرشید ج ا ص ۹۴)

مطلب کہ مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے، لائق ترک ہے، تعلیم و اصلاح اس پر موقوف نہیں ہے اس کے جائز طریقے بہت سے ہیں، مسلمان کو کافر بچہ کہنا جائز نہیں "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے **امرأة قالت لولدها** (اے مغ بچہ) اَو (اے کافر بچہ) اَو (اے جہود بچہ) **قال اکثر العلماء لا یکون ھذا کفرا وقال بعضھم یکون کفراً** (ج ۴ ص ۸۸۵) **فقط واللہ اعلم بالصواب باب مایکون کفراً من المسلم وما لا یکون (فصل) ومن الفاظ الکفر بالفارسیة.**

مسلمانوں سے غیر مسلم اچھے ہیں یہ کہنا کیسا ہے

(سوال ۲) مسلمان کبھی کہدیا کرتے ہیں مسلمانوں سے غیر مسلم اچھے ہیں ایسا کہنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسا کہنے سے مسلمانوں کو احتراز کرنا ضروری ہے کہ اندیشہ کفر ہے نصاب الاحتساب میں ہے **معلم صبیان قال الیھود خیر من المسلمین بکثیر فانھم یقضون حقوق معلم صبیانھم یکفر من سیرة الذخیرة فی کلمات الکفر** یعنی سیرۃ ذخیرہ میں کلمات کفر کے باب میں مذکور ہے کہ لڑکوں کے استاذ کو یہ بات کہنی نہ چاہئے کہ مسلمان سے یہود بہت اچھے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کے معلمین کا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں اسلئے کہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔(نصاب الاحتساب ص:۲۷ باب:۳۳ قلمی)۔

"میں ہندو دھرم اختیار کرلوں گی اور اپنے بچے کو بھی ہندو بنالوں گی" ایسا بولنے والی عورت کے لئے کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳) ایک عورت نے شوہر سے جھگڑتے وقت یہ الفاظ کہے "میں شوہر کے گھر پر نہیں رہوں گی اور ہندو دھرم اختیار کرلوں گی اور اپنے بچہ کو بھی ہندو بنالوں گی۔"

(الجواب) سوال میں جو الفاظ لکھے ہیں مسلمان کو اس قسم کے الفاظ ہرگز نہ بولنے چاہئے، بہت خطرناک الفاظ ہیں، عورت کا مقصد دھمکی دینا ہوگا مگر پھر بھی اس میں رضا بالکفر کا شائبہ ہوتا ہے، اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے بلکہ اس قسم کے خیالات سے بھی بچنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے اور اس قسم کے گندے خیالات سے محفوظ رکھے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت بلا استحقاق محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہے ہر لمحہ اس نعمت اور دولت کا دل و جان سے شکر ادا کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے رہنا چاہئے کہ ایمان و اسلام پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں، اس کے بجائے زبان پر سوال میں درج شدہ الفاظ لانا بہت بڑی ناشکری اور اس نعمت عظیم کی ناقدری ہے، لہذا صورت مسئولہ میں عورت پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار اور آئندہ اس قسم کے الفاظ زبان پر نہ لانے کا عزم کرے اور کبھی بھی اس قسم کے الفاظ زبان پر نہ لائے اور احتیاطاً

تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: والرضاء بالکفر کفر سواء کان بکفر نفسہ اوبکفر غیرہ (ص ۱۸۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

''نماز تو گدھے بھی پڑھتے ہیں اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتے'' کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴) ایک مسلمان نے نماز کی توہین کرتے ہوئے یوں کہا کہ ''نماز تو گدھے بھی پڑھتے ہیں اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتے'' اس طرح نماز جیسی فرض عین عبادت کے بارے میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے والا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) الفاظ مذکورہ سے ظاہراً نماز اور نمازیوں کی توہین لازم آتی ہے، لیکن اس کی تاویل ممکن ہے، بولنے والے کا مقصد یہ ہوگا کہ نماز تو اصل دین ہے لیکن عقیدہ کی درستگی مقدم ہے، اگر عقیدہ فاسد ہو تو نماز نجات کے لئے کافی نہیں اس لئے اس کہنے والے کو اسلام سے خارج نہیں کہا جا سکتا...... ہاں اگر یہ شخص نماز نہ پڑھتا ہو اور نماز پڑھنے کو ضروری نہ جانتا ہو اس لئے نماز کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہوں تو بیشک اسلام سے خارج ہو جائے گا اور توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مایتعلق بتکفیر المسلم

اہل بدعت کی کفربازی کا تسلی بخش جواب

(سوال ۵) ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا خلیل احمد انبھٹویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، وغیرہم علماء کرام کو بعض نام نہاد مولوی کافر، مرتد، بے ایمان، بدعقیدہ، جہنمی اور لعنتی وغیرہ کہتے ہیں اور ایسا کہنے اور ان پر لعنت کرنے کی لوگوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جوان کو کافر نہ مانے اور برا نہ سمجھے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس کے متعلق قران وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اہل حق کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش اور اس کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی ناجائز حرکت کوئی نئی چیز نہیں ہے، ہمیشہ سے اہل باطل اور نفس پرستوں کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو گمراہ کہا گیا اور سنگسار کرنے کو کہا، حضرت ہود علیہ السلام کو احمق اور جھوٹا کہا گیا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے رفقا کو منحوس ٹھہرایا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دی گئی، حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا گیا کہ ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ ورنہ تمہیں اور تمہارے رفقاء کو شہر بدر کردیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجرم ٹھہرا کر نذر آتش کیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شعبدہ باز اور دیوانہ بتایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا بتا کر واجب القتل قرار دیا گیا، ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت تراشی گئی اور ان کے حواریوں کو منحوس کہہ کر سنگساری کی دھمکی دی گئی، حضرت زکریا علیہ السلام کو دیوانہ اور جھوٹا کہا گیا اور بے حد تکالیف پہنچائی گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جتنی ایذائیں پہنچائی گئیں اتنی کسی نبی کو نہیں پہنچائی گئیں۔

علماء ربانی چونکہ انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں، لہذا ضروری تھا کہ ان کو بھی ان باقیات صالحات میں سے کچھ حصہ ملتا، آپ کا فرمان ہے (ﷺ) کہ سب سے زیادہ سخت ابتلاء انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے کہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں، پھر درجہ بدرجہ جو افضل ہوتے ہیں وہ زیادہ آزمائے جاتے ہیں، (۱) چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روافض نے اہل بیت کا دشمن بتا کر کافر ٹھہرایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خوارج نے کافر ٹھہرایا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر نفس پرستوں نے قرآن مجید کی غلط تفسیر کرنے کا بہتان تراشا۔

حضرت امام زین العابدینؒ کے متعلق کہا گیا کہ وہ بت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو مکار اور منافق کہا گیا، حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو منکر تقدیر کہا گیا، حضرت امام اعظمؒ کو گمراہ، امت کا دشمن اور امت کا شیطان کہا گیا (معاذ اللہ) اور ان کے قتل کو ۷۰ جہاد سے افضل بتلایا گیا (حقیقۃ الفقہ ج۲ص ۲۲۵ سلسلہ اشاعت علوم حیدرآباد دکن)

حضرت امام مالکؒ نفس پرستوں کے ظلم کی وجہ سے طویل عرصہ (پچیس ۲۵ برس) تک جماعت اور نماز جمعہ کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکے، انتہا یہ کہ ان کو سختی سے زدوکوب کیا گیا، حضرت امام شافعیؒ کو اضر من ابلیس

---

(۱) اشد الناس بلاء الا بنیآء ثم الا مثل فالا مثل.

(شیطان سے زیادہ نقصان دہ) کا خطاب دیا گیا اور ایسی تہمت لگائی گئی کہ لوگ لعنت کرتے اور گالیاں دیتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ پر حق بات کہنے کی پاداش میں قید خانہ میں روزانہ اس قدر کوڑے برسائے جاتے کہ بے ہوش ہو جاتے تھے ساتھ ساتھ لوگ طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے تھے، حضرت ذوالنون مصریؒ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر مصر سے نکال دیا گیا تھا، حضرت محمد بلخیؒ کے گلے میں رسی ڈال کر شہر سے نکال دیا گیا، حضرت امام نسائیؒ بدعتیوں کے ہاتھوں خانۂ خدا میں شہید ہوئے، حضرت بایزید بسطامیؒ کے اقوال اور احوال کو خلاف شرع بتلایا گیا، حضرت امام غزالیؒ کی کتابوں کو جلاڈالنا فرض اور آپ پر لعنت برسانا کار ثواب بتلایا گیا، حضرت امام ابوبکر نابلوسی کی کھال کھینچی گئی، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت تاج الدین سبکیؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شبلی رحمہ اللہ پر کفر کے فتویٰ لگائے گئے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کو گناہ ٹھہرایا گیا حضرت شیخ محی الدین عربیؒ کے متعلق کہا گیا کہ **کفرہ اشد من کفر الیہود الخ** (ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے زیادہ سنگین ہے) اہل سنت کے امام حضرت ابوالحسن اشعریؒ کو صریح الفاظ میں کافر اور ملحد کہا گیا، حضرت شاہ ولی اللہ نفس پرستوں کے ظلم سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، [1] اس سلسلہ کی ایک کڑی چودھویں صدی کے بدعتی ہیں جو مبلغین توحید اور متبعین سنت، صحیح العقیدہ مشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ علمائے ربانی کو اپنے پیٹ کے لئے کافر اور ملحد ٹھہراتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

مذکورہ بزرگ توحید، رسالت، حشر و نشر، جنت و دوزخ، ختم نبوت وغیرہ ضروریات دین پر بفضلہٖ تعالیٰ ایمان رکھتے تھے، اور اہل سنت والجماعت کے تھے، اصول اور اعتقادیات میں حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ سے متبع تھے اور فروعات میں امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد تھے چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، سلسلہ سے نسبت رکھتے تھے، باکمال اور صاحب کرامت، متبع سنت، حقیقی عاشق رسول بزرگ تھے، ان کے فتاویٰ اور ان کی کتابیں اور مریدین کے اعمال اس کے شاہد ہیں، ہزاروں علمائے کاملین اور مسلمان ان کے مرید تھے۔ ہند و بیرون ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہبر سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وفات پانے والے کو نیک اور پرہیزگار آدمی بھلائی سے یاد کریں اور اس کے ایمان کی شہادت دیں، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ [2]

فاثنوا علیہا خیراً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجبت فقال عمر بن الخطاب ماوجبت قال ہذا اثنیتم علیہ خیرا فوجبت لہ الجنۃ وہذا اثنیتم علیہ شرا فوجبت لہ النار انتم شہداء اللہ فی الارض (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۲ پارہ ۵ باب ثناء الناس علی المیت)

یہ حضرات فی الحقیقت اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث، نائبین رسول اور "الشیخ فی قومہ کالنبی

---

(۱) دشمنوں اور مخالفوں کے ظالمانہ اقدامات نے ہی آپ کو مجبور کیا تھا کہ آپ حجاز مقدس تشریف لے جائیں جہاں آپ پر اللہ تعالیٰ نے اسرار و معارف اور علوم نبوت کے دروازے کھول دیئے اور آپ کے سینہ کو گنجینہ حقائق بنا دیا گیا۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** (سیف یمانی مولانا منظور نعمانی حصہ اول) اور (حقیقۃ الفقہ حصہ اول سلسلہ اشاعۃ علوم حیدر آباد دکن وغیرہ)

(۲) یعنی اس کے دل گواہی دیں کہ یہ صاحب ایمان تھا اور اسی دل کی شہادت اور سچے جذبہ کے ساتھ ان کی زبان پر اس کے متعلق تعریف کے الفاظ آئیں کہ دائمی سچا مسلمان تھا۔

نی امتی" کے صحیح مصداق تھے،ان کی پوری زندگی " قال الله " اور " قال الرسول "تبلیغ اسلام اور دین متین کی خدمت میں گزری اور ان کے فتاویٰ کی روشنائی ازروئے حدیث شہداء کے خون سے زیادہ وزن اور وقعت رکھتی ہے،ایسے جلیل القدر بزرگوں کو کافر جہنمی (اور معاذ اللہ) لعنتی سمجھنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کسی کو کافر کہے اور واقع میں اس میں کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والے کی طرف کفر لوٹتا ہے یعنی وہ کافر ہو جاتا ہے" لا یرمی رجل رجلا بالفسق و الکفر الا ردت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک رواه البخاری (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان من الغیبة و الشتم) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کلام تمہارے بھائی کی زبان سے نکلے تو جب تک اس کا مطلب اچھا نکل سکتا ہے اس وقت تک اس کو باطل پر محمول کرنے کی کوشش نہ کرو۔(درمنثور)

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو اگر اس میں ننانوے ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال کفر کی نفی کرتا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اس کفر کی نفی کرنے والے احتمال پر عمل کرے اور کفر کا فتوی نہ دے۔وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفر و احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی و القاضی ان یعمل بالا حتمال الثانی (شرح فقه اکبر لأ بی المنتهی ص ۱۹۹)

مذکورہ بزرگوں نے اپنی زندگی میں زبانی اور تحریری طور پر بار بار اعلان کیا ہے کہ اہل بدعت جو عقائد ہماری طرف منسوب کرتے ہیں وہ ہمارے عقائد نہیں ہیں ہم ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے ان بزرگوں کے ارشادات جو صحیح حوالوں کے ساتھ نقل کئے جارہے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا گنگوہیؒ (ایک سوال کے جواب میں)

(سوال)"سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

(الجواب) ذات پاک تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ اس کو متصف بصفت کذب (جھوٹ) کیا جائے،معاذ اللہ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب (جھوٹ) نہیں ہے قال الله تعالیٰ و من اصدق من الله قیلاً جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب (جھوٹ) بولتا ہے،وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں"(فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۸)

(۲) حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ:

"امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے،اپنا دین و ایمان ہے،بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔(مناظرۂ عجیبہ ص ۱۰۳)

(۳) حضرت مولانا خلیل احمد انبھیٹوی صاحب رحمہ اللہ:

''میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں، جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ سے علم میں زیادہ کہے۔ (اصحاب المدرار ص ۹۴ تصنیف مولانا مرتضیٰ حسن)

(۴) حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ کی وضاحت ''حفظ الایمان'' کی عبارت کے متعلق:

''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔''

''جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کرے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔'' (بسط البنان ص ۱۰)

پھر بھی اہل بدعت پیٹ کی خاطر یہی کہتے پھرتے ہیں کہ نہیں نہیں ان لوگوں کا یہی عقیدہ تھا اور ان کی تحریروں کا یہی مطلب ہوتا ہے، اس لئے کافر ہیں اور ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر!!

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے میدان جنگ میں ایک کافر پر حملہ کر دیا، اس نے فوراً ہی '' لا الہ الا اللہ '' پڑھ دیا مگر حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا، جب آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ '' لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟ جواب دیا حضور! اس نے فلاں فلاں کو قتل کیا تھا اور جب میں نے حملہ کیا تو ڈر کر جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھ لیا، صدق دل سے نہیں پڑھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ صدق دل سے پڑھا ہے یا خوف سے؟ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جب کہ اس کی طرف سے کلمۂ توحید مدعی بن کر آئے گا اس وقت تم کیا جواب دو گے؟ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے، تو جواب میں بھی آپؐ بار بار یہی فرماتے رہے، حضرت اسامہؓ کہتے تھے کہ میں نے بار بار حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر تمنا کی کہ کاش! میں آج ہی اسلام لایا ہوتا کہ میرا پہلا اسلام اس گناہ کو محو کر دیتا (بخاری و مسلم ج ۱ ص ۶۸ مسلم شریف باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ ج ۱ ص ۶۷ بخاری باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحُرَقات من جھینۃ ج ۲ ص ۶۱۲)

اس واقعہ سے بدعتیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے اور مسلمانوں کو کافر، مرتد بنانے کی ناپاک کوشش سے باز آ جانا چاہئے۔

سب و شتم کی عادت منافق کی علامت ہے۔ اور بدگوئی، تبرا بازی روافض کا طریقہ ہے اور مذہبی پیشواؤں کو ایذا رسانی اور قتل کرنا یہود کی سنت ہے، اسلامی طریقہ نہیں ہے، بدعتی اسلامی تعلیم سے علانیۂ خلاف ورزی کر رہے ہیں جس کی شہادت روایات حدیث وقتاً دے رہی ہیں۔ بنی اسرائیل نے ۴۳ نبیوں کو دن کے ابتدائی حصہ میں قتل کر دیا اور اسی دن کے انتہائی حصہ میں ۱۱۲ عابدوں کو قتل کر دیا تھا۔

''فتاویٰ حدیثیہ'' میں ہے کہ مسلم اور غیر مسلم (جس کے متعلق علم نہ ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے) اس پر لعنت بھیجنا ممنوع ہے۔

لان لعن المسلم حرام بل لعن الکافر الغیر الحربی کذلک واما لعن شخص بعینه فان کان حیا لم یجز مطلقا الا ان علم انه یموت علی الکفر کا بلیس وذلک کمن لم یعلم موته علی الکفرو ان کان کافراً فی الحال الخ .(فتاویٰ حدیثیة لا بن حجر هیثمی مکی ص ۲۳۱)

اس لئے حجاج اور یزید کے متعلق بھی محققین کی رائے اور معتبر مذہب یہی ہے کہ خاموش رہنا اولیٰ ہے، لعنت کی اجازت نہیں دی۔

ایک مرتبہ بلال بن ابی بردہ کا ذکر چھڑا تو لوگ لعنت ملامت کرنے لگے ابن عون خاموش رہے پوچھا گیا کہ تم کیوں برائی نہیں کرتے؟ فرمایا کہ قیامت کے روز نامۂ اعمال میں دو باتیں ہوں گی ایک " لاالــه الا الله" اور دوسری یہ کہ "فلاں فلاں پر لعنت بھیجی" مجھے یہی پسند ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں کلمہ لا الــه الا الله ملے یہ نہ ہو کہ "فلاں فلاں پر خدا کی لعنت"

قال مکی بن ابراهیم کنا عند ابن عون فذکروا بلال بن ابی بردة فجعلوا یلعنونه ویقعون فیه وابن عون ساکت فقالوا یا ابن عون انما تذکره لما ارتکب منک فقال انما هما کلمتان تخرجان من صحیفتی یوم القیامة لا اله الا الله ولعن الله فلاناً فلانٌ یخرج من صحیفتی لا اله الا الله احب الیٰ من ان یخرج منها لعن الله فلانا " (احیاء العلوم ج۳ ص ۱۲۲)

حضرت رابعہ بصریہ ؒ کبھی شیطان کو بھی برا نہیں کہتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ جتنا وقت اس مہمل کام میں صرف کیا جائے اتنا وقت اگر محبوب کے ذکر میں مشغول رہے تو کتنا نفع ہو۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی تم میں سے وفات پائے تو اسے چھوڑ دو اور اس کی غیبت نہ کرو اذا مات صاحبکم (احدکم) فدعوہ ولا تقعوا فیه (ابوداؤد شریف ج۲ص۳۲۳) اور فرمایا کہ اپنے مردوں کے اچھے اوصاف کا تذکرہ کرو اور ان کی برائیوں سے زبان کو محفوظ رکھو اذ کروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم (ابوداؤد شریف ج۲ص۳۲۳، ترمذی شریف ذیلی باب، باب ماجاء فی قتلی احد الخ ج۱ص۱۲۱، ترغیب ترہیب ج۶ص۱۴۴) اور فرمایا کہ جو لوگ وفات پا چکے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کیونکہ جو انہوں نے آگے بھیج دیا تھا وہ ان کو مل گیا ۔لا تسبوا لا موات فانهم قد افضوا الی ما قدموا (بخاری شریف ج۱ص۱۸۷ باب ما ینهی من سب الاموات، شامی، احیاء العلوم وغیرہ)

احیاء العلوم میں روایت ہے کہ مردوں کو نیکی سے یاد کرو اس لئے کہ اگر وہ جنتی ہیں تو ان کی برائی کرنے کی وجہ سے تم گنہگار ٹھہروگے اور اگر وہ جہنمی ہیں تو ان کے لئے یہی برائی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کو سب وشتم نہ کرو کہ جس سے زندوں کو ایذاء پہونچاؤ۔ لا تسبوا الأموات فتؤ ذوابه الأحیاء (احیاء العلوم ج۳ص۱۲۲ کتاب آفات اللسان ا لآفة الثامنة اللّعن) (مردہ کی برائی کرنے سے اس کے زندہ متعلقین کو تکلیف پہنچتی ہے)

ایک آدمی ہر وقت " تبت یدا ابی لہب " کی [illegible] پڑھا کرتا تھا، ابولہب اگرچہ کافر تھا مگر حضور ﷺ کا چچا تھا، سورہ تبت میں اس کی برائی ہے، آنحضرت ﷺ کو اس آدمی کا ہر وقت یہ سورت پڑھنا اور ابولہب کا عیب زبان پہ لانا برا معلوم ہوا، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا " تجھے اس سورت کے علاوہ اور کوئی سورت یاد نہیں ہے؟

جنگ بدر میں جو مشرکین قتل کئے گئے تھے ان کو بھی سب وشتم کرنا ممنوع ہے۔ آپ کا فرمان ہے (ﷺ) کہ ان کو سب وشتم نہ کرو اس لئے کہ جو کچھ تم انہیں کہتے ہو، وہ ان کو نہیں پہنچتا، اور زندوں کو اس سے ایذا ہوتی ہے، خبردار بد گوئی کمینہ پن ہے'' لا تسبوا هولاء فانه لا يخلص اليهم شئى مما تقولون وتؤذون الا حياء الا ان البذاء لؤم. (احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۷ ایضاً الآفۃ السابعۃ الفحش والسب وبذاءۃ اللسان)۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا نفاق بدیہی اور اس کی ایذا رسانی علانیہ تھی، مگر جب وہ مدینہ میں وفات پاتا ہے تو آنحضرت ﷺ اس کے بیٹے کو کفن کے لئے اپنا مبارک کرتا عنایت فرماتے ہیں، نماز جنازہ پڑھاتے ہیں، اس کا سر اپنے گھٹنہ مبارک پر رکھ کر اس کے منہ میں لعاب مبارک ڈالتے ہیں، اس طرح جہنم سے بچانے اور جنتی بنانے کی پوری کوشش فرماتے ہیں اور اس کے زندہ متعلقین کو خوش کرتے ہیں، جب کہ آج کل کے بدعتی مولوی، سچے مسلمان اور جلیل القدر بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کو کافر، مرتد جہنمی اور لعنتی وغیرہ ٹھہراتے ہیں اور متعلقین و معتقدین کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تابہ کجا

خدا پاک نیک ہدایت عطا کرے کہ یہ لوگ سچے مسلمانوں کو کافر بنانے کے بجائے ضعیف الایمان مسلمانوں کو شدھی اور مرتد ہونے سے بچانے کی کوشش کریں آمین ثم آمین۔ فقط۔

علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے متعلق رضاخانیوں کا غلط پروپیگنڈہ

(سوال ۶) یہاں پر (جام نگر، سوراشٹر میں) رضاخانی فرقہ والے ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیوبند کے علماء اور تبلیغی جماعت کافر اور اسلام سے خارج ہیں اور ان کے معاونین اور انہیں نیک وصالح ماننے والے بھی کافر اور خارج از اسلام ہیں، تو اس طرح علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کو مسلمان اور نیک وصالح ماننے والے کیسے ہیں؟ اور اس کے متعلق خدا ورسول خدا کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) رضاخانیوں کا پروپیگنڈہ غلط اور گمراہی میں ڈالنے والا ہے۔ علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت پر رضاخانی جو بہتان تراشتے ہیں اس سے وہ حضرات بالکل بری اور پاک ہیں، وہ لوگ پکے مسلمان اور سچے اہل سنت والجماعت اور پکے حنفی ہیں۔ مجلس شوریٰ کی ہیئت ترکیبیہ۔ دفعہ (۱۲) تمام ارکان کا حنفی المذہب ہونا ضروری ہوگا، دستور اساسی دارالعلوم (دیوبند ص ۱۰) توحید خداوندی اور رسالت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مبلغ، سنت کے محافظ، اور انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں (دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے الفاظ میں:۔ علماء دیوبند دیناً مسلم ہیں، فرقۃً اہل سنت والجماعت ہیں، مذہباً حنفی ہیں، مشرباً صوفی ہیں، کلاماً ماتریدی ہیں، سلوکاً چشتی بلکہ جامع سلاسل ہیں فکراً ولی اللہی ہیں، اصولاً قاسمی ہیں، فروعاً رشیدی ہیں اور نسبۃً دیوبندی ہیں'' والحمد لله على هذه الجامعية '' (علماء دیوبند کا مسلک) قرآن وحدیث اور فقہ کی خدمت کے لئے زندگیاں وقف کئے ہوئے ہیں۔ علوم دینیہ کی یونیورسٹی ''دارالعلوم دیوبند'' کے فیض یافتہ لاکھوں علماء وحفاظ قراء و مفسرین، محدثین، صوفیاء، مفتی اور مبلغین دنیا کے ہر ملک کے چپے چپے میں اسلام کی تبلیغ اور دین ومذہب کی اشاعت

کررہے ہیں۔

ان کی علمی خدمات کا بین ثبوت ان کی بیشمار تصانیف ہیں جو سینکڑوں سے متجاوز ہیں صرف حدیث شریف کے سلسلہ میں صرف عربی زبان میں چند تصانیف یہ ہیں جو علمی دنیا سے تحسین وآفرین حاصل کررہی ہیں۔

(۱)فیض الباری شرح صحیح البخاری.

(۲)لا مع الدراری علی جامع البخاری(شرح صحیح البخاری).

(۳)فتح الملهم شرح صحیح المسلم.

(۴)العرف الشذی شرح جامع ترمذی.

(۵)الکوکب الدری شرح جامع ترمذی .

(۶)بذل المجهود شرح ابی داؤد.

(۷)او جزالمسالک شرح مؤطا امام مالک.

(۸)التعلیق الصبیح شرح مشکوٰة المصابیح.

(۹)امانی الا حبار شرح معانی الآ ثار.

(۱۰)معارف السنن شرح جامع ترمذی.

(۱۱)اثار السنن مع التعلیق الحسن و تعلیق التعلیق.

(۱۲)اعلاء السنن (ستره حصص)

یہ ایک نمونہ ہے ان روشن خدمات اور دینی سعادت اور خدائی انعامات کا جن سے رضا خانی بالکل محروم ہیں۔ وہ لوگ اس طرح کی عظیم الشان اسلامی خدمت کی ایک بھی نظیر پیش نہیں کرسکتے ،ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین. یقیناً۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خدا کے ایسے مقبول اور صالح بندوں اور دین کے سچے خادم اور نائبین رسول اللہ ﷺ کو کافر مجھنا اور اسلام سے خارج تصور کرنا جہالت ، بے دینی ، اسلام دشمنی اور گمراہی کی دلیل ہے اور اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔

اور تبلیغی جماعت والے بھی اپنا عیش وآرام چھوڑ کر ، گھربار آل اولاد ، دکان کھیتی ، پیشہ وتجارت کو خیر باد کہتے ہوئے ،اپنا کھاکر ،اپنے خرچہ سے سفر کرکے تکالیف سفر برداشت کرتے ہوئے تبلیغ دین کی اہم خدمات (جو دراصل پیغمبران خدا کا کام تھا) انجام دے رہے ہیں ، جو بڑی سے بڑی بھلائی کا کام ہے ،عوام یعنی ناواقف مسلمانوں کے لئے توحید اور کلمۂ شہادت وغیرہ (جن پر اسلام کا مدار ہے) صحیح طریقہ سے پڑھنا سکھاتے ہیں ، معنی بتلاتے ہیں . بے نمازیوں کو نمازی اور نام نہاد مسلمانوں کو صحیح معنی میں مسلمان اور نمازی بناتے ہیں ، اسلامی اخلاق ،تقویٰ وطہارت ، حقوق اللہ وحقوق العباد ، اطاعت والدین ، بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم دیتے ہیں ، اس سے بڑھ کر دوسرا کار خیر کیا ہوسکتا ہے؟ خدائے پاک ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ومن احسن قولاً ممن

دعا الی اللہ وعمل صالحا (یعنی) ان سے بڑھ کر اچھا کلام کس کا ہو سکتا ہے؟ جو خدا کی طرف بلاتے ہیں اور خود بھی اچھے عمل کرتے ہیں۔'' اور ارشاد خداوندی ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (یعنی) تم میں ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے کہ (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور نیکی کے کام کرنے کا حکم دے اور برائے کے کاموں سے روکتی رہے (حقیقت میں) وہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ (سورہ آل عمران)

دین کے ایسے سچے خادموں کو (جن کی تعریف خدا پاک فرماتے ہیں) اور ان کے معاونین اور انہیں نیک ماننے والوں کو کافر کہنے والے اور اسلام سے خارج کرنے والے اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ان کے دین کے ڈاکو ہیں اور فرمان نبوی ﷺ کی رو سے خود ہی کافر اور اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے (ﷺ) لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم) (یعنی) ''جو آدمی کسی آدمی پر فاسق اور کافر ہونے کی تہمت لگائے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا اسی کے اوپر لوٹ کر آئے گا (مطلب یہ کہ وہ کہنے والا خود ہی فاسق اور کافر ہو جائے گا۔)

نیز آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ و لیس کذلک الا حار علیہ (مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان فصل اول) (یعنی) کوئی شخص کسی کو کافر یا خدا کا دشمن بتلائے اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ قول پلٹ کر خود کہنے والے پر آئے گا۔ یعنی کہنے والا کافر اور خدا کا دشمن ہو جائے گا۔''

کتب حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے میدان جنگ میں ایک کافر پر حملہ کیا اس نے فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لیا مگر حضرت اسامہؓ نے اس کا کام تمام کر دیا، جب آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت اسامہؓ سے دریافت کیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لینے کے بعد بھی کیوں قتل کر دیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ! اس نے چند صحابیوں کو قتل کر دیا تھا پھر میں نے جب اس پر حملہ کیا تو موت کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا ؟ کہ اس نے کلمہ صدق دل سے نہیں پڑھا ہے؟ اسامہ!! قیامت کے روز جب کہ کلمۂ توحید (لا الہ الا اللہ) اس کی طرف سے مدعی بن کر آئے گا تو کیا جواب دو گے؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے ،اس کے جواب میں بھی بار بار آنحضرت ﷺ یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے روز کلمۂ توحید کو کیا جواب دو گے؟ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ ؓ تمنا کرنے لگے کہ کاش! میں آج ہی اسلام لایا ہوتا تو یہ گناہ اسلام کی حالت میں شمار نہ ہوتا اور میرا نیا اسلام لانا اس گناہ کو محو کر دیتا (مسلم شریف ج اص ۶۸ باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الہ الا اللہ) اس واقعہ سے **رضاخانیوں کو عبرت لینی** چاہئے اور مسلمانوں کو کافر و مرتد بنانے کی ناپاک کوشش سے باز آ جانا چاہئے۔

الغرض خادمان دین اور تبلیغی خدمت انجام دینے والے سچے اور خالص مسلمان ہیں، ان کی اعانت کرنا اور انہیں سچا تصور کرنا، ایمانداری کی دلیل ہے، خدا پاک ایسے نیک کام کرنے والوں کی مدد اور اعانت کا قرآن مجید میں حکم دیتے ہیں۔ تعاونوا علی البر والتقوی (یعنی) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں مدد کرو۔''

خدا پاک جن لوگوں کا مدح سرا ہو اور جن کی مدد و اعانت کا حکم دیتا ہو انہیں اور ان کے معاونین کو کافر بتانے والے اور اسلام سے خارج ماننے والے خدا اور رسول ﷺ کے نافرمان، اسلام اور اہل اسلام کے دشمن، آنحضرت ﷺ

کے تبلیغی مشن کو دھکا پہنچانے والے اور آیت کریمہ ’’وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الا نس و الجن الخ (الا نعام)

ترجمہ:۔ (اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے ہیں انسان اور جنوں میں سے جو بعض بعض کو دھوکہ دینے کے لئے غلط اشاعت کرتے ہیں) اور حدیث نبوی ﷺ ضلوا فاضلوا (خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا) (بخاری و مسلم بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم ج۔ا ص ۲۰) کے صحیح معنی میں مصداق ہیں۔ آعاذنا اللہ منھا، خدا پاک ہدایت اور نیک توفیق عنایت کرے (آمین) واللہ اعلم بالصواب۔

علمائے دیوبند پر رضا خانیوں کی باران رحمت (نفرت وحقارت کی صورت میں):

(سوال ۷) فی الحال بھروچ میں رضا خانی فرقہ کی کانفرنس ہوئی تھی، جس میں اس فرقہ کے مولوی حضرات حشمت علی وغیرہ نے علماء دیوبند کو سب وشتم کیا، کافر ومرتد اور اسلام سے خارج بتلایا اور کہا کہ سچے اہل سنت والجماعت ہم ہی ہیں، دیوبندی نہیں، وغیرہ بہت سی باتیں بیان کیں، تو سوال یہ ہے کہ بریلوی علماء، علمائے دیوبند کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ اس کی تفصیل کریں، بہت سے لوگ تشویش میں ہیں۔

(الجواب) اہل حق اور صاحب کمال کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش اور ان کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے کی ناجائز حرکت ہمیشہ سے اہل باطل اور نفس پرستوں کا شیوہ رہا ہے۔

باطل پرستوں نے پیغمبروں کو بدنام کیا اور مجرم ٹھہرایا، پہلے تین خلفاء راشدین کو اہل بیت کا دشمن بتلا کر کافر ٹھہرایا، چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کو خوارج نے کافر بتلایا، حضرت ابن عباسؓ پر قرآن شریف کی غلط تفسیر بیان کرنے کا الزام لگایا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو گمراہ اور امت کا دشمن اور امت کا شیطان کہا گیا اور ان کے قتل کو ستر جہاد سے افضل بتلایا، حضرت امام شافعیؒ کو اضر من ابلیس (شیطان سے زیادہ نقصان دہ) کا خطاب ملا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ کے متعلق کہا گیا کہ کفرہ اشد من کفر الیھود و النصاری (ان کا کفر یہود ونصاریٰ کے کفر سے بھی زیادہ سخت ہے) اسی سلسلہ کی ایک کڑی چودھویں صدی کے مبتدعین کا (تبرائی فرقہ) ہے جو توحید باری تعالیٰ کے سچے مبلغین اور سنت رسول اللہ ﷺ کے صحیح محافظین دیوبندی بزرگوں کو اپنے نفس اور پیٹ کی خاطر مرتد بناتے پھرتے ہیں، خدا پاک انہیں ہدایت دے۔ (آمین)

ان کی مخالفت کی وجہ حسد اور کینہ ہے اور یہ شیطانی سنت ہے، شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی عزت و عظمت دیکھ کر حسد کیا۔ ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی کے لئے کمر کسی حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ (لوگوں کی عادت میں یہ ہے کہ) اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتے ہیں (یعنی ان کی عیب جوئی کرتے ہیں) تا کہ (دوسرے لوگ) ان سے نفرت کر کے انہیں چھوڑ دیں۔ (العلم والعلماء ص ۲۳۸)

حضرت یحییٰ بن معینؒ کے سامنے جب کہا جاتا کہ فلاں عالم حضرت امام ابوحنیفہ کی بدگوئی کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں۔

حسدوا الفتی اذا لم ینالوا سعیہ

فالقوم اعداء لہ وخصوم

لوگ اس لئے ان کے دشمن بن گئے ہیں کہ علم وعمل میں ان کی برابری نہیں کر سکتے۔

کضرائر الحسناء قلن لو جھھا

حسداً او بغیاً انھا لذمیم

(ان کی مثال کسی حسینہ کی سوکنوں جیسی ہے کہ وہ حسد سے اس حسینہ کو کہتی ہیں کہ بہت بدصورت ہے)

یہی صورت یہاں بھی ہے۔ علماء دیوبند خداپاک کے فضل وکرم سے علم وعمل تقویٰ وطہارت اور تبلیغ دین وخدمت قرآن وحدیث اور سیاست میں جس کمال اور شہرت کے مالک ہیں اس کی ایک نظیر بھی مخالف گروہ میں نہیں مل سکتی۔ ھاتوا برھا نکم ان کنتم صادقین. دیکھئے حدیث کی مشہور کتابیں۔(۱) صحیح بخاری کی عربی شرح فیض الباری (تصنیف حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ (۲) صحیح مسلم کی عربی شرح فتح الملہم (تصنیف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۳) ترمذی شریف کی عربی شرح عرف شذیٰ (حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ) (۴) دوسری شرح الکوکب الدری (حضرت علامہ رشید احمد گنگوہیؒ (۵) ابوداؤد شریف کی عربی شرح بذل المجہود (حضرت علامہ خلیل احمد انبھیٹوی مہاجر مدنیؒ (۶) مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح التعلیق الصبیح (مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ) اس کے علاوہ ہدایہ، کنزل الدقائق شرح وقایہ، نورالایضاح، شرح نقایہ، زادالفقیر وغیرہ وغیرہ فقہ اور حدیث کی کتابوں کی شرح اور حواشی اور مستقل طور پر عربی تصنیفات کر کے شائع کرنے کا شرف علمائے دیوبند ہی کو حاصل ہے۔ **ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء.**

اس شرف سے بریلوی فرقہ بالکل محروم ہے، مذکورہ کتب عربیہ سے عرب وعجم کے اسلامی ممالک فیض یاب ہور ہے ہیں دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ روضۂ رسول مقبول ﷺ کے جوار میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر کئی سال تک عربوں کو قال اللہ اور قال الرسول کا درس دیتے رہے،

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مذکورہ بالا خدائی نعمتیں اور انعامات ربانی رضاخانی دیکھ نہیں سکتے، علمائے دیوبند سے مخالفت کی یہ اصلی وجہ ہے ان کا دعویٰ کہ سچے اہل سنت والجماعت ہم ہی ہیں، دوسرے نہیں ابوعامر کے دعوے کے مانند ہے، ابوعامر کو عرب کا سردار اور لیڈر بننے کا چسکہ تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ایسے رذیل کی کیا حیثیت؟ اس نے حسد میں آ کر کہا کہ میں صحیح ملت حنیف اور دین ابراہیم پر ہوں اور آپ ﷺ جو دین ابراہیم پیش کر رہے ہیں اصلی ملت حنیف نہیں ہے، ایسا غلط پروپیگنڈہ کر کے جگہ جگہ پر آنحضرت ﷺ کا مقابلہ کیا، ایذارسانی اور تکلیف دہی میں کمی نہیں رکھی، مدینہ منورہ میں منافقین کو بہکا کر مسجد قوت اسلام (مسجد قبا) کے مقابلہ میں اپنی مطلب برآری کے لئے مسجد کے نام سے ایک مکان کی بنیاد ڈالی، آپ ﷺ کو بذریعہ وحی خبر ہوئی جس کی بنا پر آپ ﷺ نے اس مسجد کو ڈھادینے کا حکم دیا۔ وہ مسجد، مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ خداتعالیٰ فرماتے ہیں:۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً و کفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان

اردنا الا الحسنى والله يشهد انهم لكاذبون.

ترجمہ:۔اور جن لوگوں نے مسجد بنائی (اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے اور غلط عقیدہ پھیلانے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے اور موقعہ دینے کے لئے اس شخص (ابوعامر) کو جو ابتداہی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بر سر جنگ ہے اور (یہ لوگ) قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے اس سے محض بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ شاہد ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ (سورۂ توبہ)

اسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور نااتفاقی پیدا کرنے اور اپنی مطلب برآری کے لئے رضا خانیوں نے اہل حق کے مقابلہ میں رضا خانی جماعت کی بنیاد ڈالی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد ذہن میں نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دیوبندی جماعت اصول اور عقائد میں حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ اور حضرت امام ابومنصور ماتریدیؒ کے متبع اور فروعات میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہے اور پیری مریدی نیز تصوف میں۔ چشتیہ، قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ سلسلے سے نسبت رکھتی ہے۔ یہ حضرات سچے اہل سنت والجماعت ہیں، ان کے کارنامے اور تصنیفات اس کی شاہد ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی پہچان کیا ہے؟:

حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ فـ لسنة ماسنه رسول الله صلى الله عليه وسلم والجماعة ما اتفق عليه اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى خلافة الائمة الاربعة الخلفاء الراشدين المهديين رحمة الله عليهم اجمعين.

ترجمہ: سنت وہ طریقہ ہے جس پر اللہ کی رسول ﷺ گامزن تھے اور جماعت وہ طریقہ ہے جس پر صحابہؓ چاروں خلفاء راشدینؓ کے مبارک زمانے میں متفق تھے (غنیۃ الطالبین ج۱ ص ۵۵) مذکورہ طریقہ پر چلنے والی اور اس کو پھیلانے والی کونسی جماعت ہے؟ دیوبندی یا رضا خانی؟ ناظرین انصاف کریں!

علمائے دیوبند کے سامنے اسوہ حسنہ ہے، اس لئے کہ فرمان خداوندی ہے۔ لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة تو رضا خانی مذہب کی بنیاد خلاف سنت اور بے اصل آبائی رسم ورواج پر ہے۔ یہ لوگ طریقہ مسنونہ کے مقابلہ میں بدعت کو پروان چڑھاتے ہیں، قرآن شریف میں گمراہ قوموں کے متعلق جگہ جگہ ارشاد ہے۔ واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا عليه ابائنا.

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو طریقہ نازل فرمایا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو اس (طریقہ پر) چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباواجداد کو پایا ہے۔ (سورہ بقرہ)

اس کے مقابلے میں دیوبندی حضرات خلاف سنت آباواجداد کے بے اصل رسومات کو نہیں مانتے اور سخت مخالفت کرتے ہیں، تو رضا خانی بدعتی جماعت ان کی غیبت کرتی ہے حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں۔ "فعلامة اهل البدعة الوقيعة فى اهل الاثر (یعنی) اہل بدعت کی نشانی یہ ہے کہ حدیث اور تعامل صحابہ پر عمل کرنے والے کی غیبت کریں۔ (غنیۃ الطالبین ج۱ ص ۹۶)

عمر خیام نے ایک فارسی رباعی میں ایسے گمراہوں کو جواب دیا ہے۔

با این دو سہ نادان کہ چناں می دانند
اہل جہل کہ دانائے جہاں ایشانند
خوش باش کہ خرئی ایشاں بمثل
ہر کہ نہ خراست کافرش می دانند

ترجمہ: بعض آدمی جہالت وحماقت سے اپنے کو عالم خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ عالم نہیں ہوتے۔ اور وہ اپنے گدھے پن کی وجہ سے ان لوگوں کو جوان جیسے گدھے نہیں کافر جانتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا اکابر علماء دیوبند پر کذب وافتراء اور اس کا مفصل جواب:

(سوال ۸) ہماری مسجد کے امام صاحب بدعت نواز ہیں بلکہ اپنے اقوال وافعال سے بدعتوں کی ترویج اور اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں، اور رضا خانی علماء کی طرح وہ بھی اکابر علماء دیو بند حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ کو برا بھلا بلکہ کافر و مرتد تک کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور وہ اس بات پر بڑی پختگی سے قائم ہیں اس وجہ سے مسجد میں اختلاف ہو گیا ہے اور دو فریق دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے اکابر کی طرف جو باتیں منسوب کر کے کفر کے فتوے دیتے ہیں ان باتوں کی حقیقت کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوا ہے کہ اکابر علماء دیو بند نے ان تمام باتوں کو اپنے اوپر الزام قرار دیتے ہوئے ان غلط باتوں سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو آپ ان تمام باتوں کو مفصل تحریر فرمادیں امید ہے کہ آپ کا فتویٰ آنے پر انشاء اللہ بہت سے مسلمان ان کی دھوکہ دہی اور فریب کاری سے بچ جائیں گے اور اصل حقیقت ان کے سامنے آ جائے گی، نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء عرب نے بھی علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ آپ مفصل جواب تحریر فرمائیں گے بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً، اکابر علماء دیوبند کی طرف جو عقائد منسوب کئے گئے ہیں وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں، وہ حضرات ان عقائد باطلہ سے بالکل بری ہیں، بلکہ ان حضرات نے ان عقائد باطلہ سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور زبانی وتحریری اعلان کیا ہے کہ رضا خانی ہماری طرف جو عقائد منسوب کرتے ہیں وہ ہمارے عقائد نہیں ہیں اور ہم خود ایسے شخص کو جو یہ عقائد باطل رکھتا ہو کافر سمجھتے ہیں، ان اعلانات اور براءت کے بعد بھی ان کی طرف یہ عقائد منسوب کرنا اور معاذ اللہ ایسے خاصان خدا کو کافر و مرتد کہنا کسی طرح ایک امام مسجد بلکہ ایک کلمہ گو کے شایان شان نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اکابر علماء دیو بند کی جن جن عبارتوں کو نقل کر کے ان پر اعتراضات کئے ہیں اور کفر کے فتوے لگائے ہیں ان تمام عبارتوں کے نقل کرنے اور ان کی تشریح میں صریح خیانت سے کام لیا گیا ہے اور ان کو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا بھی خیال نہیں رہا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم یہاں صرف حضرت نانوتویؒ کی تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے اس کو واضح کریں گے اور حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا صحیح مطلب اختصار کے ساتھ پیش کریں گے اور خود حضرت نانوتویؒ کا بیان نقل کریں گے، بقیہ تین حضرات نے جو بیانات دیئے ہیں صرف

انہی کے نقل پر اکتفا کریں گے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ آپ (معاذ اللہ) ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں، چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے:۔

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اس نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔

''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، عوام کے خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ۔'' (حسام الحرمین مع تمہید ایمانی ص ۱۰۱)

تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں بے انتہا خیانت سے کام لیا گیا ہے، جو عبارت حسام الحرمین میں مسلسل پیش کی گئی ہے، درحقیقت یہ پوری عبارت کتاب کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی ہے، چنانچہ اس عبارت میں۔

(۱) ''بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' یہ فقرہ صفحہ نمبر ۱۴ سطر نمبر ۱۵۔۱۶۔۱۷ کا ہے۔ (تحذیر الناس مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند)

(۲) ''بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' یہ عبارت صفحہ نمبر ۲۸ سطر نمبر ۷۔۸ کی ہے۔

(۳) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یہ عبارت صفحہ نمبر ۳ سطر نمبر ۴۔۵ کی ہے۔

ناظرین ملاحظہ کریں کتنی صریح خیانت ہے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** کا بھی خیال نہیں ہے۔ حضرت نانوتویؒ پر افتراء کرنے اور کفریہ مضمون بنانے کے لئے کتاب کے متفرق صفحات سے عبارت اخذ کر کے اس طرح پیش کی گئی ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ بعینہ یہ عبارت تحذیر الناس کی ہے، حالانکہ یہ مسلسل عبارت تحذیر الناس میں نہیں ہے، مزید خیانت یہ کی کہ فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے اس طرح کہ صفحہ نمبر ۱۴ کا فقرہ پہلے لکھا ہے اس کے بعد صفحہ نمبر ۲۸ کا پھر صفحہ نمبر ۳ کا کیا مجدد ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان کے ایسے کارنامے ہوتے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ایسے تصرف سے ہر ایک کے کلام میں بلکہ کلام اللہ میں بھی معانی کفریہ پیدا کئے جاسکتے ہیں، کوئی بددین معاذ اللہ تصرف کر کے یوں کہہ سکتا ہے **ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون** (معاذ اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے تین قسم کی خاتمیت ثابت فرمارہے ہیں، خاتمیت ذاتی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی۔

خاتمیت زمانی:

یعنی آپ کا زمانۂ نبوت اس عالم مشاہدہ میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آخر میں ہے، آپ کے بعد

کوئی نبی نہ ہوگا (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر عمل کریں گے ان کے تشریف لانے سے آپ کے آخری نبی اور نبی آخرالزماں ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا) آپ کا آخری نبی ہونا ایسا مسلم اور اجماعی عقیدہ ہے کہ اس کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی انکار کرے بلکہ شبہ کرے تو وہ بلا شبہ کافر ہے۔

خاتمیت مکانی:

یعنی یہ زمین جس میں جناب رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوئے وہ تمام زمینوں مین بالاتر اور آخری ہے اس کے اوپر کوئی زمین نہیں تو مکانی اعتبار سے بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم ہیں۔

خاتمیت ذاتی جس کو خاتمیت مرتبی بھی کہتے ہیں یعنی جناب رسول اللہ ﷺ وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ موصوف بالعرض۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس قدر کمالات اور مراتب قرب الٰہیہ ہیں وہ سب آپ میں بالذات موجود ہیں اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام بلکہ جملہ مخلوقات کو جو کمالات حاصل ہوئے وہ آپ ہی ذات اقدس کے واسطہ سے حاصل ہوئے، تو آپ اس حیثیت سے بھی خاتم ہیں کہ تمام کمالات اور مراتب قرب و کمال آپ پر ختم ہیں۔ جو مضمون حضرت نانوتوی قدس سرہ بیان فرما رہے ہیں یہی مضمون مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

وعظ "الظہور" میں ہے۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود ونے خواہند بود

آپ اس سبب سے خاتم ہوئے ہیں کہ فیوض وعلوم کے جود وعطا میں آپ کا مثل نہ ہوا اور نہ ہوگا، کمالات کے تمام مراتب آپ پر ختم ہوگئے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ (صرف) خاتم زمانی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ خاتم مطلق ہیں زماناً بھی اور کمالاً بھی۔ اور خاتمیت کے یہ معنی جو اس شعر میں معہ شعر مابعد کے مذکور ہیں وہ وہ ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں بیان فرمائے ہیں جس پر مبتدعین نے مولانا کے خلاف بے حد شور مچایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار مولانا کو ملے نہیں ورنہ سہولت کے ساتھ فرما دیتے کہ خاتمیت کے یہ معنی بیان کرنے میں میں تنہا نہیں ہوں، مولانا رومؒ نے بھی اس کو لیا ہے۔ قالؒ۔

چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر توست

تمثیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو جب کسی صنعت (فن) میں استاد سبقت لے جاتا ہے تو تم اس کو کہتے نہیں؟ یعنی یہ کہتے ہو کہ یہ صنعت آپ پر ختم ہے، اسی طرح حضور ﷺ خاتم کمالات ہیں یعنی آپ کا مثل کمالات میں کوئی نہیں ہے، پس یہ معنی ہیں ذاتی خاتمیت کے، یعنی ختم زمانہ کے ساتھ آپ اس طرح بھی خاتم ہیں۔

(وعظ الظہور ص ۵۷ حضرت تھانویؒ)

جب آپ کے لئے نبوت بالذات ثابت ہے تو یہ وصف آپ کے لئے لازم ہوا آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، چنانچہ خود حضور پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کنت نبیا و آدم بین الماء والطین (۱) اور سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا ہے، لہٰذا آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لا نبی بعدی لیکن بطریق فرض سمجھو کہ اگر بفرض محال حضور ﷺ کے زمانہ میں یا آنحضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ خاتم ذاتی ہونے کی حیثیت سے خاتم النبیین رہیں گے، اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ کے لئے ختم زمانی ثابت نہیں بلکہ ختم زمانی تو آپ کے لئے قرآن احادیث اور اجماع سے ثابت ہے، یہاں تو صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ کا منبع الکمالات ہونا ایسا وصف ہے کہ اگر کسی محال اور ناممکن بات کو بھی فرض کر لو جب بھی وہ وصف آپ کے لئے بدستور باقی رہتا ہے، اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو تعبیر اختیار فرمائی ہے، قرآن مجید میں بھی بعینہٖ یہ تعبیر موجود ہے ارشاد خداوندی ہے۔

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔

ترجمہ:۔ اگر خدائے رحمان کے لئے ولد (بیٹا) ہوتا تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوتا۔

فوائد عثمانی میں ہے۔ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کی جائیں، آپ کہہ دیجئے اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہوتو پہلا شخص میں ہوں جو اس کی اولاد کی پرستش کرے۔ (فوائد عثمانی) اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کے لئے ولد کا ہونا بالکل محال ہے لم یلد و لم یولد میں صاف اعلان ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں، اسی طرح حضرت نانوتویؒ کے مضمون کا مقصود ہے۔

یہ مختصر مضمون تحذیر الناس کی اس تقریر کا خلاصہ ہے جس میں آنحضور ﷺ کی خاتمیت ذاتی کو ثابت فرمایا ہے، اب حضرت نانوتویؒ کی عبارت ''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا'' کا مطلب اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ اس عبارت میں خاتمیت سے مراد خاتمیت ذاتی ہے، اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ خاتمیت زمانی کا انکار فرما رہے ہیں۔ خاتمیت زمانی تو آپ کا عقیدہ ہے اور آپ خود ایسے شخص کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین زمانی نہ مانے، اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز سمجھے، تحذیر الناس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے بلکہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت ﷺ کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی کی حمایت وحفاظت ہے بالخصوص ختم نبوت زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں، اس کی عبارتیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، اور پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی بکثرت اس قسم کی تصریحات موجود ہیں، محض بطور نمونہ مناظرۂ عجیبہ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

---

(۱) یہ حدیث مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں ان الفاظ سے منقول ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد۔ دیگر الفاظ سے یہ ہیں۔ وعن العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ الخ مشکوٰۃ ص ۵۱۳

(۱) حضرت ختم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں ۔ (مناظرۂ عجیبہ ص ۳۹)

(۲) خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں ۔ (مناظرۂ عجیبہ ص ۳۹)

(۳) خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ کروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی ، افضلیت کا اقرار بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا ۔ (مناظرۂ عجیبہ ص ۵۰)

(۴) ہاں یہ مسلّم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے ۔ (مناظرۂ عجیبہ ص ۶۹)

(۵) بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں ، جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں ۔ (مناظرۂ عجیبہ ص ۱۰۳)

ان تمام عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمائیے ،کیا اس کے بعد بھی آپ کی طرف یہ غلط عقیدہ منسوب کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟

قطب العالم حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ آپ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کذب (جھوٹ) بولتا ہے ۔

آپ پر یہ صراحۃً بہتان والزام ہے، آپ اپنی زندگی میں اس کا انکار فرماتے رہے ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص یہ ناپاک عقیدہ رکھے یا زبان سے یہ ناپاک جملے کہے وہ کافر ہے ۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ میں ہے ۔

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں ، اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جائے ،معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے ۔قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ،ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا وہ ہرگز مؤمن نہیں ۔تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً الخ فتاویٰ رشیدیہ ج ۔ا ص ۱۸

تاج المحدثین ،سراج المناظرین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ پر یہ افتراء کیا گیا ہے کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ شیطان لعین کا علم (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ہے ۔

یہ اعتراض بھی بالکل بے حقیقت اور سراسر بہتان ہے ۔اس اعتراض کے متعلق خود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تھا، آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے، وہ سوال وجواب ''السحاب المدرار'' میں

شائع ہو چکا ہے، کچھ اختصار کے ساتھ اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف مخدوم ومکرم جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دامت برکاتہم۔

بعد عرض تحیۂ ماثورہ عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حسام الحرمین میں آپ کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی ہے کہ ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے (معاذ اللہ) امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا اس مضمون کی آپ نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں کی تو بطریق لزوم کے اشارۃً یا کنایۃً بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر آپ نے یہ مضمون نہ صراحۃً بیان فرمایا نہ اشارۃً نہ کنایۃً آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے کہ سرور عالم ﷺ کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر؟

(۴) جس عبارت کو خان صاحب بریلوی براہین قاطعہ سے نقل کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الوصول الی الصواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بندہ پر جو الزام لگایا ہے وہ بالکل بے اصل اور لغو ہے میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر ومرتد وملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم ﷺ سے علم میں زیادہ کہے، چنانچہ براہین قاطعہ ص ۴ میں یہ عبارت موجود ہے، پس کوئی ادنی مسلم بھی فخر عالم ﷺ کے تقرب اور شرف وکمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا، خان صاحب بریلوی نے یہ مجھ پر اتہام لگایا ہے اس کا حساب تو روز جزاء ہوگا۔ یہ کفری مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحۃً ہے نہ کنایۃً...... الی قولہ...... غرض خان صاحب بریلوی نے محض اتہام اور کذب بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی اور فرشتہ بھی آپ کے علوم کی برابری کر سکے، چہ جائیکہ وعلم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ خان صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہوگا، میں اس سے بالکل بری اور پاک۔ وکفی باللہ شہیداً۔

اہل اسلام عبارات براہین قاطعہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں، مطلب صاف اور واضح ہے۔

حررہ خلیل احمد

مہر: خلیل احمد۔ (از۔ اُسحاب المدرار)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ کی طرف یہ منسوب کیا گیا کہ انہوں نے حفظ الایمان

میں یہ لکھا ہے...... ''غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچہ ہر پاگل بلکہ ہر جانور ہر چار پایہ کو حاصل ہے۔'' (نعوذ باللہ)

یہ بھی حضرت تھانویؒ پر اتہام اور الزام ہے، حفظ الایمان پر اس اعتراض کے متعلق خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ سے استفتاء کیا گیا، حضرت نے جو جواب دیا وہ بسط البنان اور السحاب المدرار میں طبع ہو چکا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں کی تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے۔

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے، نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بینوا توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی اللہ عنہ۔

الجواب...... مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ...... السلام علیکم

آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے یہ خبیث مضمون (غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا، چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے؟

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا...... الی قولہ...... میرا میرے سب بزرگوں کا عقیدہ اور قول ہمیشہ سے آپ ﷺ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ و العملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۰۹)

مولوی نذیر احمد خان رام پوری نے براہین قاطعہ کی عبارات سے غلط مطلب نکال کر ایک خط مع چند اعتراضات سید الطائفہ حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس میں بہت کچھ سب وشتم تکفیر و تضلیل کے الفاظ لکھے۔ ہم یہاں ان میں سے چند اعتراضات اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا جواب موقع کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض:

براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے، یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں، اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔

دوسرا اعتراض:

براہین قاطعہ میں رسول اللہ ﷺ کو بشریت میں جملہ مخلوقات کے برابر کہہ کر حضرت ﷺ کو سب کے برابر کر دیا۔ اور ہامان وفرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے برابر ہو گئے، یہ کفر کی بات ہے۔

تیسرا اعتراض:

براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا ہے۔ الخ

نقل خط حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

نحمد الله الحليم القدير الديان الذى كشف بمحض فضله على من اصطفىٰ من عباده حقائق العلوم و انبيان ونصلي و نسلم على عباده الذين اصطفىٰ لا سيما على اشرف الرسل و الانبياء سيدنا محمد ن المصطفىٰ و آله و صحبه النجباء الا تقياء اما بعد.

ازفقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفا اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد سلام تحیۃ الاسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح وتوضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچادے۔ ان اريد الا الا صلاح ما استطعت وما توفيقى الا بالله .

جواب اول:

واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے، اور خلاف ہے نص صریح کی ومن اصدق من الله حديثاً...... وان الله لا يخلف الميعاد...... وغيرهما آیات کہ وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص وکذب وغیرہ سے رہا خلاف علماء کا جو در بارۂ وقوع یا عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے،

اس کی تحقیق میں طول ہے...... الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرۃ باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے اگر چہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شی ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل حق پر مخفی نہیں ...... پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیاء کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہوگئے۔ کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں...... الخ۔

محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے بھی اسی طرح تحریر فرمایا ہے ...... ملاحظہ ہو...... **الطاعة عمل الجنة. والمعصية عمل النار. وبعد ذلک الا مر اليه ان شاء اثاب واحداً منا بغير عمل. فذاک اليه. فعال لما يريد. لا يسئل عما يفعل وهم يسئالون. لو ادخل واحداً من الانبياء والصالحين النار كان عادلاً وكان ذلک الحجة البالغة. يجب علينا ان نقول صدق الا مير. ولا نقول لم وكيف. هذا يجوز ان يكون ولو كان كان عن عدل وحق. وهو شئی لا يكون ولا يفعل شيئاً من ذلک.**

یعنی۔ جنت (حاصل ہونے) کا عمل تو طاعت ہی ہے اور دوزخ کا عمل معصیت۔ اس کے بعد اختیار خدا کو ہے کہ اگر چاہے تو عمل کے بغیر ہی کسی کو ثواب دے دے اور چاہے تو عمل کے بغیر کسی کو عذاب دے۔ وہ مالک ومختار ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے کئے کی اس سے باز پرس نہیں ہوسکتی، اور دوسروں سے باز پرس ہوگی، اگر وہ انبیاء اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں ڈال دے تب بھی وہ عادل ہی رہے گا اور یہ حجت بالغہ ہوگی (کہ مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے) ہمارے اوپر واجب ہے کہ یوں کہیں کہ حاکم بہر حال سچا ہے اور ہم چون وچرا نہیں کر سکتے۔ ایسا ہونا (کہ حق تعالیٰ مستحق جنت کو دوزخ میں ڈال دے) امکان اور جواز کے درجہ میں ضرور داخل ہے اور اگر ایسا ہو تو عین انصاف اور حق ہوگا (ظلم یا کذب نہ ہوگا) البتہ یہ ایسی بات ہے کہ وقوع میں نہ آئے گی اور وہ ایسی بات کرے گا نہیں (الفتح الربانی ص ۳۷ ۴ مجلس نمبر ۶۱)

نیز فرماتے ہیں۔ **وذلک لان الله عزوجل لا يجب عليه لا حد حق ولا يلزمه الوفاء بالعهد** – الخ

یعنی یہ بات اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں اور نہ کسی وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس پر چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے جسے چاہے نعمت دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر کے رہتا ہے جو کرتا ہے اس سے اس کی باز پرس نہیں ہوسکتی ہے اور بندوں سے باز پرس ہوتی ہے۔

(فتوح الغیب ص ۱۶۷ مقالہ نمبر ۶۸)

جواب ثانی:

علی ہذا رسول اللہ ﷺ کا بشریت میں شریک ومثل ہونا جملہ بشر کے بنص قرآنی ثابت ہے اس کا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف میں مثل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع اوصاف میں مثل ہوا کریں، سو برابری کا دعویٰ کوئی نہیں کرتا، خود براہین قاطعہ میں آیت انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھ دیا ہے کہ جملہ یوحی الیٰ

سے علوم مرتبہ آنحضرت ﷺ اور امتیاز معلوم ہو گیا، شاید آپ نے براہین کی اگلی عبارت کو بنظر انصاف نہیں دیکھا اس لئے تکفیر علماء وصلحاء پر مبادرت کر کے اپنا خیال نہ کیا۔ یہ طعن تو درپردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات تک پہنچتا ہے، کیونکہ انما انا بشر مثلکم کے اظہار و بیان کا ارشاد رسول اللہ ﷺ کو جناب باری جل وعلیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔
فاعتبروا یا اولی الا بصار.

جواب ثالث:

اسی طرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعۃ ضلالہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر و قیام کرنے والوں کو ہنود و روافض لکھا بلکہ عقیدۂ باطلہ پر حکم حرمۃ و مشابہۃ روافض و ہنود کا لگایا ہے، چنانچہ خود فتویٰ جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے۔ انصاف شرط ہے۔
(از فسانۂ عبرت ص ۵۶ تا ص ۵۹ مصنفہ جناب مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب چرتھاولی)

رہا یہ دعویٰ کہ عرب کے علماء نے بھی ان حضرات کی تکفیر کی ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علماء دیوبند کی جن جن کتابوں کے حوالے سے رسالہ مرتب کر کے علماء عرب کے سامنے پیش کیا تھا وہ سب کتابیں (مثلاً تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان) اردو میں تھیں اور علماء عرب اردو نہیں جانتے تھے جیسا کہ خود ان علماء عرب نے جب علماء دیوبند پر چھبیس ۲۶ سوالات بھیجے تو اس کے شروع میں لکھا ہے۔

ایھا العلماء الکرام والجھابذۃ العظام قد نسبہ الی ساحتکم الکریمۃ اناس عقائد الوھابیۃ واتوا باوراق ورسائل لا نعرف معانیھا لا ختلاف اللسان فنرجوا ان تخبرونا بحقیقۃ الحال ومرادات المقال، یعنی اے علماء کرام اور سرداران عظام تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے اس لئے امید کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت حال سے مطلع کرو گے۔ (التصدیقات لدفع التلبیسات ص ۸)

علماء عرب کی اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے طور پر جو کچھ مرتب کر کے ان کے سامنے پیش کیا ان علماء نے خان صاحب پر اعتماد کر کے اس کی تصدیق کر دی، لیکن جب ان علماء عرب کے سامنے اصل حقیقت پیش ہوئی تو وہ سخت نادم ہوئے اور اپنے فتوؤں سے رجوع کیا اور علماء دیوبند پر چھبیس ۲۶ سوالات لکھ کر بھیجے جن کے جوابات محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (مصنف بذل المجہود شرح ابی داؤد) نے لکھے اور اس زمانہ میں ہندوستان کے اکابر علماء نے ان جوابات کی تصدیق کی اور لکھا کہ ہمارے یہی عقائد ہیں۔ وہ جوابات علماء حرمین شریفین (زادہما اللہ عزاً وکرامۃً) اور دیگر علماء عرب کے سامنے پیش ہوئے تو ان حضرات نے جوابات ملاحظہ کر کے ان جوابات کی تصدیق اور علماء دیوبند کو صحیح العقیدہ بتایا، چنانچہ ان جوابات کی تصدیق کرتے ہوئے کسی نے لکھا۔ ''جو کچھ مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اس میں شک نہیں ہے'' تو کسی نے لکھا'' کہ جو کچھ اس میں ہے اس کو بالکل مذہب اہل سنت کے مطابق پایا اور کسی مسئلہ میں گفتگو کی

گنجائش نہ پائی ۔"

یہ چھبیس ۲۶ سوالات اوران کے جوابات اورعرب علماء کی تصدیقات اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکے ہے، جس کا نام "المھند علی المفند معروف بہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" ہے۔

تفصیل دیکھنا ہوتو مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کیا جائے۔

موقع کی مناسبت سے شیخ العرب والعجم مولانا حاجی شاہ امداد اللہ چشتی فاروقی مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز کا والا نامہ ملاحظہ ہو (حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو رضا خانی بھی اپنا بڑا مانتے ہیں، چنانچہ رضا خوانی مولوی عبدالسمیع ساکن رامپور ضلع سہارنپور نے اپنی کتاب "انوار ساطعہ" کے صفحہ نمبر ۴ پر حاجی صاحبؒ کے متعلق یہ القاب لکھے ہیں۔ جناب مرشدی ومولائی حضرت حاجی شاہ امداد اللہ عم فیوضہ، حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے اس مکتوب گرامی سے ان بزرگان دین کی حقانیت وعلوم رتبت وعاشق رسول ہونے پر پورے طریقہ سے روشنی پڑتی ہے۔)

نقل والا نامہ عنبر شامہ اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم مولانا المحترم الحاج الحافظ امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم . نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ازفقیر امداد اللہ چشتی ۔ بخدمت محبان عموماً۔ ان دنوں بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے اس میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوءظن رکھتے ہیں کہ ہم مولوی صاحب کو کیسا سمجھیں، لہذا فقیر کی جانب سے مشتہر کرادو کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی اور فاضل حقانی ہیں، سلف صالحین کا نمونہ ہیں جامع بین الشریعت والطریقت ہیں شب وروز خدا اوراس کے رسول کی رضامندی میں مشغول رہتے ہیں، حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں مولانا مولوی اسحاق صاحب کے بعد میں اس قسم کا فیض علم دین کا مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے، ہندوستان میں مولوی صاحب فرد واحد ہیں، مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے، ہرسال میں پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر ان سے سند لیتے ہیں، اتباع سنت رسول اللہ ﷺ میں محو ہیں محبت رسول کریم ﷺ اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں، حق گو ہیں لایخافون لومۃ لائم کے مصداق ہیں، خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہیں، اشاعۃ سنت ان کا پیشہ ہے بدعقیدوں کوخوش عقیدہ بنانا ان کا حرفہ ہے، ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیمیا اور اکسیر اعظم ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے، یہی اللہ والوں کی علامت ہے، متقی اور تارک الدنیا ہیں، راغب الی الآخرت ہیں، تصوف اور سلوک میں کامل ہے امیر وغریب ان کے نزدیک یکساں ہیں سب کی طرف توجہ برابر ہے لاطمع ہیں فقیر نے جو کچھ ان کی ثناء میں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق ہے۔

(ضیاء القلوب کی عبارت یہ ہے :۔ مولوی رشید احمد صاحب ومولوی محمد قاسم صاحب سلمہ راکہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری وباطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق ازمن شمارند، اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ

اوشان بجائے من ومن بمقام اوشان وصحبت اوشان راغنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند......
یعنی...... مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ جو کمالات علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں مراتب میں ان کو مجھ سے بڑھ کر سمجھیں، اگر چہ بظاہر معاملہ الٹا ہو گیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہو گیا (یعنی وہ میرے مرشد ہوتے برعکس میں ان کا مرشد ہو گیا) ایسی شخصیتیں اس زمانہ میں نایاب ہیں، ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں ۔ضیاء القلوب ص ۶۰)

اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے کے ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے، میرے دو بازوں ہیں ایک مولوی محمد قاسم مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب ایک، جو باقی ہے اس کو بھی نظر لگاتے ہیں۔ میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے میں بھی بدعات کو برا سمجھتا ہوں جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے اور خدا اور رسول کا مخالف ہے، اور بعض جہلا جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے طریقت بغیر شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں۔ صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے، قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے آئینہ زنگ آلودہ ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کے پہچاننے کے واسطے اتباع سنت کسوٹی ہے جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بیہودہ ہے خرق عادات تو دجال سے بھی بہت ہوں گی خدا تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی جو رسول اللہ ﷺ کا پیرو نہ ہووے اور مروج بدعات ہووے وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں یہ امر باعث اتباع سنت کے ہے کسی کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں۔ ع

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

مولوی صاحب وہ شخص ہین کہ خواص کو چاہئے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں اور ان کی صحبت کو خیر کثیر سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سناوے اور نہ تحریر کرے، مجھ کو ان امور سے سخت ایذاء ہوتی ہے، عجب بات ہے کہ میرے لخت جگر کو ایذاء پہنچاویں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں ہرگز نہیں، مولوی صاحب پکے حنفی المذہب، صوفی المشرب باخدا ولی کامل ہیں ان کی زیارت کو غنیمت سمجھیں۔

مہر حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

امداد اللہ فاروقی۔

(از الشہاب الثاقب)

(فیصلہ خصومات ص ۴۴، ص ۴۵، ص ۴۶) (براءۃ الابرار ص ۴۷۳، ص ۴۷۵)

موقع کی مناسبت سے دار العلوم دیو بند کے سابق مفتیٔ اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا فتویٰ اور اس فتویٰ پر محدث کبیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصدیق اور دیگر علماء کبار کی تحریر ملاحظہ کیجئے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین وہادیان شرع متین اس بارے میں کہ جو شخص ان بزرگان دین کو کہ جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں (نعوذ باللہ منہ) وہابی یا کافر بتلا دے تو اس شخص کو کافر کہنا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب ۔ فقط ۔

عاصی محمد نور الحق عباسی امروہوی
ملازم محکمۂ پیمائش خاص ضلع ہزاری باغ محلّہ پٹم بازار
مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۷ء

(۱) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۔
(۲) جناب مولانا سید احمد صاحب شہیدؒ ۔
(۳) جناب مولانا امانت اللہ صاحب غازی پوریؒ ۔
(۴) جناب مولانا عبد الحئی صاحب لکھنویؒ ۔
(۵) جناب مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ ۔
(۶) جناب مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ ۔
(۷) جناب مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی مہاجر مدنیؒ ۔
(۸) جناب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھیؒ مفتی ہائی کورٹ حیدرآباد دکن ۔
(۹) جناب مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید دہلویؒ ۔
(۱۰) جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ۔
(۱۱) جناب مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ ۔
(۱۲) جناب مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹیؒ ۔
(۱۳) شمس العلماء مولانا عبد الحق صاحب حقانیؒ سابق ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ کلکتہ ۔
(۱۴) شمس العلماء جناب مولانا عبد الوہاب صاحب بہاریؒ پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ ۔
(۱۵) جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ۔
(۱۶) جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی ؒ ۔
(۱۷) جناب مولانا ظہیر احسن صاحب محدث نیموی ضلع پٹنہ ۔
(۱۸) جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری ؒ ضلع بجنور ۔

الجواب

حدیث شریف میں ہے **من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب . او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم** یعنی جس نے میرے دوست اور ولی سے دشمنی کی اس کو میں اطلاع دیتا ہوں اپنی لڑائی کی ۔ یعنی اس کا مقابلہ مجھ

سے ہے، پس ظاہر ہے کہ جس مردود کا مقابلہ اللہ ورسول سے ہوا اس کا کہاں ٹھکانہ ہے سوائے جہنم کے...... وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام سباب المسلم فسوق وقتاله كفر الحديث. پس ایسے مردود کے پیچھے جوعلماء ربانیین اور اولیاء اللہ کی توہین کرے اور ان کو کافر کہے نماز درست نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہر۔کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۵۔رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ۔

(۲) تحریر شریف عمدۃ الفقہاء واسوۃ الاصفیاء جناب مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند۔

(الجواب صواب) اس شخص کو جو سوال میں مذکور ہے خود خوف کفر ہے، اور انشاء اللہ دنیا سے بے ایمان جائے گا۔فقط۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔

(۳) تحریر منیف شمس فلک الشریعت و بدر سماء الطریقت حضرت مولانا الاجل مولوی حافظ سید غلام محی الدین صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان حضرات پر کلمہ کافر کا کہنا خود اسی پر عائد ہوتا ہے، توبہ کرے، بدون توبہ کے نماز اس کے پیچھے جائز نہیں، اس لئے کہ ان حضرات کی تصدیق جناب علماء حرمین شریفین کے یہاں سے ہو کر آئی ہے کہ نہ کافر ہیں نہ بدعتی ہیں نہ غیر مقلد۔فقط حررہ العبد الراجی غلام محی الدین عفی عنہ۔

(۴) تحریر شریف فاضل عصر کامل دہر خزانہ فہوم جناب مخدوم حاجی عبداللہ صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ۔

اگر کوئی ان بزرگوار مذکورہ صاحبان کو کافر کہے، یا کہ بدگمانی کرے وہ مسلمان نہیں بلکہ خود کافر اور مرتد اور زندیق ہے۔

از دستخط مخدوم حاجی عبداللہ سکنہ دولت ضلع جہلم۔

(۵) تصدیق انیق سید الصلحاء امام الفضلاء حضرت میر عبداللہ بادشاہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اگر ہر کسی ایں علمائے دین راحرف سب وکذب بگوید بقرار مر کتاب اللہ خود آناں شخص کافر و مرتد می باشد۔فقط۔

(۶) تحریر شریف قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین ہادی راہ طریقت واقف رموز حقیقت جناب مولانا محمد بدر الدین شاہ صاحب پھلواروی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام مسنون! سلام کی بعد واضح ہو کہ اس سوال میں جتنے لوگوں کا نام لکھا ہوا ہے اور ان کی نسبت میرا خیال اور میری سمجھ سے سوال کیا گیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ میں ان میں سے کسی کو بھی کافر نہیں جانتا، خاص کر شیخ احمد سرہندی کابلی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کو تو اولیاء اللہ میں بڑے عالی درجہ کا ولی سمجھتا ہوں اور ایک میں ہی نہیں، ہندوستان سے لے کر عرب، مصر، شام وروم تک لاکھوں آدمی ان کی ولایت کے قائل ہیں، یہ بزرگ علوم دین میں عالم متبحر سنت نبوی کے رواج دینے والے، بدعات کو دور کرنے والے تھے، ان کے بعد کثیر اولیاء اللہ نے جو دوسرے

طریقوں کے تھے ان کی ولایت کو تسلیم کیا ہے، تو ان کو کافر کہنے والا مرنے تک اپنے اس قول سے توبہ نہ کرے تو اس کے خاتمہ خراب ہونے کا خوف ہے۔

علماء اسلام دینی مسائل میں صحیح جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، گو بمقتضائے بشریت کبھی کبھی ان سے اس میں خطا ہو جاتی ہے، اس سوال میں جتنے لوگوں کا نام لکھا گیا ہے ان سے بھی مسائل کے جواب میں کبھی کبھی لغزشیں ضرور ہوئی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی معصوم نہیں لیکن ان لغزشوں کے سبب سے میں انہیں اہل ایمان کے زمرہ سے خارج نہیں کرتا، اور کافر نہیں جانتا، اور ان سے بغض نہیں رکھتا ہوں، بلکہ میں دعاء کرتا ہوں۔ ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقو نا بالا یمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم .

رقمه العبد المسکین محمد بدر الدین القادری الفلواروی عفا الله تعالیٰ عنه ۲۷. شعبان دو شنبه ۱۳۳۵ھ.

(۷) الجواب:۔ جامع علوم نقلیہ مجمع فنون عقلیہ، حامیٔ سنت بیضاء ماحیٔ بدعت ظلماء مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کلکتہ علیہ الرحمہ۔

ان بزرگان دین کو اگر وہ شخص بلا تاویل کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے بلکہ اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(ماخوذ از غلبۃ الحق مطبوعہ پبلک پریس مرادآباد ۱۳۳۶ھ) (بحوالہ رضا خانی مذہب ص ۲۱۹ تا ص ۲۲۴)

مزید ایک اور فتویٰ عارف باللہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند جو دیگر اکابر علماء کے جوابات وتصدیقات پر مشتمل ہے پیش کیا جاتا ہے، یہ فتویٰ اس زمانہ میں رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے جس کا نام ''الختم علی لسان الخصم'' ہے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی رسالہ سے جوابات وتصدیقات نقل کئے جاتے ہیں، جس کو تفصیل دیکھنا ہو وہ مذکورہ رسالہ کا مطالعہ کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیا ومسلما:۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دیوبند مدرسین مدرسہ عالیہ دیوبند و تلامذہ ومعتقدین حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز حجۃ اللہ فی الارض فخر الاسلام والمسلمین و حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز رشید الحق والملۃ والدین امور مفصلہ ذیل میں۔

(۱) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نانوتوی قدست اسرارہم نے تحذیر الناس میں سرور عالم ﷺ کے ختم زمانی کا انکار فرمایا ہے۔

(۲) خان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدست اسرارہم اللہ تعالیٰ کے کذب بالفعل کو جائز کہتے ہیں اور معاذ اللہ جو خدا کو جھوٹا کہے اور اس عیب کا صدور اس سے جائز کہے وہ کافر و فاسق نہیں۔

(۳) نیز خاں صاحب مولانا خلیل احمد صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔

(۴) خاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے حفظ الایمان میں تصریح کی ہے کہ جیسا علم غیب رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور کو حاصل ہے اوران تمام مضامین کو حسام الحرمین میں لکھا ہے اور علمائے حرمین شریفین سے تکفیر کا فتویٰ حاصل کیا ہے۔اب امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۵) آیا امور مذکورہ واقعی حضرات موصوفین نے صراحۃً یا اشارۃً بیان فرمائے ہیں، اگر بیان نہیں فرمائے تو آپ حضرات کا ان امور کی نسبت کیا اعتقاد ہے، جو شخص ایسا اعتقاد رکھے وہ آپ حضرات کے اور آپ کے اساتذہ کرام کے نزدیک کیسا شخص ہے، صاف صاف بیان فرمایئے تا کہ حق واضح ہو جائے۔

(۶) جن عبارات کو خان صاحب نقل فرما کر ان مضامین مذکورہ کی صراحت کا دعویٰ فرماتے ہیں وہ مضامین ان عبارات سے اگر صراحۃً نہیں تو لزوماً بھی نکل سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) اگر لزوماً بھی ان عبارات کا مفاد وہ مضامین کفریہ نہیں ہیں تو کسی اور جگہ ان مضامین کو صراحۃً یا ضمناً بیان کیا ہے، بینوا توجروا۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے ان سوالات کے جوابات بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، اور جواب ختم کرتے ہوئے ان سوالات کا نمبروار اختصار کے ساتھ بھی جواب تحریر فرمایا ہے، یہاں اسی کے نقل پر اکتفاء کیا جاتا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''اب ہم کو امور مستفسرہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہی مگر بغرض توضیح وتحقیق ہر سوال کے متعلق نمبروار صداقت و ایمانداری سے کچھ عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) تحذیر الناس میں ختم زمانی کا انکار کہیں نہیں کیا بلکہ اس کا ثبوت مدلل تحذیر الناس اور دیگر تحریرات حضرت مولانا قدس سرہ میں بوضاحت موجود ہے اور منکر ختم زمانی کو کافر کہا ہے۔

(۲) حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں جس میں کذب بالفعل باری تعالیٰ نعوذ باللہ واقع یا ممکن الوقوع فرمایا ہے بلکہ ایسے عقیدہ کو اپنے فتویٰ میں صریح کفر تحریر فرمایا ہے، مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔

(۳) مولانا خلیل احمد صاحب نے ہرگز ہرگز اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ علم ابلیس نعوذ باللہ حضرت رسول کریم ﷺ سے زیادہ اور بڑھ کر ہے اور نہ ان کا یہ عقیدہ ہے ایسے عقیدہ کو مولانا سلمہ باطل اور کفر فرماتے ہیں۔

(۴) مولانا اشرف علی صاحب نے یہ مضمون صریح غلط اور کفر کسی تحریر میں نہیں لکھا کہ نعوذ باللہ آپ کا علم غیب بچہ اور پاگل بلکہ ہر جانور کے برابر ہے ایسے مضامین علماء حرمین شریفین کو لکھنا اور فتویٰ حاصل کرنا سخت بے حیائی اور سراسر افتراء ہے۔

(۵) یہ مضامین کاذبہ کفریہ حضرات موصوفین نے کسی کتاب میں صراحۃً یا اشارۃً کبھی ہرگز بیان نہیں فرمائے جو ایسا عقیدہ رکھے وہ ہمارے بزرگوں کے اعتقاد میں ضال ومضل معلون کافر زندیق ملحد اور اس شیطان کا بھی استاد ہے جو اکابر دین اور اولیاء اللہ کی تکفیر کا دلدادہ ہو۔

(۶) جن عبارات سے مجدد البدعات اپنے مضامین افتراء اور اختراع کردہ کو بالتصریح ثابت کہتے ہیں ان سے اشارۃً اور لزوماً بھی قیامت تک وہ مضامین اہل فہم و انصاف کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتے۔

(اگر تفصیل منظور ہو تو السحاب المدرار فی توضیح اقوال الا خیار اور توضیح البیان فی حفظ الا یمان ملاحظہ کی جائے، اس میں نہایت وضاحت سے ان عبارات کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔۱۲)

(۷) ان مضامین مستفسرہ کفریہ کا اثر نہ تحریرات مسئولہ میں ہے اور نہ ان حضرات کی تحریرات باقیہ اور دیگر تالیفات میں کہیں پتہ اور نشان صراحۃً یا ضمناً اصالۃً یا تبعاً کہیں ایسے مضامین خبیثہ کا کسی تقریر و تحریر میں اصلاً اثر نہیں اور نہ ان کے اتباع میں ان صریح کفریات کا کوئی معتقد۔ ان حضرات پر ایسے لغویات کا افتراء اس قدر بے اصل اور جھوٹ ہے کہ نادان جاہل معتقدین بریلوی کو تو میں نہیں کہہ سکتا مگر بریلوی خان صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ یاروں کی کارسازی ہے جس کی اصل کچھ بھی نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ انشاء اللہ دنیا میں ناکامیابی اور آخرت میں خسران ہے اعاذنا اللہ والمسلمین من ذلک واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین.

بالجملہ ہمارے اکابر پر اور ہم پر اہل بدعات کے یہ وہ اتہامات ہیں جن سے ہم بفضلہٖ تعالیٰ بالکل بری ہیں...... الخ۔

کتبہ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عالیہ دیو بند۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کی تصدیق

''جن حضرات اربعہ کے متعلق یہ استفسارات ہیں بندہ بحمد اللہ ان حضرات کے علم و عقائد و اقوال اور حالات سے پورا واقف ہے اور بلا واسطہ ان حضرات کے مقالات و حالات کو بکثرت سنا اور دیکھا ہے مجھ کو پورا یقین اور اطمینان ہے کہ جو اباطیل ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ اس قدر بے اصل ہیں کہ مفتری کا تو ذکر کیا ہے ان امور کی تصدیق کرنے والوں پر بھی مجھ کو سوء عاقبت کا اندیشہ ہے۔ اعاذنا اللہ والمسلمین من ذلک ان حضرات کے علماً و عملاً اور متبع سنت اور اہل حق ہونے میں ادنی تأمل اہل ایمان اور اہل انصاف کا کام نہیں جو حضرات ان میں سے موجود ہیں ان کو دیکھ لو اور جس کی چاہو تالیفات ملاحظہ فرمالو انشاء اللہ ناواقفیت سے جو بھی کسی کو خلجان ہوگا وہ جاتا رہے گا اس لئے بندہ اس فتویٰ کی لفظاً لفظاً تصدیق کرتا ہے۔''

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیو بند۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیو بند کی تصدیق

خدائے ذوالجلال کو شاہد بنا کر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے موجودہ اکابر و اصاغر و حضرت والد ماجد فخر الاسلام والمسلمین مولانا مولوی الحاج الحافظ محمد قاسم نانوتوی و حضرت رشید الاسلام والمسلمین استاذنا و مرشدنا مولانا مولوی الحاج رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما اور جس قدر مدرسین و منتظمین و ممبران مدرسہ عالیہ دیو بند ہیں سب کے یہی عقائد ہیں، جو فتویٰ میں مذکور ہوئے، ہمارے مخالفین نے جو ہم پر بلا وجہ بہتان بندی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرماوے اور جن عبارات تحذیر الناس و براہین قاطعہ و حفظ الایمان کی نسبت خان صاحب بریلوی نے افتراء کیا ہے ان کا صحیح

مطلب رسالہ السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار، وتوضیح البیان فی حفظ الایمان میں ملاحظہ فرمائیں۔
محمد احمد مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ العزیز۔

”ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے“

محمد مسعود احمد عفی عنہ ابن حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز گنگوھی۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی کا بیان

کفیٰ باللہ شہیداً کہ ہم نہ غیر مقلد نہ وہابی نہ بزرگوں کی عظمت کے منکر نہ خدائے ذوالجلال کے جھوٹ کو معاذ اللہ تعالیٰ ممکن الوقوع کہیں، نہ سرور عالم ﷺ کے علم وفضل میں کسی مخلوق کو مساوی کہنے والے بلکہ حضور صلعم کو خاتم زمانی کے ساتھ خاتم جملہ کمالات بشریہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اہل اسلام ہماری جانب سے بالکل مطمئن ہو جائیں مدرسہ عالیہ دیوبند کے جملہ منتظمین ومدرسین اصولاً وفروعاً بفضلہ تعالیٰ حنفی ہیں۔ خان بریلوی نے خلاف علم ودیانت جن عبارات کا غلط مطلب بیان کر کے خلقت کو گمراہ کیا ہے ان کا صحیح مطلب السحاب المدرار اور توضیح البیان میں ملاحظہ فرمائیں، ان رسائل کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ہر طالب حق کے اطمینان کی امید ہے واللہ تم ھوالھادی الی الصواب۔ احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند۔

حضرت مولانا محمد مرتضی حسن چاندپوری کی تصدیق

بندہ نے خان بریلوی کے تمام الزامات کو بغور دیکھا ان کی بنا محض نفسانیت پر پائی، چنانچہ عبارات منقولہ تحذیر الناس ومناظرہ عجیبہ سے ظاہر ہے اس کے علاوہ قبلہ نما جو ۱۲۹۵ھ میں تحریر ہوا گویا حضرت مولانا نانوتوی مرحوم و مغفور کی آخر التصانیف ہے اس کی بھی چند عبارتیں نقل کرتا ہوں جن سے ختم زمانی صراحۃً ثابت ہوتی ہے...... الی قولہ......

بالجملہ اہل اسلام بالکل مطمئن ہو جاویں کہ خان صاحب اور اہل بدعت نے جو اتہامات اکابر اہل اسلام دیوبند کی طرف منسوب کئے ہیں بالکل بے اصل اور لغو ہیں، علمائے دیوبند سچے اور پکے حنفی ہیں، بزرگا[ن] دین کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ خود بفضلہ تعالیٰ بزرگ اور اولیاء کبار میں داخل اور سلاسل اولیاء میں شامل ہیں بلکہ خود صاحب سلسلہ ہیں یہاں جیسے سلسلہ علم ظاہری ہے، الحمد للہ تعالیٰ کہ تعلیم باطنی کا فیض بھی ویسے ہی جاری ہے...... الخ۔

محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ
ابن شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
خادم الطلباء دار العلوم دیوبند ادامہ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان

بندۂ ہیچمدان نے بحمد اللہ ان حضرات قدسی صفات کی تصانیف کا بکرات ومرات مطالعہ کیا اور جہاں تک

فہم نے یارائی دی میں نے ان کو خوب سمجھنے کی کوشش کی ادھر مخالفین کے اعتراضات بھی بغور دیکھے اور سنے لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان حضرات کے دامن تقدس کو ان خرافات سے پاک پایا جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جس قدر مخالفین کی نکتہ چینیاں سنیں اسی قدر اپنے حضرات سے عقیدت بڑھتی گئی چنانچہ (بحوال اللہ وقوتہ) بندہ اپنے دائرۂ فہم کے موافق ان مضامین کا مطلب بتلانے کے واسطے ہر شخص کے مواجہ تیار ہے جن کو مخالفین نے اپنی سفاہت سے مخدوش ٹھہرایا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ ان حضرات کی نسبت جس طرح کی بہتان بندیاں کی گئی ہیں ان سے پہلے بھی اسی طرح کے لغو عقائد حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق حاسدوں نے مشہور کئے ہیں جن کا دھندلا سا نشان کتاب الیواقیت والجواہر وغیرہ میں مل سکتا ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ نہ ان کو اس قسم کے حملوں سے کچھ گزند پہنچ سکا، اور نہ ہمارے اکابر کو، فنعم الوفاق واللہ الموفق۔ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

دیگر اکابر علماء دیوبند کے بیانات وتصدیقات

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے۔

بندہ غلام رسول عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔

ہمارا یہی اعتقاد ہے۔

بندہ محمد حسن عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

ہمارے بزرگوں اور ہمارا یہی عقیدہ ہے۔

وہوالصحیح وفیہ السداد، شائق احمد غفرلہٗ۔ مدرس دارالعلوم دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

خادم الطلبہ محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند

ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا یہی عقیدہ ہے اور حق ہے۔

بندہ محمد علی اظہر کان اللہ لہ ولوالدیہ خادم طلبہ دارالعلوم دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا یہی عقیدہ ہے اور حق ہے۔

احقر الزمن نبیہ حسن مدرس مدرسہ دیوبند۔

ہمارے بزرگوں کا بالکل یہی عقیدہ اور یہی طریقہ ہے۔

احمد امین عفی عنہ خادم مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے۔

بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ خادم دربار رشید عالم قدس سرہ گنگوہی۔

ہمارا اور ہمارے اکابر کا یہی اعتقاد ہے اور یہی عقیدہ اہل حق کا ہے۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ کشمیری۔

ہمارا اور ہمارے مقتدر بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

احقر الزماں، گل محمد خان۔ مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے مقدس بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

فقیر اصغر حسین حسنی حنفی مدرس دارالعلوم دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

محمد یسین مدرس دارالعلوم دیوبند۔

ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

منظور احمد مدرس دارالعلوم دیوبند۔

ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے۔

ہادی حسن مبلغ احکام اسلام منجانب دارالعلوم دیوبند۔

بے شک بنڈکا اور اپنے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

محمد ابراہیم عفی عنہ بلیاوی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔

ہمارے بزرگوں کا یہی اعتقاد ہے۔

بندہ عطا محمد ولایتی خادم علماء دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

محمد عبدالوحید عفی عنہ مدرس تجوید دارالعلوم دیوبند۔

ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

محمد شفیع عفی عنہ مدرس تجوید دارالعلوم دیوبند۔

اشهد انه معتقدنا و معتقد مشآ ئخنا.

بندہ سید حسن عفی اللہ عنہ حسنی چاندپوری مدرس دارالعلوم دیوبند (الختم علی لسان الخصم)

مزید ایک اور فیصلہ ملاحظہ ہو۔

اس زمانہ میں ایک مشہور اسلامی ریاست ''ریاست بھوپال'' تھی اس کے ماتحت دارالافتاء، دارالقضاء، مجلس العلماء اور محکمہ دینیات قائم تھے۔

رنگون سے فرقۂ رضا خانی کی طرف سے اکابر علماء دیوبند کی تکفیر کے متعلق ایک استفتاء ریاست بھوپال بھیجا گیا اس کا جواب ریاست بھوپال کے دارالافتاء کی جانب سے دیا گیا جو سترہ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں تفصیل سے غیر جانبدارانہ طور پر متنازع فیہ عبارات کا صحیح مطلب بیان کیا گیا ہے اور جواب کے اخیر میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے۔ ''یہ علماء کرام الزامات سے بالکل صاف اور پاک ہیں جو کہ مندرجۂ استفتاء ہیں لہٰذا ان حضرات کی تکفیر کسی طرح نہیں ہوسکتی۔'' پورا فتوی قابل مطالعہ ہے، طوالت کے خوف سے اسے یہاں نقل نہیں کیا جاتا، البتہ جواب سے پہلے چند تمہیدی کلمات درج ہیں ان کو ذیل میں نقل کیا جائے گا، اس فتوی پر ریاست بھوپال کے مجلس العلماء، محکمۂ دینیات اور

دارالقضاء کے اراکین کے تصدیقی دستخط ہیں اوران کے علاوہ تقریباً ۵۸۹ علمائے کرام ومشائخ عظام ومفتیان کرام کے تصدیقی دستخط ہیں ، یہ پورا فتویٰ مع تصدیقات کے مورخہ ۲۳۔ شوال ۱۳۵۲ھ میں ''فیصلہ خصومات از محکمۂ دارالقضات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے،اب وہ تمہیدی کلمات ملاحظہ ہوں۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً.

آپ کے استفسارات کے جوابات حوالہ قلم ہیں،حسب ہدایت جناب والا کتب مندرجہ استفتاء بغور دیکھیں، ان سب کتب میں وہ مضامین جو کہ بعض متعصبین پیش کرتے ہیں کسی جگہ نہ پائے ،تقویۃ الایمان،تحذیرالناس، براہین قاطعہ ،فتاوی رشیدیہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کافر کہنا اوران کی طرف ان عقائد فاسدہ کو منسوب کرنا جن سے ان حضرات کا دامن تقدس پاک ہے دراصل ایک باطل اور بے بنیاد بات ہے،ان حضرات کی بعض عبارات میں تقدیم و تاخیر،حذف وابدال کر کے ان کے خلاف مراد عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے یہ عقائد کفریہ گھڑے گئے ہیں اوران مصنفین کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، حالانکہ یہ حضرات خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو ان خیالات فاسدہ کو اپنے دماغ میں جگہ دے،عنقریب ہر جواب کے تحت میں خود ان کتب کے مصنفین کی عبارات پیش کر کے بتلا دیا جائے گا کہ یہ لوگ ان عقائد باطلہ کی پرزور تردید کررہے ہیں جو کہ ان کی طرف محض تعصب وعناد کی وجہ سے منسوب کئے جارہے ہیں...... استفتاء میں پانچ سوالات ہیں جن کے جوابات بطور اختصار عرض کئے جاتے ہیں...... جواب کے اخیر کی عبارت پھر ملاحظہ فرمائیے...... یہ علماء کرام الزمات سے بالکل صاف اور پاک ہیں جو کہ مندرجہ استفتاء ہیں لہذا ان حضرات کی تکفیر کسی طرح نہیں ہوسکتی، واللہ اعلم۔فقط۔

کتبہ العبد الاحقر سید عزیز احمد عفی عنہ الحنفی النقشبندی الچشتی القادری السہر وردی مدرس جامعہ احمدیہ عربیہ دینیہ دارالاقبال بھوپال۔(فیصلہ خصومات از محکمۂ دارالقضات ص ۴ وص ۲۲)

خلاصہ کلام:

اکابرین علماء دیوبند کی اپنی تحریر براءت اور علمائے عرب کی تصدیقات ، اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی شہادت اور عارف باللہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ کے فتویٰ اور رأس المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، محدث کبیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری،مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبند اور متکلم اسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ،وغیرہ وغیرہ پوری جماعت دیوبند کے جوابات وتصدیقات اور دیگر بے شمار علماء کبار ومشائخ عظام کے جوابات سے اورمزید برآں مشہور اسلامی ریاست ، ریاست بھوپال کے دارالافتاء کے فتویٰ (جس پر ریاست کے مجلس العلماء، محکمہ دینیات اور دارالقضا کے مقتدر اراکین اور مختلف مقامات کے ۵۸۹ علماء کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں) سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ اکابر علماء دیوبند (حضرت نانوتویؒ،حضرت گنگوھیؒ،حضرت سہارنپوری حضرت تھانویؒ) تمام الزامات سے بالکل بری ہیں اور مکمل طور پر اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ہیں، جامع شریعت و طریقت ہیں۔

درحقیقت مذکورہ بزرگان دین اور علمائے دیوبند ہمیشہ سے جامعین شریعت وطریقت پکے حنفی اور اہل سنت

والجماعت ہیں، سلسلہ تلمذ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ثم المدنیؒ، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکیؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے رکھتے ہیں اور سلسلہ ارادت حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے رکھتے ہیں، عقائد میں اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متبع اور اعمال وفروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، ان حضرات نے دارالعلوم دیوبند وسہارنپور، ومرادآباد ودہلی وغیرہ پورے ہندوستان و پاکستان میں قائم کر کے پوری دنیا کو اپنے علمی آغوش میں لے لیا ہے اور قرآن وحدیث اور فقہ کی بذریعۂ درس وتدریس و تصنیف وتالیف اس قدر خدمت انجام دی ہے کہ اس کے مقابلہ میں فرقہ رضاخانی کسی شمار میں نہیں، ہنداور بیرون ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمان ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہبر سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں ایسے جلیل القدر بزرگوں کو (معاذ اللہ) کافر اور مرتد اور بددین کہنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ بلکہ ان بزرگوں کی بدگوئی کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کسی کو کافر کہے اور حقیقت میں اس میں کفر کی بات نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے **لا یرمی رجل رجلاً بالفسق والکفر الا ردت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک رواه البخاری.** (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم) نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جو کلام تمہارے بھائی کی زبان سے نکلے جب تک اس کا اچھا مطلب نکل سکتا ہو اس وقت تک اس کو باطل پر محمول کرنے کی کوشش نہ کرو۔ (درمنثور)

اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو اگر اس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال کفر کی نفی کرتا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اس کفر کی نفی کرنے والے احتمال پر عمل کرے، اور کفر کا فتویٰ نہ دے، **وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً للکفر و احتمال واحد فی نفیه فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال الثانی** (شرح فقہ اکبر ص۱۹۹)

آخر میں ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے جو بہت ہی قابل عبرت اور سبق آموز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں ایک کافر پر حملہ کر دیا اس نے فوراً ہی **لا الہ الا اللہ** پڑھ دیا مگر حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا جب آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ **لا الہ الا اللہ** پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا، جواب دیا حضور! اس نے فلاں فلاں کو قتل کیا تھا اور جب میں نے حملہ کیا تو جان بچانے کے خاطر کلمہ پڑھ دیا، صدق دل سے نہیں پڑھا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ صدق دل سے پڑھا ہے یا خوف سے؟ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جب کہ اس کی طرف سے کلمۂ توحید مدعی بن کر آئے گا اس وقت تم کیا جواب دو گے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے، تو جواب میں بھی آپ ﷺ یہی فرماتے رہے، حضرت اسامہؓ کہتے تھے میں نے بار بار حضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر تمنا کی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا کہ میرا اسلام اس گناہ کو محو کر دیتا۔ (**بخاری شریف ، مسلم شریف ج ۱ ص ۶۸ باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الاالله مسلم ج. ا ص ۶۸ بخاری باب بعث النبی صلی الله علیه وسلم اسامة بن زید الی الحرقات من جهینة ج. ۲ ص ۶۱۲**)

الحاصل:

آپ کے امام اور خطیب صاحب تکفیر سازی سے توبہ کرلیں تو ان کی امامت بلا کراہت درست ہے ورنہ امامت جیسے عظیم ومقدس منصب کے شایان شان نہیں ہو سکتے وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً (شامی ج ۱ ص ۵۲۳)فقط والله اعلم بالصواب وهو الهادی الی الصراط المستقیم اللّٰهم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین آمین ثم آمین بحرمة النبی الا می صلی الله علیه و آله وصحبه وسلم.

رضا خانی علماء کی کفر سازی کا نمونہ:

(سوال ۹) ہمارے یہاں بریلوی مکتب فکر کے کچھ لوگ ہیں اور وہ لوگ گاہے گاہے اپنے علماء کو بلاتے ہیں، ان کے علماء اپنی تقریروں میں علماء دیوبند کو بہت برا بھلا کہتے ہیں، بعض مرتبہ تو کافر اور مرتد تک کہہ دیتے ہیں، ان کی تقاریر کی وجہ سے ہمارے یہاں بہت انتشا ہو رہا ہے، ہم کیا کریں؟ امید ہے کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) بریلوی مکتب فکر کے بانی مولوی احمد رضا خان اور ان کے ہمنواؤں کی کفر سازی صرف علماء دیوبند تک محدود نہیں ہے، فاضل بریلوی احمد رضا خاں اور ان کے حواریین ومتبعین کا سوائے اپنے معدودے چند معتقدین کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور مرتد قرار دینا ایک ایسی بین حقیقت ہے کہ جس کا کوئی صاحب بصیرت شخص اور ان کی کتابوں اور فتاوی سے واقف کار انسان انکار نہیں کرسکتا، فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان بہت تیز مزاج اور شدت پسند طبیعت رکھتے تھے، ان کا جب بھی اپنے کسی ہم عصر سے ٹکراؤ ہو (چاہے وہ ان کا ہمنوا اور ان کا ہم مشرب ہو) تو وہ ان کے کلام کو غلط معنی پہنا کر تکفیر مسلمین کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر محض اپنی من گھڑت اور ایجاد کردہ تشریح کی بنا پر کفر کا فتوی لگا دیتے تھے اور فتوی کفر بھی ایسا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور مرتد، معاذ اللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون، بات بات پر بریلوی حضرات کے تکفیری فتووں کو دیکھ کر مرحوم مولانا ظفر علی خان (متوفی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء) فرماتے ہیں

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے اس کا انعکاس وانعطاف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند
ہے وہ کافر جس کو ہوا ان سے ذرا بھی اختلاف

(مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۱۰۹ مطبوعہ پاکستان)

آج اسی طریقہ پر ان کے اخلاف گامزن ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان کا محبوب مشغلہ ہی تفریق مسلمانان وتکفیر علماء وبزرگان دین ومؤمنین ہے۔

فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی کفر سازی کی ایک مختصر فہرست ان کی کتابوں کے حوالوں سے ہدیۂ

ناظرین کرتے ہیں، اسے غور سے پڑھئے اور نداز ہ لگایئے کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء کی کفر سازی کس قدر حدود کو تجاوز کئے ہوئے ہے، اور پھر فیصلہ کیجئے کہ دنیا میں کتنے مسلمان باقی رہے اور خود آپ بھی ان کے فتاوی کی رو سے مسلمان رہے یا نہیں؟

علماء رضا خانی کی کفر سازی انہیں کے الفاظ میں

(۱) مرتد گنگوہی (تجانب اہل السنہ عن اہل الفتنہ ص ۲۴۵ مصنفہ ابو الطاہر عبید البرکات محمد طیب صدیقی قادری برکاتی داناپوری اس کتاب پر مولوی حشمت علی اور بریلوی علماء کبار کے تصدیقی دستخط ہیں۔)

(۲) مرتد تھانوی (تجانب اہل السنہ ص ۲۳۷)

(۳) مرتد نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند (تجانب اہل السنہ ص ۱۷۳)

(۴) مرتد دیوبندی محمود حسن (شیخ الہند) (ستر باادب ص ۵۶ مصنفہ مولوی حشمت علی)

(۵) مرتد انبیٹھوی (مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ) (تجانب اہل السنہ ص ۲۸۸)

(۶) مرتد حسین احمد مدنی (مجمل انوار الرضا ص ۲۹ مصنفہ مولوی حشمت علی)

(۷) مرتد شبیر احمد دیوبندی (ستر باادب ص ۵۶)

(۸) مرتد عبد الشکور ایڈیٹر النجم (تجانب ص ۱۶۰)

(۹) مرتد ابوالکلام (تجانب ص ۱۷۶)

(۱۰) مرتد عبد الماجد دریابادی (تجانب ص ۱۳۷)

(۱۱) مرتد حسن نظامی (تجانب ص ۲۴۷)

(۱۲) مرتد ثناء اللہ امرتسری (تجانب ص ۲۴۷)

(۱۳) مرتد مرتضی حسن دربھنگی (تجانب ص ۲۳۷)

(۱۴) مرتد محمد علی ایم، اے (تجانب ص ۲۲۵)

(۱۵) مرتد عنایت اللہ (تجانب ص ۱۷۶)

(۱۶) مرتد قائد اعظم (تجانب ص ۱۱۹) (دستر باادب ص ۱۱۰)

(۱۷) ابن سعود مرتد (ستر باادب ص ۳۳)

(۱۸) مرتد ظفر احمد تھانوی (ستر باادب ص ۱۰۱)

(۱۹) مظہر الدین کا کفر واضح (مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری ص ۷ مصنف اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی! ارہ روی)

(۲۰) غیر مقلدوں کا پیشوا ابراہیم سیالکوٹی (ستر باادب ص ۲۸)

(۲۱) مرتد اکفر سر سید احمد خاں (تجانب ص ۸۵)

''بہر حال جو شخص پیر نیچر (یعنی سر سید احمد خاں) کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک بھی کفر قطعی پر

مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابد ہے۔'' (تجانب اہل السنہ ص ۸۶)

سر سید احمد کے مشیروں کے متعلق لکھا ہے۔

''جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقت ہے جن کے نام یہ ہیں۔ نواب محسن الملک مہدی علی خاں، نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں، نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین، مولوی الطاف حسین حالی، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، مولوی مہدی حسن، سید محمود خان، شبلی نعمانی اعظم گڑھی، ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔

مسٹر جناح کے متعلق لکھا ہے:۔

''بحکم شریعت مسٹر جناح اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللئام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز و علام۔ (تجانب اہل السنہ ص ۱۲۲)

احراریوں کے متعلق لکھا ہے۔

''فرقہ احرار اشرار بھی فرقۂ نیچریہ کی ایک شاخ ہے اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے مکلبین یہ ہیں، ملکی شیخ جی امام الخوارج مبلغ دہابیہ ایڈیٹر النجم عبد الشکور کاکوروی، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیاباشی، شبیر احمد دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، نائی عن الاسلام کفایت اللہ شاہجہاں پوری، عبد الغفار سرحدی گاندھی، اس فرقہ کا سرغنہ مسٹر ابوالکلام آزاد ہے، جو امام الاحرار کہلاتا ہے۔'' (تجانب ص ۱۶۰) اور ص ۱۷۷ پر لکھا ہے۔

''بہر حال جو شخص احراریوں کے ان ناپاک اقوال ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کے قائلین کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت قطعاً کافر مرتد ہے۔ (تجانب اہل السنہ ص ۱۷۷)

خواجہ حسن نظامی کے متعلق لکھا ہے۔

''خواجگی کے دعویدار کفر کی تبلیغ کے ٹھیکدار، اسلام کی مخالفت کے علمبردار کرشن کہنیا کے امتی مسٹر جٹا دھاری خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ (تجانب ص ۱۳۹)

مولوی حشمت علی نے اپنی کتاب ''قہر القہار علی اصول الگاندھویۃ الکفار'' میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، اور مولانا عبد الباری لکھنوی کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔

''قطعاً یقیناً گمراہ اور بددین بلکہ علی العموم کفار مرتدین''

اور اسی کتاب کے ص ۶۳، ص ۶۴ پر حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، سیٹھ چھوٹانی، مرحوم مسٹر محمد کھتری اور

خلافت کمیٹی کے ممبروں کو تقریباً بیس وجوہات سے کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔

اور مولوی عبد القدیر بدایونی، مولوی عبد الماجد بدایونی، مولوی آزاد سبحانی مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کو بھی ''بد دین'' بتایا ہے۔ (ظفر الاسلام ص ۱۲، ص ۱۳، ص ۱۵ حصہ دوم)

سب ہی کافر و مرتد۔ تمام کے تمام ایک صف میں

نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، رافضیوں، چکڑالویوں، قادیانیوں، گاندھلویوں، صلح کلیوں، کانگریسیوں، لیگیوں، خارجیوں، بابیوں، بہائیوں، احراریوں اور کفار اور مشرکین و مرتدین اور اسلام کے جملہ نئے اور پرانے مخالفین کی صحبت سے بچائیں۔ (فتاوی اہل السنن لہدم الفتن ص ۱۴ مرتب: ناظم جماعت اہل سنت مارہرا)

''مرتدین دیوبندیہ، وملحدین چکڑالویہ، وزنادقۂ خاکساریہ، وبے دینیان لیگیہ، وغیرہم کفار اشرار'' (تجانب ص ۲۸۰)

''لیگ مسلمانوں کو ملحد و بے دین بنانا چاہتی ہے۔'' (الجوابات السنیہ ص ۲۱ مصنفہ مولوی حشمت علی)

''لیگ کا نمرودی آتشکدہ کتنے مسلمانوں کو بھسم کر چکا اور کتنوں کا خاکستر کر رہا ہے۔'' (اشک رواں ص ۸۳ مصنفہ محمد شریف الحق امجدی)

مندرجہ ذیل جماعتوں اور کمیٹیوں کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ ان کے بانی کفار اور نیچری ہیں۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔	ندوۃ العلماء۔	خلافت کمیٹی،	جمعیۃ علماء ہند،
خدام الحرمین،	مجلس احرار،	مسلم لیگ ،	اتحاد کانفرنس۔
مسلم آزاد کانفرنس،	نوجوان کانفرنس،	نمازی فوج،	جمعیت تبلیغ۔
الاسلام انبالہ،	سیرت کمیٹی، پٹی ضلع لاہور،		امارت شرعیہ بہار شریف

وآل پاٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لئے انہیں کفرہ نیاچہرہ نے اپنی نیچریت ودہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد...... الی قولہ...... گڑھی ہیں۔ (تجانب اہل السنہ ص ۹۰)

بہت سے وہ مسلمان جو رضا خانی علماء کے معتقد اور ان کے محب ہیں، انہیں اپنا دینی مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہیں، وہ خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ وغیرہ کے قائدین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود بھی ان کمیٹیوں کے ممبر رہ چکے ہیں، اب وہ اپنے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا بریلوی علماء کے فتاویٰ کی رو سے تجدید ایمان وتجدید نکاح کریں گے، اور آج تک جو نمازیں پڑھیں، روزے رکھے زکوٰۃ دی، قربانی کی، حج کیا، صدقہ وخیرات کیا، اور ان کے علاوہ جو اعمال صالحہ کئے ان کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ نکاح کیا، اللہ نے اولاد عطا کی کیا اس نکاح اور اولاد کو حالت کفر پر مانیں گے؟

پیارے مسلمانو! غور کرو، یہ رضا خانی علماء تمہارے ایمان کے محافظ ہیں یا تمہارے ایمان کے دشمن؟ تم کو سنی مسلمان بنانا چاہتے ہیں یا کافر و مرتد؟

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (م ۱۳۸۷ھ) پر احمد رضا خاں صاحب کے خلیفۂ اجل اور بریلویوں کے امام المحدثین

مولوی دیدار علی صاحب (م ۱۳۵۴ھ) سابق خطیب مسجد وزیر خان لاہور نے کفر کا فتویٰ لگایا اور اس میں ارشاد فرمایا۔

''لہذا جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکور توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کردیں ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔'' (ذکر اقبال ص ۱۲۹، وسر گذشت اقبال ص ۱۹)

چونکہ مفتی مذکور ریاست ''الور'' کے رہنے والے تھے اس لئے علامہ اقبال مرحوم نے بعنوان ''الور'' مفتی مذکور کے خلاف درج ذیل چار اشعار تحریر فرمائے اور اس مفتی کو آدمیت سے عاری اور اس کی اس حرکت کو ''گدھا پن'' قرار دیا۔

گر فلک در ''الور'' انداز د ترا
اے کہ می داری تمیز خوب وزشت
گویمت در مصرعہ بر جستہ
آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت
آدمیت در زمین او مجو
آسماں ایں دانہ در ''الور'' نہ کشت
کشت گرز آب وہوا خردستہ است
زانکہ خاکش را خرے آمد سر شت

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

''اے اچھے اور برے کی تمیز رکھنے والے! اگر آسمان تجھے ریاست ''الور'' میں ڈال دے تو میں تجھے ایک برجستہ شعر میں نصیحت کرتا ہوں جسے لوح قلب پر نقش کر لینا چاہئے، اور وہ یہ ہے کہ انسانیت اس سرزمین میں تلاش نہ کرنا کیونکہ آسمان نے یہ تخم اس سرزمین میں ڈالا ہی نہیں ہے، اور اگر ڈالا ہوگا تو اس کی آب وہوا کی تاثیر سے بجائے انسان پیدا ہونے کے اس سرزمین میں ''گدھے'' پیدا ہوئے ہیں۔''

(بحوالہ مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۱۲۵۔۱۲۶ از جناب انوار احمد ایم کام ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

علامہ اقبال کے متعلق ''تجانب اہل السنہ'' میں لکھا ہے۔

''اسی طرح فسلفی نیچریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی وار دو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈا کیا ہے (تجانب ص ۳۳۴)

مولانا ظفر علی خان صاحبؒ (م ۱۳۷۶ھ) پر احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے اور بریلویوں کے ''مفتی اعظم ہند'' جناب محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نے کفر کا فتویٰ لگایا، جسے بریلویوں کے ''مفتی اعظم پاکستان'' جناب ابوالبرکات صاحب (م ۱۳۹۸ھ) مہتمم وشیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور نے کتابی صورت میں شائع کیا اور اس کا نام رکھا۔

''سیف الجبار علی کفر زمیندار'' معروف بہ ''القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ''

گویا مولانا ظفر علی خانؒ صاحب کو کافر تو بنایا ہی تھا ساتھ ہی انہیں ''گدھا'' ہونے کا لقب بھی مرحمت فرما

دیا، اسی فتویٰ کفر پر مولانا مرحوم ومغفور نے یہ رباعی کہی تھی۔

کوئی ٹرکی لے گیا اور کوئی ایران لے گیا
کوئی دامن لے گیا کوئی گریبان لے گیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا
وہ بھی ہم سے چھین کر حامد رضا خاں لے گیا

(نگارستان :ص ۶۵ بحوالہ مقدمہ الشہاب الثاقب ص ۱۲۴ مطبوعہ پاکستان)

مولانا حالی کی ''مسدس'' کے متعلق فیصلہ ہے۔

''مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسیوں کفر کے انبار اور ہزاروں ضلالات کے طومار (تجانب اہل السنہ ص ۳۳۴)

یہ ہے رضا خانی علماء کی کفر سازی کا ایک نمونہ۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بھی بے شمار حضرات ہیں جو ان کے خنجر تکفیر کا نشانہ بن چکے ہیں۔ اس فہرست پر نظر ڈالئے، یہ تمام دیوبندی نہیں ہیں لیکن وہ مولوی احمد رضا خان اور ان کے متبعین وذریت کی نظر میں کافر ومرتد ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو'' مقدمہ الشہاب الثاقب مطبوعہ پاکستان از ص ۱۰۶ تا ص ۱۳۴ اور تکفیری افسانے مصنفہ مولانا نور محمد ٹانڈویؒ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت محمدیہ ﷺ کو ایمان پر استقامت عطا فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور ایمان کے لیٹروں سے محفوظ رکھے آمین بحرمۃ النبی الامی ﷺ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ما يتعلق بالفرق المختلفه

اہل سنت والجماعت کسے کہا جائے

(سوال ۱۰)اہل سنت والجماعت کسے کہا جائے؟ دیوبندی اہل سنت والجماعت ہیں یا ان کے مخالفین رضا خانی؟ بالتفصیل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب) اہل سنت والجماعت وفرقہ ناجیہ اور فرقہ اہل حق وہ ہے جو پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء حضرت رسول مقبول ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب خصوصاً خلفاء راشدین کے طریقے اور سنت کا مطیع و متبع ہو، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلھم فی النار الا ملة واحدة قالوا و ماھی یا رسول اللہ قال ما انا علیه و اصحابی (ترجمہ) میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور بجز ایک فرقے کے سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں'' (مطلب یہ کہ کتاب وسنت کی اتباع کرنے والا فرقہ نجات پانے والا اور اہل سنت والجماعت ہے (ترمذی شریف ج ۲ ص ۸۹ ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ) کلھم فی االنار کے معنی یہ ہیں کہ بد اعتقادی کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ پھر جن کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا نہ ہو وہ اپنی سزا بھگت کر دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل ہوں گے (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۷۰ مکتوب نمبر ۳۸) اور توضیح وتلویح میں ہے السواد الا عظم عامة المسلمین ممن ھو امة مطلقة والمراد بالا مة المطلقة اھل السنة والجماعة وھم الذین طریقھم طریق الرسول صلی اللہ علیه وسلم واصحابه دون اھل البدع (یعنی) سواد اعظم سے اہل سنت والجماعت مراد ہیں جن کا طریقہ وہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کا طریقہ تھا۔ اہل بدعت ان میں سے خارج ہیں۔ (ص ۳۵۰)

اور حضرت شیخ احمد رومیؒ فرماتے ہیں کہ لان المراد بالا مة المطلقة اھل السنة والجماعة وھم الذین طریقھم طریق النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه دون اھل البدع والضلال کما قال النبی صلی اللہ علیه وسلم امتی من استنَّ بسنتی (یعنی) امت مطلقہ سے مراد اہل سنت والجماعت ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا طریق وہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کا طریقہ تھا، اہل بدعت وضلال مراد نہیں جیسا کہ رحمۃ عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت وہ ہے جس نے میرا طریقہ اختیار کیا (مجالس الابرار ۱۰ اص ۱۳۱) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ''وشک نیست کہ فرقہ ملتزم اتباع اصحاب آں سرور اند علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات اہل سنت وجماعت اند۔ شکر اللہ سعیہم۔'' اور اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ فرقہ جس نے آپ ﷺ کے اصحاب کی اتباع ضروری ٹھہرائی وہی اہل سنت والجماعت ہے، خدا پاک ان کی مساعی کو مشکور فرمائے۔

(مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۱۰۲ مکتوب نمبر ۸۰)

اور حضرت غوث الاعظم شاہ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ فعلی المؤمن اتباع السنة والجماعة

فالسنة ماسنه رسول الله صلی الله علیه وسلم والجماعة ما اتفق علیه اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی خلافة الائمة الاربعة الخلفاء الراشدین المهدیین رحمة الله علیهم اجمعین (غنیۃ الطالبین ص ۱۴۲) (یعنی) مومن بندہ پر لازم ہے کہ سنت والجماعت کی اتباع کرے، سنت وہ طریقہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ عمل کرتے تھے اور جماعت یہ ہے کہ جس پر خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے زمانۂ خلافت میں اتفاق کیا اور یہ اصحاب سیدھی راہ بتلانے والے تھے اور ان کو بھی سیدھی راہ بتلائی گئی ان سب پر خدا کی رحمت ہو۔" اور جن کا عمل خلاف سنت ہے اور سنت کے خلاف اپنے آباواجداد کی رسم ورواج کے پابند ہیں اور ان کو اسلامی اعمال اور نیکی کے کام اور دین کے کام سمجھ کر کر رہے ہیں، تعزیہ داری، دھوم دھام سے عرس وصندل اور قبروں کے سامنے سجدے اور مزاروں کے طواف اور غیر اللہ کی نذر و نیاز وغیرہ بدعت کرنے والے اور ان کو ترقی دینے والے ہیں، ان پر اہل سنت والجماعت کی تعریف چسپاں نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ "اہل بدعت نے اہل سنت کا جولقب ظاہر کیا ہے یہ ان کے نام کے ساتھ موزوں نہیں، جیسا کہ کفار نے پیغمبر ﷺ کا نام ساحر، وشاعر دیوانہ، آسیب زدہ اور کاہن رکھا تھا (معاذ اللہ) یہ سب نام حضور ﷺ کی صفات کے ساتھ بالکل چسپاں نہ تھے، آپ ﷺ پر کسی طرح صادق نہ آتے تھے، اسی طرح اہل بدعت پر اہل سنت کا لقب صادق نہیں آتا، اہل بدعت کی نشانی حضرت غوث الاعظمؒ نے یہ بیان کی ہے کہ حدیث وسنت کے طریقہ پر چلنے والوں کی برائی اور غیبت کرتے ہیں۔ فعلامة اهل البدع الوقیعة فی اهل العصر (غنیۃ الطالبین ص ۱۴۳) اور حضرت شیخ احمد رومیؒ فرماتے ہیں کہ "اہل بدعت لوگوں کو بدعت کی طرف بلاتے ہیں اور وہ امت مطلقہ میں داخل نہیں۔ (مجالس الابرار ص ۱۳۱)

تکملہ بحر الرائق میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے حدیث کا خلاصہ منقول ہے کہ جس میں دس علامتیں ہوں وہ اہل سنت والجماعت ہیں، وہ دس علامتیں یہ ہیں:۔

(۱) ان یصلی الصلوٰت الخمس بالجماعة (پنجگانہ نماز باجماعت پڑھتا ہو۔ (۲) ولا یذکر احداً من الصحابة بالسوء ولا ینقصه (صحابہ میں سے کسی کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کرے نہ کسی میں عیب نکالے (۳) ولا یخرج علی السلطان بالسیف. (اور مسلمان بادشاہ کے خلاف تلوار نہ اٹھائے) (۴) ولا یشک فی ایمانه (اور اپنے ایمان میں شک نہ کرے اپنے کو پورے وثوق سے مومن اور مسلم کہے) (۵) ویؤمن بالقدر خیره وشره من الله تعالیٰ (ایمان رکھتا ہو بھلی اور بری تقدیر پر کہ جو کچھ ہے خداء پاک کی طرف سے ہے) (۶) ولا یجادل فی دین اللہ تعالیٰ (خدا کے دین میں کج بحثی نہ کرے۔ (کہ بلا دلیل فلسفہ بگھارے) (۷) ولا یکفر احداً من اهل التوحید بذنب (کسی گناہ کی بنا پر اہل توحید میں سے کسی کی تکفیر نہ کرے (نوٹ) مطلب یہ ہے کہ بہتر فرقے سب اہل توحید واہل قبلہ ہیں لہذا ان کی تکفیر میں جرأت نہ کرے، جب تک کسی فرقے کے متعلق یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ ضروریات دین اور کسی ایسی بات کا منکر ہے جو بدیہی طور پر اسلام کی بات مانی جاتی ہے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ احکام شرعیہ کے تواتر کو نہیں مانتا ان کو غیر ثابت اور غیر یقینی کہتا ہے اس کی تکفیر نہ کرے۔ فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا موجود ہو تو اس ایک احتمال کی بنا پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۷۰ مکتوب نمبر ۳۸) وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع

وتسعون احتمالاً للكفر واحتمال واحدفي نفيه فالا ولىٰ للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال الثاني (شرح) فقہ اکبر لابی المنتھی ص ۱۹۹)

(۸) ولا يدع الصلوٰة على من مات من اهل القبلة (اور اہل قبلہ میں سے جو مرے اس کی نماز جنازہ نہ چھوڑتا ہو) (۹) ويرى المسح على الخفين جائز افي السفر والحضر (سفر وحضر میں موزوں پر مسح کرنے کا قائل ہو) (۱۰) ويصلي خلف كل امام برو فاجر (اور ہر نیک اور گنہگار کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتا ہو۔ (تکملۂ بحرالرائق ج ۸ ص ۱۸۲ اول کتب الکراھیۃ)

خلاصہ یہ ہے کہ دیو بندی مسلمان آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے مقدس اصحاب ؓ کے سچے متبع اور آپ کے تابعدار ہیں اور سچے سنت والجماعت اور سنی حنفی ہیں جیسا کہ دارالعلوم دیو بند کے بنیادی اصول میں ہے کہ'' (۴) دارالعلوم دیو بند کا مسلک اہل سنت والجماعت، حنفی مذہب اور اس کے مقدس بانیوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وحضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہما کے مشرب کے موافق ہوگا۔ (دستور اساسی مع آئین دارالعلوم دیو بند ص ۵) اصول وعقائد میں حضرت امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدیؒ کے پیرو، فروعات میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ سلسلوں سے نسبت رکھتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کی مذکورہ بالا دس علامتیں ان پر پوری طرح منطبق ہیں۔ اس کے برعکس حضرات دیو بند کے مخالفین یعنی رضا خانی آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت اور طریقہ کے تارک اور بدعت کے حامی اور اس کو رواج دینے والے اور اس کی اشاعت کرنے والے ہیں اہل سنت والجماعت کی تمام علامتیں تو قطعاً نہیں پائی جاتیں جو پائی جاتی ہیں وہ برائے نام۔ مثلاً (۱) پنجگانہ نماز با جماعت کے اتنے پابند نہیں جتنے ان کاموں کے پابند ہیں جو قطعاً خلاف سنت اور غیر ثابت ہیں۔ (۲) صحابہ کرامؓ کی عظمت ان کے قلوب میں اتنی بھی نہیں جتنی رضا خانی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں صاحب کی عظمت ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ ان کی کتاب ''وصایا شریف'' میں ہے ''زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو (مولانا احمد رضا خاں صاحب کو) دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق کم ہوگیا (معاذ اللہ) یہ ہے صحابۂ کرام کی عظمت! (۳) سلطان سعود کو کافر مانتے ہیں (۴) دین الٰہی میں ناحق جھگڑے کر کے فرقہ بندی کرتے ہیں (۵) اہل قبلہ اور اہل توحید مسلمان جو ان کے ہم خیال نہیں ان سب کو (معاذ اللہ بد دین، کافر اور مرتد بناتے ہیں (۶) ان کے جنازہ پر نماز پڑھنے کو حرام کہتے ہیں۔ (۷) ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانے کو ناجائز کہتے ہیں (۸) ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتلاتے ہیں، دیکھئے ''تجانب'' ''قہر قہار'' وغیرہ وغیرہ۔

دیو بندی مسلمانوں کا ان کے متعلق ایسا اعتقاد نہیں ہے ہر منصف مزاج آدمی سمجھ سکتا ہے کہ صحیح اہل سنت والجماعت کون ہوسکتا ہے؟ دیو بندی یا رضا خانی؟ خدا پاک تمام لوگوں کو نیک ہدایت اور اچھی سمجھ عطا فرمائے اور حقیقی معنی میں اہل سنت والجماعت بنائے۔ آمین فقط واللہ اعلم بالصواب۔

منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں!:

(سوال ۱۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرقۂ منکرین حدیث (اہل قرآن)

کے عقائد فاسدہ و باطلہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، احادیث نبویہ کا صراحۃً انکار و تکذیب، ارکان اسلام میں سے نماز کی تضحیک، یا پھر پنج وقتہ نماز کا انکار اور صرف دو یا تین وقتیہ فرض نماز کا قائل ہونا، صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کی احادیث کو نقل کر کے نہایت گھناؤنے انداز میں مزاق اڑانا، یہ فرقہ ایسے مہلک اور فاسد و باطل خیالات کی تشہیر اور نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہے، اور بھولے بھالے سادہ لوح انسانوں کو بہکا کر دین اسلام کی بنیادیں ڈھانے میں ہمہ تن مصروف عمل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے خیالات کا حامل شخص ''مسلمان'' کہلایا جا سکتا ہے؟ ایسے خیالات والوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جا سکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے جنازے میں شریک ہونا اور ان سے شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) مدعیان اہل قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں، اور مذاق اڑاتے ہیں، اور نماز کی تضحیک کرتے ہیں، پنجوقتہ نمازوں کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کی قبرستان میں دفنانا ان سے شادی بیاہ وغیرہ کسی قسم کے تعلقات رکھنا درست نہیں فقط واللہ اعلم ۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ۔

مایتعلق بالسنۃ و البدعۃ

آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۲) اس کے ہمراہ احمد آباد سے شائع ہونے والے ماہنامے طیبہ (گجراتی) کے اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے کے ایک فتوے کی نقل ارسال خدمت ہے، جس میں مرقوم ہے کہ بہت سے علماء ایسے ہیں جو فقہ حنفی پر عامل نہیں ہیں اور اس کے باوجود خود کو حنفی جتلاتے ہیں اور ناواقف مسلمانوں کو غلط راہ پر لے جاتے ہیں یہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نام مبارک لیتے وقت خصوصاً اذان کے وقت انگوٹھے چومنا بدعت ہے، جو لوگ رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت کرتے ہیں آپ ﷺ کی شان و عظمت کو بیان کرتے ہیں، انہیں یہ علماء بدعتی کہتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ ٹھیک ہیں یا نہیں؟ اور انگوٹھے چومنا سنت ٹھہرایا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت کریں۔

(الجواب) آنحضرت ﷺ کا نام مبارک پڑھ کر سن کر درود شریف پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس میں سرور دو جہاں ﷺ کی صحیح تعظیم بھی ہے، ایک مجلس میں کئی مرتبہ آپ ﷺ کا نام مبارک پڑھا جائے یا سنا جائے تو اس کے لئے فتویٰ یہ ہے کہ ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب اور کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے (درمختار و شامی ج ۱ ص ۴۸۱ مطلب فی وجوب الصلاۃ علیہ کلما ذکر علیہ الصلاۃ والسلام) مگر اس وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے، لہذا نام مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کو حدیث سے ثابت شدہ ماننا اور مسنون سمجھنا، اور اس کو آپ کی تعظیم ٹھہرانا غلط اور بے دلیل ہے، یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (بخاری شریف پ ۱۰ ج ۱ ص ۳۷۱ باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود) (باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور مسلم شریف ج ۲ ص ۷۷) (یعنی) ''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالی کہ جو دین میں داخل نہیں ہے تو وہ ناقابل تسلیم ہے۔''

نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد. (مسلم شریف ج ۲ ص ۷۷ ایضاً) (یعنی) ''جو شخص ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہ ہو'' (یعنی جو ہمارے طریقہ پر نہ ہو) وہ رد ہے۔

نیز اذان و اقامت کے وقت آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے کے ناخن چومنا اور آنکھوں پر رکھنا اس فعل کو سنت سمجھنا اور حدیث نبوی ﷺ سے ثابت تصور کرنا اور اس کو سرور کائنات ﷺ کی صحیح تعظیم و عزت ٹھہرا لینا اور حنفی ہونے کی علامت بتلانا اور نہ چومنے والے کو لعن طعن اور ملامت کے قابل سمجھنا، یہ بھی غلط ہے اور دین میں تحریف (ردبدل) کرنے کے مانند ہے۔ اتنی بات درست ہے کہ بعض علماء نے کچھ ایسی حدیثوں کی بنا پر جن کو علماء محققین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ جائز اور بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ اذان میں جب نام نامی آئے تو انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے مگر یہ بات بھی آنکھ کی بیماری کے عمل اور علاج کے طور پر ہے، عبادت اور سنت مقصودہ اور آنحضرت ﷺ کی مخصوص تعظیم اور عظمت کے لئے نہیں۔ (مقاصد حسنہ وغیرہ) (مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ بھی یہی بتلا رہا ہے جو

آگے تحریر ہے) لیکن اب صورت یہ ہے کہ لوگ اس کو آپ کی خاص تعظیم اور دین سنت مقصودہ سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو لعن طعن کرتے ہیں اور حنفیت کے خلاف اور اہل سنت سے خارج تصور کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں اور ان کی بنا پر یہی ضروری ہے کہ ایسا نہ کیا جائے اور اس عمل کو ترک کردیا جائے ،فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مستحب کو جب اپنی مرتبہ (درجہ) سے بڑھادیا جاتا ہے تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

واستنبط منه ان المندوب ينقلب مكروهاً اذا خيف ان يرفع عن مرتبته (مجمع البحار ج ۲ ص ۲۴۴) فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے کہ قال ابن المنير ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذآ رفعت عن مرتبتها لان التيا من مستحب فی كل شی من امور العبادة لكن لما خشی ابن مسعود ان يعتقدوا وجو به اشار الی كراهته (یعنی) مستحبات مکروہات بن جاتے ہیں جب کہ انہیں اپنے اصلی مرتبہ سے بڑھادیا جاتا ہے (مثال ملاحظہ ہو) ہر نیکی کے کام میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے زمانے میں اس کا بے حد اہتمام دیکھا تو اس کو مکروہ فرمادیا کیونکہ ان کو خطرہ ہوا کہ لوگ اس مستحب کو واجب سمجھنے لگیں گے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۱)

بعض فقہاء نے اپنے زمانہ میں ایام بیض (ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں) کے روزوں کے متعلق کراہت کا فتویٰ دیا کیونکہ ان کے زمانہ میں ان روزوں کا عام رواج ایسا ہوگیا تھا کہ خطرہ ہوا کہ لوگ واجب سمجھنے لگیں گے حالانکہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ وكل مباح ادى الی هذا فهو مكروه حتى افتى بعض الفقهاء حين شاع صوم ايام البيض فی زمانه بكراهته لئلا يؤ دی الی اعتقاد الواجب مع ان صوم ايام البيض مستحبة وردفيه اخبار كثيرة فما ظنك بالمباح وما ظنك بالمكروه (مجالس الابرار م ۵۰ ص ۲۹۹) اس درجہ کی حدیث انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں وہ مسند الفردوس دیلمی کے حوالے سے موضوعات کبیر اور تذکرۃ الموضوعات اور الفوائد المجموعه فی الا حاديث الموضوعه وغیرہ میں منقول ہیں۔

علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ملاعلی قاریؒ مذکورہ روایات کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ لا يصح (موضوعات کبیر ص ۷۵) یعنی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور علامہ محمد طاہرؒ رقمطراز ہیں کہ ولا یصح (تذکرۃ الموضوعات ص ۳۴) یہ روایت صحیح نہیں ہے اور علامہ شوکانیؒ علامہ طاہرؒ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ لا یصح (الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۹) اور امام المحدثین علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ الا حاديث التی رويت فی تقبيل الا نامل وجعلها علی العينين عند سماع اسمه صلی الله عليه وسلم عن المؤذن فی كلمة الشهادة كلها موضوعات (یعنی) موذن سے کلمۂ شہادت میں آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی ہیں (تیسیر المقال وغیرہ) موضوع حدیث پر عمل ناجائز ہے اور ضعیف حدیث پر

چند شرائط عمل کرنے کی گنجائش ہے، امام سخاویؒ بحوالہ حافظ حدیث علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ’’ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ زیادہ ضعیف نہ ہواور اس پر عمل کرنے والوں کا اعتقاد نہ ہو کہ آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے۔‘‘ (القول البدیع ص ۱۹۵) اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ ’’اگر حدیث ضعیف ہو، موضوع نہ ہو تو عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین میں کوئی شعار یعنی امتیازی علامت قائم ہوتی ہو (جیسے کرنے والے کو سنی حنفی اور نہ کرنے والے کو وہابی کہا جانے لگے) تو اس پر عمل کرنا ممنوع ہو جائے گا‘‘ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۱) اور علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ ’’بعض اعمال فی نفسہ جائز بلکہ مستحب ہوتے ہیں مگر حیثیت بدل جانے سے یا بدل جانے کے خوف سے لائق ترک بن جاتے ہیں۔‘‘ (الاعتصام ج ۲ ص ۹۲) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریف دین کے اسباب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ وان یلتزم السنن والاداب کالتزام الواجبات ،یعنی۔دین میں ایک تحریف یہ بھی ہے کہ سنن اور مستحبات کو واجب کی طرح لازم وضروری قرار دے لیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۲۶۱ ومن اسباب التحریف التشدد باب احکام الدین من التحریف)

تحریر بالا سے انگوٹھے چومنے کی شرعی حقیقت اور حیثیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے آپ کے بھیجے ہوئے فتویٰ کی نقل میں بعض حوالجات غلط ہیں، اور بعض کتابیں مثلاً فتاوی صوفیہ جامع الرموز، کنز العباد، خزانۃ الروایات اور شرح مختصر وغیرہ غیر معتبر ہیں، علامہ برکلیؒ، علامہ عصام الدین، علامہ جلال الدین مرشدیؒ، علامہ ملا علی قاریؒ، اور علامہ ابن عابدین شامی نے ان کتابوں کے حوالے سے فتوے لکھنے کی ممانعت فرمائی ہے جب تک معتبر کتابوں سے کسی مسئلہ کی تائید نہ ہوتی ہو (دیکھئے مقدمہ مفید المفتی ص ۹۵۔۹۴)

اب آخر میں فرقہ رضا خانی کے بانی مبانی اور بریلوی پارٹی کے حضور پرنور امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت مولانا الحاج القاری الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کی تحقیق اور آپ کا واضح فیصلہ پیش کرتا ہوں۔غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ:۔مسئلہ اکثر وبیشتر مخلوق خدا کا طریقہ ہے کہ اذان اور فاتحہ خوانی یعنی پنچایت پڑھنے کے وقت (ختم اجتماعی) انگوٹھے چومتی ہے اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کر دکھلاتے ہیں، تو یہ قول درست ہے یا نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے جواب کا اصلی اور ضروری حصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

(جواب) اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخون چومنا آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی نہیں، پس جو اس کے لئے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے...... اور بعض کتب فقہ میں مثلاً جامع الرموز، شرح نقایہ وفتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد وشامی حاشیہ دُرمختار کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا......

(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ص ۱۱۔۱۲) ۔

مذکورہ بالا کتب کنز العباد، جامع الرموز، فتاویٰ صوفیہ شامی وغیرہ میں جو انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے اس کو بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے پسند نہیں کیا، آگے تحریر کرتے ہیں کہ "پس حق اس میں اس قدر ہے کہ جو کوئی بامید زیادتی روشنائی بصر مثلاً ازقبیلۂ اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت احادیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے، اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں...... اور پنچایت (فاتحہ خوانی) کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہئے۔(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ص ۱۲۔ ۱۳ ۱۳۳۸ھ حسنی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے)

مذکورہ فتوے کا حاصل یہ کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مجلس فاتحہ خوانی جیسی مواقع پر انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی بھی کتاب میں نہیں ہے اس لئے ان کا نظریہ یہ ہے کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور یہ بات کہ اذان کے وقت انگوٹھا چومنا ثابت ہے اس کے متعلق بھی وہ فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اس شخص کو غلطی پر مانتے ہیں جو اس کا قائل ہو کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یا جو شخص نہ چومنے کو برا سمجھے، صرف آنکھ کی روشنی کے علاج کے لئے مانتے ہیں، سنت نہیں سمجھتے، اور ان احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں، جن میں اذان کے وقت چومنے کی کوئی فضیلت آئی ہے اور چومنے کی اجازت اس شرط پر دیتے ہیں کہ (۱) سنیت کا اعتقاد نہ ہو (۲) اس کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو صحیح نہ سمجھے (۳) نہ چومنے والے کو برا نہ جانے وغیرہ یہ ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مسئلہ کی حقیقت! جس کو سنی وہابی بلکہ کفر واسلام کی علامت ونشانی بتایا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

فقط. واللہ اعلم بالصواب.

"رسمی تقاریب اور رواجی مجالس کے متعلق صحیح رہنمائی"

(سوال ۱۳) اہل بدعت کہتے ہیں کہ رسمی مجالس اور تقریبات میں تسبیح وقرآن خوانی ہوتی ہے اس کی مخالفت درحقیقت تسبیح وقرآن خوانی کی مخالفت ہے اور اس کو بدعت ٹھہرانا حقیقت میں تسبیح وقرآن خوانی کو بدعت قرار دینا ہے، اسی لئے ہم دیوبندیوں کو وہابی کہتے ہیں کہ وہ لوگ ثواب اور کار خیر سے منع کرتے ہیں، لہذا اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

(الجواب) اس قسم کے سوالات کے جوابات "پیغام" کے صفحات میں بار بار آچکے ہیں تاہم اجمالاً جان لیجئے! آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے عمل اور تعلیم کے خلاف کاموں کو ثواب اور دینی امور سمجھنا، اور اس پر عمل پیرا ہونا شریعت محمدی میں تحریف وتبدیل کے مرادف ہے کہ غیر شریعت کو شریعت اور بدعت کو سنت، اور گناہ کے کام کو اجر وثواب کا کام سمجھا جاتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ گویا آنحضرت ﷺ کی پیش کردہ شریعت ناقص و ناتمام اور تغیر

وتبدل کی محتاج ہے (معاذ اللہ) ظاہر ہے یہ گناہ عظیم اور معاذ اللہ دین کے نام پر بد دینی ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے ایسی ایجادات کی سخت ممانعت کی ہے اور ایسے کام کی شدت سے تردید کی ہے جو ذرہ برابر بھی سنت مبارکہ کے مخالف ہو۔

(۱) مجمع البحرین کے مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے عید گاہ میں نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا اس نے کہا یا امیر المومنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں کرے گا (پھر کیوں مجھے نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے؟) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو یا ترغیب نہ دی ہو تو تیری یہ نماز عبث ہے اور عبث کام (عبادت میں) حرام ہے، شاید اللہ تعالیٰ تجھ کو اس پر عذاب دے اس لئے کہ تو نے پیغمبرؑ کے خلاف کیا۔ **وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلاً یوم العید فی الجبانة ارادان یصلی قبل صلوٰة العید فنهاه علی رضی الله عنه فقال الرجل یا امیر المؤ منین انی اعلم ان الله تعالیٰ لا یعذب علی الصلوٰة فقال علی رضی الله عنه وانی اعلم ان الله تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتیٰ یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعله تعالیٰ یعذبک به بمخالفتک لنبیه** (مجالس الابرار م ۱۸ ص ۱۲۹)

دیکھئے عید کی نماز سے قبل دو رکعت نفل نماز آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے حضرت علیؓ نے مخالفت کی حالانکہ نماز عبادت ہے، نماز میں قرآن خوانی ہوتی ہے، تسبیح پڑھی جاتی ہے، ابتدا سے انتہا تک خدا کا ذکر ہوتا ہے تو کیا حضرت علیؓ کا منع کرنا قرآن و تسبیح خوانی اور ذکر اللہ سے منع کرنے کے مرادف ہے؟ اور کیا آپؓ وہابی تھے؟

(۲) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے نماز میں سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفل نے تنبیہ فرمائی۔ بیٹا۔ بدعت ہے۔ دیکھو ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرو جو بدعت ہو۔ صحابہ کرام کو اسلام میں بدعت سے (ایجاد سے) اتنی شدید نفرت تھی کہ میں نے تو اور کسی کو اتنی نفرت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ **عن ابن عبدالله بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰة اقول بسم الله الرحمن الرحیم قال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ارا حداً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الا سلام یعنی منه وقال وقد صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم ومع ابی بکرو عمرو مع عثمان فلم اسمع احد ا منهم یقولها فلا تقلها اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین الخ (ترمذی شریف : باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم ج ۱ ص ۳۳)**

دیکھئے! بسم اللہ بجائے آہستہ پڑھنے کے زور سے پڑھنے کو صحابی ناپسند کرتے ہیں اور بدعت ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں، حالانکہ بسم اللہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن مغفلؓ وہابی تھے؟

(۳) حضرت امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی چھینکا اور چھینکنے کے بعد الحمد للہ کے بجائے اس نے کہہ دیا **الحمد لله والسلام علی سول الله یعنی والسلام علی رسول الله** بڑھا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ دونوں جملے اپنی جگہ ٹھیک ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی حمد اور آنحضرت ﷺ پر

درود وسلام" میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ . مگر جس رسول پر ہم درود وسلام بھیجتے ہیں اس نے یہ تعلیم نہیں دی۔ ان کی تعلیم یہ ہے کہ ہم اس موقعہ پر یہی کہیں الحمد للہ علی کل حال۔ عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ فقال ابن عمر انا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال (ترمذی شریف ج۲ ص ۹۸ باب مایقول العاطس اذا عطس) دیکھئے! صحابیؓ نے والسلام علی رسول اللہ کہنے کی مخالفت کی تو کیا وہ آپ ﷺ کے مخالف تھے؟ اور کیا وہ وہابی تھے؟

(۴) حضرت ابو مالک اشجعیؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد (طارقؓ) سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور تقریباً پانچ برس یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا وہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ اے میرے بیٹے یہ تو بدعت ہے۔ عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لا بی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکرؓ و عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ بن ابی طالب ھا ھنا بالکوفۃ نحوا من خمس سنین أکانوا یقنتون قال ای بنی محدث . (ترمذی شریف ج۱ ص ۵۳ باب ترک القنوت)

دیکھئے! چونکہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ مخصوص حالت کے علاوہ دائمی طور پر نماز صبح میں قنوت پڑھی ہے تو صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دے دیا حالانکہ یہ دعا ہے اور دعا عبادت بلکہ مخ العبادۃ (دعاء کا مغز) ہے۔ تو کیا یہ صحابی دعا و عبادت کے مخالف تھے؟ اور کیا وہ وہابی تھے؟

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دعا میں لوگوں کو سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ دعا میں اس طرح ہاتھ اٹھانا بدعت ہے، رسول خدا ﷺ دعاء کے وقت سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ عن ابن عمر انہ یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر . رواہ احمد . (مشکوٰۃ ص ۱۹۶ کتاب الدعوات الفصل الثالث)

دیکھئے! دعا میں استسقاء کے خاص موقعہ کے سوا آپ ﷺ کی عادت شریفہ سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھانے کی نہ تھی ،لہذا صحابی نے فوراً بدعت کا فتویٰ دے دیا تو کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ دعا کے وقت بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھانے کے مخالف تھے اور کیا وہ وہابی تھے؟

(۶) حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں بیکار چھوٹے ہاتھوں کو خراب و برباد کرے، آنحضرت ﷺ کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے نہیں دیکھا (ترمذی شریف ج۱ ص ۶۸) قال سمعت عمارۃ بن رویبۃ وبشر بن مروان یخطب فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارۃ قبح اللہ ھاتین الیدتین القصیرتین لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول ھکذا واشار مسلم بالسبابہ (ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ رفع الایدی علی المنبر ج۱ ص ۶۸)

دیکھئے! صحابی نے آپ ﷺ کی عادت شریفہ کے خلاف خطبہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کو ناپسند فرمایا اور نہ صرف مخالفت کی بلکہ بددعا دی۔ تو کیا یہ صحابی باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے مخالف تھے؟

اور کیا وہابی تھے؟

(۷) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز سے فراغت سے پہلے (قعود میں) دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ رسول خدا (ﷺ) جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

دیکھئے! قعود میں دعا کے وقت آنحضرت ﷺ سے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں تھا اس لئے صحابیؓ نے مخالفت کی تو کیا وہ وہابی تھے؟

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفے میں معلم قرآن محدث اور مفتی مقرر کیا تھا ان کے دور کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ ایسا کرنے لگے کہ نماز صبح سے پہلے جس وقت لوگ جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے یہ اپنے حلقے بنا لیتے تھے ان کے سامنے کنکریاں ہوتیں پھر حلقہ میں سے ایک شخص کہتا سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو وہ پڑھتے پھر اسی طرح سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کے لئے کہتا وہ ایسا ہی کرتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی، آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا ہم ان کنکریوں پر یہ تسبیحات شمار کر کے پڑھ رہے ہیں آپؓ نے فرمایا تسبیحات کرنے کے بجائے اپنی برائیاں اور اپنے گناہ شمار کرو۔ تسبیحات کے لئے شمار کی ضرورت نہیں۔ میں ذمہ دار ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کسی ایک نیکی کو بھی ضائع نہیں کرے گا۔ لہذا ان کے گننے کی ضرورت نہیں ہے) پھر آپ نے (افسوس کرتے ہوئے فرمایا) اے امت محمد (ﷺ) افسوس تمہاری تباہی کتنی تیزی سے آ رہی ہے۔ تمہارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ بکثرت موجود ہیں نبی ﷺ کے کپڑے موجود ہیں وہ بوسیدہ نہیں ہوئے برتن موجود ہیں وہ نہیں ٹوٹے (اور تم نے یہ حرکتیں شروع کر دیں) اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم نے ایسا مذہب اختیار کر لیا جو ملۃ محمد (ﷺ) سے زیادہ ہدایت بخش ہے ورنہ تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا حضرت! ہمارا منشاء صرف خیر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بہت سے وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں ہمارا منشاء خیر ہے ہم صرف بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کو خیر اور بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن شریف پڑھا کریں گے مگر قرآن ان کی ہنسلیوں سے (چنبرہ گردن سے) آگے نہیں بڑھے گا (ان کا یہ قرآن پڑھنا نہ دل پر اثر انداز ہوگا نہ عنداللہ قبول ہوگا) کیونکہ یہ تلاوت وہ اپنے منشاء کے بموجب کریں گے، وہ اللہ اور رسول کی منشاء کے مطابق نہیں کریں گے وہ خدا پرست نہیں بلکہ عقل پرست اور دل کی چاہ کے پجاری ہوں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح خفا ہو کر وہاں سے تشریف لے گئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ یہ لوگ بعد میں خوارج سے مل گئے۔ اور جب خوارج سے جنگ ہوئی تو یہ ہمارے مقابلہ پر تھے) (ازالۃ الخفاء۔ ج ا ص ۱۳۰) حصہ اول۔ فصل پنجم وششم۔

(۹) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ بعض لوگ نماز مغرب کے بعد مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اتنی بار سبحان اللہ اور اتنی بار الحمدللہ اور اتنی دفعہ اللہ اکبر پڑھو، وہ اس کے مطابق پڑھ رہے ہیں تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا یہ طریقہ دیکھ کر قسم کھا کر فرمایا کہ بے شک! تم لوگ بے حد تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ یا پھر رسول خدا ﷺ کے صحابہ سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو، پھر ان لوگوں

کو مسجد سے نکال دیا (الاعتصام ج ۱ ص ۱۶۵) (مجالس الابرار م ۱۸ ص ۱۲۵) کیا حضرت ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی تسبیح خوانی کے مخالف تھے؟ اور کیا وہ وہابی تھے؟

(۱۰) حدیث میں ہے کہ تین صحابی آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کر کے کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ (ﷺ) آپ ﷺ تو وہ ہیں کہ آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی گئیں (لہذا آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں (ﷺ) ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی ترک نہ کروں گا تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا (آزادرہ کر خوب عبادت کروں گا) آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟ سن لو! خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں اور اس کے علاوہ نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) جس نے میرا طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں۔ جاء ثلثة رهط الى بيوت ازواج النبى صلى الله عليه وسلم يسئلون عن عبادة النبى صلى الله عليه وسلم فلما اخبروا كانهم تقالوها فقالوا واين نحن من النبى صلى الله عليه وسلم قد غفرله ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال احدهم اما انا فانى اصلى الليل ابداً وقال اخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال اخر وانا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهم فال انتم الذين قلتم كذا وكذا انا والله انى لا خشا كم لله واتقا كم له لكنى اصوم وافطر و اصلى وارقدوا تزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى.

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۷ پ ۲۱) (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۲۷)

دیکھئے! حدیث مذکور میں کیا آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو خلاف سنت زیادہ نفل روزے رکھنے سے منع نہیں کیا اور زیادہ نفل نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا، کیا کثرت عبادت کی غرض سے بغیر نکاح کے رہنے سے ممانعت نہیں فرمائی؟ کیا سردار دوجہاں ﷺ وہابی تھے؟

یہ کامل اور مستند، ایمان کو تازہ اور مضبوط بنانے والے واقعات پڑھو اور پڑھاؤ اور مسلمانوں کو سناؤ، جس کے دل میں انصاف اور حق کی تلاش ہوگی اس کے لئے انشاء اللہ کافی وشافی ثابت ہوں گے، ہاں! جو اپنے نفس کے بندے ہیں، جن کا مذہب خواہشات نفسانیہ ہے نفس انہیں جدھر لے جاتا ہے ادھر جاتے ہیں، وہ کبھی تسلیم کرنے والے نہیں، ایسی ضدی ہٹ دھرم اور معاند کے متعلق خداء پاک اپنے پیغمبر ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعون اهوائهم ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدًى من الله ان الله لا يهدى القوم الظالمين (یعنی) اگر یہ لوگ آپ کی دلیل اور بات قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ وہ لوگ محض خواہشات نفسانیہ کے بندے اور متبع ہیں (جس چیز کو ان کا دل مانے قبول کرتے ہیں اور جس کو دل قبول نہ کرے اسے چھوڑ دیتے ہیں) اور جو شخص خدا کی ہدایت ترک کر کے اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟ بے شک ایسے ظالم اور بے انصافوں کو خداء پاک ہدایت دینے والے نہیں ہیں۔ (سورہ قصص)۔

خلاصہ یہ کہ سوال سے جو ذہنیت ظاہر ہو رہی ہے وہ گندی ذہنیت اور گمراہ کن شیطانی حجت بازی ہے (معاذ اللہ) اس کی مثال دیمک کی طرح ہے جیسے دیمک لکڑی کا خاتمہ کردیتی ہے۔ بدعتی بھی (معاذ اللہ) نبوی ﷺ طریقہ کو نیست و نابود کرنے والے اور سنت کو ختم کر کے اس کی جگہ پر شیطان کی پسندیدہ بدعات کو تربیت اور ترویج دینے والے ہیں، خدا محفوظ رکھے۔ آمین

حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہوسکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہگار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں گنہگار ہوں تو اس کے توبہ و استغفار کی امید ہے اور بدعتی یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت و عبادت کر رہا ہوں تو یہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار، یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے بنی آدم کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی اور انہوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑی تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں (مجالس الابرار م ۱۸ ص ۱۳۹)

اسی لئے حضرت امام غزالیؒ نے صراحت کی ہے) کہ ''اگر تم کوئی کام شارع علیہ السلام کے حکم اور پیروی کے بغیر کرو گے اگر چہ وہ کام عبادت کی صورت میں کیوں نہ ہو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ کا کام ہے۔ (مکتوب ص ۹)

دین اسلام خدائی دین ہے، اس کے احکام کسی کے گھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو احکام حضرت رسول مقبول ﷺ کے پاس بھیجے ان کا نام شریعت محمدی ﷺ ہے، لہذا دینی کام ہونے نہ ہونے کا دار و مدار قرآن و حدیث اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے طریقے، معمولات اور آپ کی ہدایت پر ہے۔ عقل و خواہش اور ارادہ و اختیار پر نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماہ صفر میں نحوست ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۴) عورتوں کا خیال اور اعتقاد یہ ہے کہ صفر کا مہینہ اور خصوصاً ابتدائی ۱۳ دن منحوس اور نامبارک ہیں۔ ان دنوں میں عقد نکاح، خطبہ اور سفر نہ کرنا چاہئے ورنہ نقصان ہوگا، کیا یہ عقیدہ درست ہے؟

(الجواب) مذکورہ خیالات اور عقائد اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان خیالات کی سخت الفاظ میں تردید فرمائی ہے۔ واقع میں وقت، دن، مہینہ یا تاریخ منحوس نہیں ہوتے، نحوست بندوں کے اعمال و افعال پر منحصر ہے، جس وقت کو بندوں نے عبادت میں مشغول رکھا وہ وقت ان کے حق میں مبارک ہوتا ہے اور جس وقت کو گناہ کے کاموں میں صرف کیا ہے وہ ان کے لئے منحوس ہے۔ حقیقت میں مبارک عبادات ہیں اور منحوس معصیات ہیں۔ الغرض ماہ صفر منحوس نہیں ہے مگر منحوس ہمارے برے اعمال اور غیر اسلامی عقائد ہیں، ان تمام کو ترک کرنا اور ان سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ ماہ صفر اور اس کے ابتدائی تیرہ دنوں کو منحوس سمجھ کر شادی منگنی (خطبہ) سفر وغیرہ کاموں سے رک جانا سخت گناہ کا کام ہے۔

نصاب الاحتساب میں ہے کہ کوئی شخص سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور کوے کی آواز سن کر سفر سے رک جائے تو بزرگوں کے نزدیک وہ شخص کافر شمار ہوتا ہے۔ (مجالس الابرار م ۳۹ ص ۲۴۸)

آنحضرت ﷺ نے جاہلیت کے باطل عقائد کو رد کرتے ہوئے فرمایا[1] **لا عدویٰ** امراض کی تعدی کوئی چیز نہیں ہے یعنی ایک کا مرض دوسرے کو لگ جانے کا عقیدہ غلط ہے اور فرمایا **لا طیرۃ** بدفالی کوئی چیز نہیں ہے یعنی سامنے سے بلی یا عورت یا کانا آدمی آجائے تو کام نہیں ہوگا، ایسا عقیدہ باطل ہے۔ **والطیرۃ شرک** (تین مرتبہ) بدفالی شرک کا کام ہے، بدفالی شرک کا کام ہے، بدفالی شرک کا کام ہے'' اور فرمایا **و لا ھامۃ** یعنی الو کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے، مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ جہاں پر الو بولتا ہے وہ گھر برباد ہو جاتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے **و لا ھامۃ** فرما کر اس عقیدہ کو بھی باطل ٹھہرایا اس کے بعد فرمایا ولا صفر اور صفر کے مہینہ کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ (بخاری شریف : باب لا ھامۃ ج ۱ ص ۸۵۷) مشرکین ماہ صفر کو تیرہ تاریخوں تک منحوس سمجھتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے تردید فرمائی۔ افسوس! مسلمان اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے فرمان کے خلاف مشرکین کے عقیدہ کی اقتداء کر رہے ہیں۔

اسی طرح عورت، گھوڑا اور گھر کی نحوست کا بھی عقیدہ باطل ہے، ایسے تمام خیالات مشرکانہ ہیں، اسلامی نہیں، غیر مسلموں کے ساتھ رہنے سہنے سے جاہلوں میں خصوصاً عورتوں میں ایسی خلاف اسلام خیالات گھر کر گئے ہیں۔ حکماء کا مشہور مقولہ ہے" القبائح متعدیة والطبائع متسرقة " خراب باتیں پھیلنے والی ہیں اور لوگوں کی طبیعتیں چور ہیں کہ خراب باتیں جلد قبول کر لیتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ کیسا ہے؟ اور اس کو خوشی کا دن منانا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵) ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو جو آخری بدھ (چہار شنبہ) کے طور پر منایا جاتا ہے اور اسکول و مدارس میں تعطیل رکھی جاتی ہے اور اس کو خوشی کے دن کے طریقہ سے منایا جاتا ہے اس کی کوئی اصلیت ہے؟ یوں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفر مہینہ کے آخری چہار شنبہ کو مرض سے شفا پائی اور غسل فرما کر سیر و تفریح فرمائی اس لئے مسلمانوں کو اس کی خوشی منانا چاہئے کیا یہ صحیح ہے؟ خصوصاً بریلوی طرز فکر کے مسلمان چہار شنبہ کو زیادہ مانتے ہیں۔

(الجواب) مذکورہ چیزیں بالکل بے اصل اور بلا دلیل ہیں، مسلمانوں کے لئے اخیری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں ہے۔ شمس التواریخ وغیرہ میں ہے کہ" ۲۶ صفر (۱۱ھ) یوم دوشنبہ کو آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷ صفر سہ شنبہ کو اسامہ بن زیدؓ امیر لشکر مقرر کئے گئے ۲۸ صفر چہار شنبہ کو اگرچہ آپ بیمار ہو چکے تھے لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اسامہؓ کو دیا۔ ابھی کوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز چہار شنبہ اور اول شب پنجشنبہ میں آپ کی علالت خوفناک ہوگئی اور ایک تہلکہ پڑ گیا اسی دن وقت عشاء سے

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی و لا طیرۃ و لا ھامۃ و لا صفر (بخاری شریف باب لا ھامۃ ج ۱ ص ۸۵۷)

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا (شمس التواریخ ج ۲ ص ۱۰۰۹ـ۱۰۰۸)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸ صفر چہار شنبہ کے روز آنحضرت ﷺ کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لئے خوشی کا تو ہے ہی نہیں، البتہ یہود وغیرہ کے لئے شادمانی کا دن ہوسکتا ہے۔ اس روز کو تہوار کا دن ٹھیرانا خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعطیل رکھنا یہ تمام باتیں خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔ بریلوی طرز فکر کے حضرات اس دن کو کیوں اہمیت دیتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا، ان کے جلیل القدر بزرگ مولوی احمد رضا خان صاحب تو آخری چہار شنبہ کو نہیں مانتے، دیکھئے احکام شریعت میں مذکورہ ذیل سوال وجواب:۔

(سوال)'' کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے آخری چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز آنحضرت ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی، بنابراس کے اس روز کھانا، شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں...... لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟

(الجواب) آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت پانی۔ حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارکہ ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتلائی جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم'' (احکام شریعت ج ۲ ص ۵۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایام محرم میں ماتم کرنا کیسا ہے:

(سوال ۱۶) ہر سال ایام محرم میں دس روز امام حسینؓ کا ماتم کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضرت امام حسینؓ کی رسم ماتم سخت مکروہ اور ممنوع ہے، قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:۔

ولو جاز ان یتخذ یوم موته یوم مصیبة لکان یوم الا ثنین اولیٰ بذلک اذ قبض الله تعالیٰ نبیه محمداً صلی الله علیه وسلم فیه و کذالک ابو بکر الصدیق رضی الله عنه قبض فیه ۔یعنی اور اگر امام حسینؓ کی شہادت کا دن یوم مصیبت و ماتم کے طور پر منایا جائے تو یوم دوشنبہ (پیر کا دن) اس غم واندوہ کے لئے زیادہ سزاوار ہے کیونکہ اس دن حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی ہے اور اسی دن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی ہے (حالانکہ کوئی ایسا نہیں کرتا) غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۸)

اور علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں۔ و ایاہ ثم ایاہ ان یشغله ببدع الرافضة و نحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذلس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاته صلی الله علیه وسلم اولیٰ بذلک واحریٰ.

خبردار اور ہوشیار!! عاشورہ کے دن روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہوجانا مانند مرثیہ خوانی۔ آہ وبکا اور رنج والم کے! اس لئے کہ یہ خرافات مسلمانوں کے شایان شان نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق حضور ﷺ کا یوم وفات ہوسکتا تھا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۹ و شرح سفر السعادۃ ص ۵۴۳)

اور علامہ شیخ رومی فرماتے ہیں:۔ واما اتخاذہ ماتما لا جل قتل الحسینؓ بن علیؓ کما یفعله الروافض فهو من عمل الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا اذلم

یا مر اللہ و لا رسولہ باتخا ذ ا یام مصائب الا نبیاء و مو تھم ماتما فکیف بما دو نھم ؟

یعنی اور اس دن کو امام حسین بن علیؓ کی شہادت کے سبب ماتم منانا جیسا کہ روافض کرتے ہیں یہ سو یہ ان لوگوں کا طریقہ کار ہے جن کی کوشش دنیا میں رائگاں گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنا کام خوب بنا رہے ہیں، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیاء کے مصائب اور ان کی موت کے ایام کو ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ تو ان سے ادنیٰ لوگوں کو کیا پوچھنا؟ (مجالس الابرار ص ۲۳۹)

محدث علامہ محمد طاہر تحریر فرماتے ہیں:۔ فانہ یجب تجدید الماتم وقد نصوا علیٰ کر اھیۃ کل عام فی سیدنا الحسین مع انہ لیس لہ اصل فی امھات البلاد الا سلامیہ ۔یعنی ہر سال سیدنا امام حسینؓ کا ماتم کرنا علماء نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور بلاد اسلامیہ میں کسی جگہ بھی یہ طریقہ رائج نہیں ہے۔ (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۵۰)

حضرت شاہ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وسوائے آں ہر احداد حرام و گناہ است گو بر پیغمبر باشد یا بر صدیق یا بر شہید۔ ایام موت و قتل و شہادت باشد یا غیر آں، تخصیص ہیچ کس دریں حکم نیست الخ (صراط مستقیم ص ۶۰)

صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷) دسویں محرم کا روزہ رکھے مگر ساتھ ساتھ نویں کا روزہ نہ رکھے تو کوئی حرج ہے

(الجواب) دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔ نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو گیارھویں کا رکھ لے ورنہ صرف دسویں کا روزہ مکروہ ہو جائے گا۔

وتنزیھا کعا شوراء وھذہ (درمختار) اسی منفرداعن التاسع اوعن الحادی عشر (امداد) لانہ تشبہ بالیھود (شامی ج ۲ ص ۱۱۴ مراقی الفلاح ص ۱۲۴)فقط

صوم عاشوراء کی فضیلت کیا ہے؟:

(سوال ۱۸) دسویں محرم یعنی صوم عاشوراء کی فضیلت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے خداوند تعالیٰ سے امید ہے کہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا کیا کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جائیں گے یا صرف صغیرہ۔

(الجواب) یہ ارشاد گرامی تو صغیرہ گناہوں کے بارے میں اطمینان اور یقین دلاتا ہے باقی گناہ کبیرہ کے معاف ہونے کی بھی خدا تعالیٰ سے امید رکھنی چاہئے، مگر ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے بھروسہ پر گناہ کرنے لگے بلکہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور پاک باز بننے کی کوشش کریں تو یہ چیزیں مددگار ہوں گی۔

تعزیہ سازی جائز نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟

(سوال ۱۹) تعزیہ بنانا جائز نہیں ہے اس کی واضح دلیل کیا ہے؟

(الجواب) تعزیہ سازی کا ناجائز ہونا اور اس کا خلاف دین وایمان ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ادنی درجہ کے مسلمان کے لئے بھی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

قرآن مجید میں ہے۔ اتعبدون ماتنحتون ؟ کیا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جس کو خود ہی نے تراشا

اور بنایا ہے؟ ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھ سے بانس کو تراش کر بناتا ہے۔ اور پھر منت مانی جاتی ہے اور اس سے مرادیں مانگی جاتی ہیں، اس کے سامنے اولاد وصحت کی دعائیں کی جاتی ہیں، سجدہ کیا جاتا ہے۔ اس کی زیارت کو زیارت امام حسینؓ سمجھا جاتا ہے! کیا یہ سب باتیں روح ایمان اور تعلیم اسلام کے خلاف نہیں ہیں؟

علامہ حیات سندھی ثم المدنیؒ (المتوفی ۱۱۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ رافضیوں کی برائی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ امام حسین کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اور اس کو مزین کر کے گلی کوچوں میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یا حسین! یا حسین! پکارتے ہیں اور فضول خرچ کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں بدعت اور ناجائز ہیں۔ (الرقضہ فی مہر الرفضۃ)

حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلویؒ فرماتے ہیں۔ از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری وتعزیہ سازی ست در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسنین رضی اللہ عنہما...... این بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وسدہ وغیرہ ہا واین معنی بالبداہت از قبیل بت سازی وبت پرستی ست۔ (صراط مستقیم ص ۵۹)

اور فتاویٰ غرر الدرر میں ہے کہ علیحدہ قبر بنانا۔ اور اس کی زیارت واکرام کرنا جیسا کہ یوم عاشورہ میں روافض کرتے ہیں حرام ہے اور اس کے کرنے والے گنہگار ہیں اور حلال سمجھنے والا کافر ہے! بدعتیوں کے پیشوا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ بھی یہی ہے ملاحظہ ہو:۔

(۱) علم، تعزیہ، بیرک، مینہدی جس طرح رائج ہے بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہئے۔ واللہ اعلم (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۵۹)

(۲) محرم شریف میں سوگ کرنا حرام ہے۔ (عرفان شریعت ص ۷ ج ۱)

(۳) تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض اور روگردانی کریں اس کی جانب دیکھنا بھی نہیں چاہئے (ایضاً ج ۲ ص ۱۵)

(۴) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت ناجائز ہے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۱۶)

(۵) تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے جو قطعاً بدعت وناجائز اور حرام ہے۔

(رسالہ تعزیہ داری حصہ دوم)

مولوی محمد مصطفیٰ رضا خانی بریلوی نوری برکاتی صاحب کا فتویٰ:۔

تعزیہ بنانا بدعت ہے اس سے شوکت ودبدبہ اسلام نہیں ہوسکتا ہے۔ مال کا ضائع کرنا ہے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۶۰)

مولوی محمد عرفان صاحب رضوی کا فتویٰ:۔ تعزیہ بنانا، اس پر پھول چڑھانا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ناجائز وحرام ہے۔ (عرفان ہدایت ص ۹)

غیر ذی روح کا تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۰) تعزیہ بے جان تصویر ونقشہ ہے، جیسے کہ کعبۃ اللہ کا نقشہ مدینہ منورہ، روضۂ اطہر بیت المقدس وغیرہ کا

نقشہ تو پھر نا جائز ہونے کی کیا وجہ ہے۔

(الجواب) بے جان تصاویر ونقشہ جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی عبادت اور خلاف شریعت تعظیم نہ کی جاتی ہو۔ درمختار میں ہے:۔ او لغیر ذی روح لا یکرہ لا نها لاتعبد (قوله لا نها لا تعبد) ای هذه المذکورات وحینئذ فلا یحصل التشبه فان قیل عبدالشمس والقمر والکواکب والشجرة الخضراء قلنا عبد عینه لا تمثاله درمختار مع الشامی ص ۶۴۹ مکروهات الصلاۃ ۔یعنی کعبہ شریف وغیرہ کے نقشوں کی عبادت نہیں کی جاتی ہے۔اس کا طواف نہیں کیا جاتا۔نذر ونیاز نہیں چڑھائی جاتیں اور اصل کعبہ کی طرح اس کے نقشہ کی تعظیم نہیں کی جاتی مگر تعزیہ داری اور تعزیہ سازی اعتقادی اور اصل خرابیوں سے پاک نہیں ہیں۔تعزیہ کو سجدہ کیا جاتا ہے،اس کا طواف کیا جاتا ہے،نذر ونیاز چڑھائے جاتے ہیں۔اس کے پاس مرادیں مانگی جاتی ہیں،اس پر عرضیاں چسپاں کی جاتی ہیں اس لئے اس کا بنانا اور گھر میں لٹکانا ناجائز ہے۔اگر کعبۃ اللہ وغیرہ کی تصاویر اور نقشوں کے ساتھ حرکات مذکورہ کی جائیں گی تو وہ بھی ناجائز ٹھہرے گا۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ فان کل ما اعظم بالباطل من مکان او زمان اوحجر او شجر او بنیة یجب قصد اهانته کما اهانة الا وثان المعبودة.

یعنی ایسی ہر چیز جس کی باطل طور پر تعظیم کی جائے مقام،وقت،شجر ہو یا حجر،باطل معبودوں کی طرح اس کی تحقیر وتذلیل کا قصد لازم ہے(فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲ص۷۶)فقط واللہ اعلم بالصواب۔نوٹ:۔بزرگوں کی تصویر والے کپڑے کا سوال متفرقات میں آ گیا ہے۔

مولود کا شرعی حکم کیا ہے؟:

(سوال ۲۱)مولود شریف پڑھنے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر اور آپ کے موئے مبارکہ لباس،نعلین شریفین اور آپ کی نشست وبرخاست،خورد ونوش،نوم ویقظہ وغیرہ کا حال بیان کرنا اور سننا مستحب اور نزول رحمت وبرکت کا موجب ہے! بلکہ آنحضرت ﷺ کی ذات والاصفات کے ساتھ جس چیز کو بھی تھوڑی بہت مناسبت ہو۔جیسے کہ آپ کے نعلین شریفین کی خاک اور آپ کا بول وبراز بلکہ آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب وپسینہ کا ذکر بھی ثواب سے خالی نہیں جب کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت ہو اور طریقۂ ذکر بھی مطابق سنت ہو۔ارشاد الطالبین میں محدث حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی نے حدیث نقل کی ہے۔ ان القول لا یقبل مالم یعمل به وکلا هما لا یقبلان بدون النیة والقول والعمل والنیة لا تقبل مالم توافق السنة . سخن مقبول نیست بدوں عمل کردن وہر دو مقبول نیستند بدوں نیت وہر سہ مقبول نیستند کہ موافق سنت نباشند (ص ۲۸)

یعنی۔قول بلاعمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں (قول وعمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں گے اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہوں اور آیت کریمہ " لیبلوکم ایکم احسن عملاً" کی تفسیر میں ہے:۔

"ذکروا فی تفسیر احسن عملاً وجوها (احدها) ان یکون اخلص الا عمال واصوبها لان العمل اذا کان خالصاً غیر صواب لم یقبل وکذلک اذا کان صوابا غیر خالص فالخالص ان یکون لوجه اللہ والصواب ان یکون علی السنة.

یعنی احسن عملاً سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو۔ اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں ہے تو وہ مقبول نہیں ہے۔ عمل خالص وہ ہے جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۳) العبودیہ ص ۲۰۔۲۱)

اور حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

من عمل بلا اتباع سنة فباطل عمله یعنی جو بھی عمل اتباع سنت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے! (الاعتصام ص ۱۱۴ ج نمبر ۱)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے:۔

لا یستقیم قول وعمل ونیة الا بموافقة السنة ! یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول مقبول ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو! (تلبیس ابلیس ص ۹)

اسی طرح غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: لا یقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابة السنة . (فتح ربانی ج ۱ ص ۱۴) کوئی قول عمل کے بغیر قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو۔

ولادت شریفہ کا ذکر بھی ایک عمل ہے اس کا صحیح اور درست طریقہ یہ ہے کہ بلا پابندی رواج، اور ماہ و تاریخ کی تعیین کے بغیر کسی ماہ میں کسی بھی تاریخ میں مجلس وعظ میں یا پڑھنے پڑھانے کے طور پر یا اپنی مجالس میں یا خود بخود آیات قرآنی اور روایات صحیحہ سمیت آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ اور آپ کے صفات و کمالات اور معجزات وغیرہ کو بیان کیا جائے۔ اور واعظ و مقرر بھی باعمل اور متبع سنت اور سچا عاشق رسول اللہ ﷺ ہونا چاہئے۔

(آج کل رسمی مجالس میلاد میں لوگ جمع ہو کر جاہل شعراء کے قصائد اور مصنوعی اور من گھڑت روایات کو برعایت نغمہ و ترنم پڑھتے ہیں اس میں بے نمازی و فاسق بھی ہوتے ہیں) اس مذکورہ طریقہ کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ خلاف سنت، اور بدعت ہے، نہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ کرام میں سے کسی سے ثابت ہے! مجالس الابرار میں ہے ویستحب التکبیر فی طریق المصلی...... لکن لا علیٰ هیئة الا جتماع والا تفاق فی الصوت ومراعات الا نغام فان ذلک کله حرام .

عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر پڑھنا مستحب ہے لیکن نہ سب مل کر اور نہ بیک آواز نہ برعایت راگ راگنی! کیونکہ یہ سب حرام ہے۔ (م ۳۲ ص ۲۱۳)

دیکھئے تکبیر پڑھنا مستحب ہے، لیکن طریقۂ مذکورہ سے پڑھنا ثابت نہیں۔ اس لئے فقہاء ناجائز فرماتے ہیں۔ روایت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه لما اخبر بالجماعة الذین کانوا یجلسون بعد المغرب

وفیھم رجل یقول کبروا اللہ کذا و کذا وسبحوا اللہ کذا و کذا وحمدو اللہ کذا و کذا فیفعلون فحضر ھم فلما سمع مایقولون قام فقال انا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء او لقد فقتم علیٰ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم .

حضرت ابن مسعودکوخبر پہنچتی کہ چندلوگ بعد نماز مغرب مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں۔ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ تکبیر، تسبیح اور تحمید اتنی اتنی مرتبہ پڑھو۔سب مل کر پڑھنے لگتے ہیں تو آپؓ ان کے پاس پہنچے اوران کی یہ حالت دیکھ کرآپ نے بقسم انہیں فرمایا کہ تم لوگ ایک بہت تاریک بدعت میں پھنسے ہو یا یہ سمجھو کہ اصحاب محمد ﷺ سے بھی آگے بڑھ گئے۔(کہ تم وہ کرر ہے ہو جو صحابہ کونہیں سوجھی)الاعتصام ج ۲ ص ۱۶۵۔مجالس الابرار م ۱۸ ص ۱۲۵)

تکبیرات پڑھنے میں کچھ حرج نہیں لیکن طریقہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے جلیل القدر صحابی نے بدعت ہونے کافتویٰ دے دیا۔اسی طرح مروجہ مجالس میلاد کو سمجھنا چاہئے۔حضرت علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:۔

(الا تری) انھم لما خالفوا السنۃ المطھرۃ وفعلوا المولود لم یقتصروا علیٰ فعلہ بل زادوا علیہ ما تقدم ذکرہ من الاباطیل المتعددۃ الخ .

جب لوگوں نے (میلا دخوانوں نے)سنتِ مطہرہ کی مخالفت کی اور مولود مروجہ کیا تو پھر ذکر میلاد پر بھی نہیں رکے بلکہ بہت سی ان باطل اورغلط باتوں کا اضافہ کرلیا جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔(المدخل ج ا ص ۱۵۷)

اورحضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور میلاد کے رواج کو بند کردینے کی تاکید فرمائی ہے۔(مکتوب ۲۷ ج ۳ ص ۱۳۰)

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فقط۔واللہ اعلم بالصواب۔

میلاد میں قیام:

(سوال ۲۲)مجلس میلاد میں ذکرولادت کےوقت قیام کیاجاتا ہے۔اس کی وضاحت مطلوب ہے!

(الجواب) یہ بھی بےاصل ہے۔آنحضرت ﷺ کے ارشاداورتابعین وتبع تابعین کےقول وفعل سے ثابت نہیں ہےتو اس کاالتزام بھی بدعت ہے۔سیرت شامی میں ہے کہ کچھ لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ذکرولادت کےوقت آپ کے لئے قیام کرتے ہیں۔لیکن درحقیت یہ بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ مروجہ مجلس میلاد کی طرح قیام بھی بےاصل ہے۔اگر قیام کا مقصد ذکرولادت شریفہ کی تعظیم ہےتو خطبوں اوروعظوں کی مجلس میں یاتفسیر قرآن واحادیث پڑھتے پڑھاتے گھنٹوں تک آپ کی ولادت کا تذکرہ ہوتارہتا ہےاس وقت قیام کیوں نہیں کرتے؟

اگرقیام کرنے والوں کااعتقاد ہوکہ مجلس میلاد میں آنحضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں یا

تشریف آوری کا احتمال ہے اس لئے قیام کرتے ہیں تو مذکورہ بالا مواقع مجلس میں آپ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ اگر تشریف فرما ہوتے ہیں یا اس کا احتمال ہے تو پھر یہاں کیوں قیام نہیں کرتے۔ بہر حال ذکر میلاد کے وقت قیام کا التزام بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے!

ترمذی شریف میں ہے۔ عن بن عبدالله بن مغفل قال سمعنی ابی و انا في الصلوٰة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احداً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الا سلام یعنی منه.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے نماز میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ بالجہر پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفل بولے اے میرے پیارے بیٹے! یہ بدعت ہے اس سے بچتے رہو۔ میں نے صحابۂ کرام میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی چیز سے اس قدر عداوت رکھتے ہوں جتنا وہ بدعت سے رکھتے تھے۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم)

ملاحظہ فرمائیے کہ بسم اللہ سراً (آہستہ) پڑھنے کے بجائے جہراً (زور سے) پڑھنے کو صحابی ناپسند فرماتے ہیں اور بدعت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور استدلال فرماتے ہیں کہ:۔

وقد صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم ومع ابی بکر و عمر و مع عثمان فلم اسمع احداٍ منهم یقولها فلا تقلها اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العلمین.

یعنی۔ میں نے حضور ﷺ ابوبکر، عمر، عثمان ہر ایک کے ساتھ نماز پڑھی ہے کہ کسی کو بسم اللہ بالجہر پڑھتے نہیں سنا! (ایضاً)

عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمد لله والسلام علی رسول الله فقال ابن عمرؓ وانا اقول الحمد لله والسلام علی رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله علمنا ان نقول الحمد لله علیٰ کل حال!

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس پر اس نے کہا الحمد لله والسلام علی رسول الله . حضرت ابن عمرؓ نے والسلام علی رسول اللہ کے اضافہ کو ناپسند فرماتے ہوئے کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس موقع پر صرف "الحمد للہ علی کل حال" کہنے کی تعلیم فرمائی ہے اور بس:۔ (ترمذی شریف ص ۹۸ باب مایقول العاطس اذا عطس)

جو صحابہؓ اس قدر زیادتی کو برداشت نہیں کر سکتے کیا وہ قیام کے اضافہ کو گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں! خصوصاً ایسی حالت میں کہ "لم یقوموا لما یعلمون من کراهیتهلذلک".

حضور ﷺ کی آمد پر صحابہ بطور ادب کھڑے ہوجاتے تھے آپ ﷺ نے اس تکلف کو ناپسند فرمایا لہذا صحابہ پھر کبھی کھڑے نہیں ہوئے۔ شمائل ترمذی وغیرہ)

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز در پے مصطفےٰ

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گیارھویں منانا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۲۳) ہر سال ماہ ربیع الثانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارھویں کے نام سے ''یوم وفات'' بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیشک! غوث الاعظم قطب ربانی، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) ایک بڑے بزرگ ہیں جن کی عظمت و محبت ایمان کی علامت ہے اور بے ادبی و گستاخی کرنا گمراہی کی دلیل ہے!!

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور انبیاء میں سب سے افضل آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔پھر خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رتبہ ہے۔ان کے بعد عشرہ مبشرہ (جن کے متعلق حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے) ان کے بعد پھر بقیہ اہل بدر و اہل احد مہاجرین وانصار وغیرہ صحابہ وکرام کا درجہ بدرجہ رتبہ ہے ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا ہے۔جو اولیائے کرام اور بزرگان دین شرف صحبت سے سرفراز نہیں ہیں وہ نہ صحابہ سے افضل ہیں اور نہ کسی صحابی کے برابر ہیں! حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (تابعی المتوفی ۱۸۱ھ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ (صحابی) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز (تابعی المتوفی ۱۰۱ھ) میں کون افضل ہے؟ آپ نے جواب دیا قسم بخدا! جومٹی حضور ﷺ کی معیت میں معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوئی ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے سو بزرگوں سے بہتر ہے سئل ایما افضل ؟ معاویة او عمر بن عبدالعزیز فقال واللہ لغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من مأة مثل ابن عبدالعزیز. (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۱)

حقیقت مذکورہ کو بغور سوچئے کہ انبیاء اور صحابہ جیسی مقدس ہستیوں کے ''ایام وفات'' منانے کی شریعت نے کوئی تاکید نہیں کی تو حضرت غوث اعظم کا ''یوم وفات'' منانے کا کیا مطلب؟ دن منانا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں۔ کیونکہ مراتب و درجات کا لحاظ کر کے سب سے پہلے حضرات انبیاء علیہم اور صحابہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور سال کے کل ایام تین سو چون یا تین سو ساٹھ ہیں تو تمام کے ایام وفات منانے کے لئے اور دن کہاں سے لائیں گے؟ اور انبیاء وصحابہ کو چھوڑ کر ان سے کم اور نیچے کے درجہ والے بزرگوں کے دن منائے جائیں تو یہ انبیاء اور صحابہ کے مراتب میں رخنہ اندازی کے برابر ہے۔جس کو مرحوم حالی نے بھی ناپسند فرمایا ہے۔

نبی کو جو چاہے خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک سے معاملہ اس کے درجہ کے مطابق کرو!

خلاصہ یہ کہ یہ رواج جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے اور اس کے بدعت

ہونے میں ذرہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں ۔صحیح اور قابل تقلید طریقہ یہ ہے کہ بلا تداعی اور بلا کسی پابندی کے شب وروز کی اپنی مجالس میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور اسی طرح بزرگان دین حضرت غوث اعظمؒ وغیرہ اولیاء عظام کا ذکر کیا جائے۔

اس کے علاوہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف ہے" تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر"میں آٹھ اقوال بیان کئے ہیں ۔ نویں، دسویں ،سترھویں ،آٹھویں، تیرھویں، ساتویں، گیارھویں ،ربیع الاول !اس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ۔(بستان المناظر ص ۱۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے خلفاء،مریدین ومتبعین نے آپ کی تاریخ وفات اور دن و ماہ کی تعیین کے ساتھ برسی اور یوم وفات منانے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ ورنہ تاریخ وفات میں اتنا شدید اختلاف نہ ہوتا! رہا ایصال ثواب ۔تو جائز طریقہ پر بلا تعیین تاریخ ویوم وماہ کے جب چاہے کر سکتے ہیں !ہمیشہ کے لئے ایک ہی تاریخ متعین کرنا کہ کبھی بھی اس کے خلاف نہ کیا جائے تو یہ اپنی طرف سے زیادتی اور ایجاد فی الدین ہے۔

افسوس !فرائض وواجبات اور سنن کو نظر انداز کر کے بدعات وغیر ضروریات میں مشغول ومبتلا ہیں اور اس کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔حضرت شیخ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔

المحروم رضا مولاہ من لم یعمل بما امرو اشتغل بما لم یؤ مر به هذا هو الحرمان بعینه والموت بعینه والطرد بعینه.

یعنی اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اس کو حکم کیا گیا ۔اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے یہی اصل محرومیت ہے ،یہی اصل موت ہے ،یہی اصل مردودیت ہے ۔(الفتح الربانی م۶۰۰ ص ۴۴۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گیارھویں کو روشنی وچراغاں کرنے کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۴) گیارھویں ربیع الآخر کو چراغاں کیا جاتا ہے،مساجد میں روشنی کی جاتی ہے۔اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) مذکورہ شب میں چراغ اور مٹی کے دیئے جلانا اور دیوار کے طاقچہ میں دیہ رکھنے کی جو رسم ہے وہ بالکل ناجائز اور بدعت ہے اور دیوالی کی پوری نقل ہے ۔مساجد میں بھی نمازیوں کی ضرورت سے زیادہ رسماً رواجاً روشنی کرنا اسراف و حرام ہے اگر متولی مسجد کے مال میں سے کرے گا تو اس کو اس کا تاوان دینا ہوگا۔شب برات وغیرہ راتوں کا یہی حکم ہے ان سراج السرج الکثیرة لیلة البراءة فی السکک والا سواق بدعة وکذا فی المساجد ویضمن القیم بل لو ذکره الواقف وشرطه لا یعتبر ذالک الشرط شرعاً وان لم یکن من مال الوقف بل تبرع به یکون ذلک تبدیرا واضاعة المال والتبذیر حرام بنص القران.

یعنی شب بارات کو کوچوں اور بازاروں میں چراغ جلانا بدعت ہے اور ایسے ہی مسجدوں میں بھی !اور متولی تاوان دے گا۔ بلکہ اگر وقف کرنے والا اس کا ذکر کر دے ۔اور شرط لگا دے تو اس شرط کا اعتبار نہیں ہے ۔اور اگر یہ چراغاں وقف کے مال سے نہ ہو بلکہ متولی اپنی طرف سے کرے تو یہ اسراف اور مال کا ضائع کرنا ہے اور اسراف

ازروئے نص قرآن حرام ہے۔ (مجالس الابرار م ۲۴ ص ۱۶۵)

وصرح ائمتنا الا علام رحمهم الله بانه لا يجوزان يزاد على سراج المسجد سواء كان في شهر رمضان او غيره لان فيه اسرافا كما في الذخيره .(فتاویٰ حامد یه ج ۲ ص ۳۷۸).مسائل و فوائد شتى من الحظر والاباحة وغير ذلک ومطالبة فقط والله اعلم بالصواب.

زیارت میت کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵) یہاں پر بہت سی جگہ یہ رواج ہے کہ بعد وفات میت کے خویش و اقارب اس کے) مکان پر پہنچتے ہیں بعض دوسرے اور تیسرے دن زیارت کر کے جاتے ہیں۔ بعض نوجوان دوشیزہ بھی زرق برق لباس پہن کر جمع ہوتی ہیں اور زیارت کا کھانا کھاتی ہیں۔ شادی کی طرح خوردنوش اور پان بیڑی، سگریٹ وغیرہ کا بندوبست کرنا پڑتا ہے ورنہ لوگوں کی طعن و تشنیع کا اندیشہ رہتا ہے اور بدعتی، وہابی اور پھر یلے کہتے ہیں۔ یہ رواج جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ رواج بدعت و ناجائز ہے۔ ہاں تاریخ و یوم کی تعین اور تیجہ برسی کی پابندی کے بغیر ایصال ثواب کے لئے فقراء کو حسب حیثیت کھانا کھلائے یہ منع نہیں ہے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں دلائل اور فقہی عبارت تحریر کرنے کے بجائے وہابی وغیرہ القاب دینے والوں کے بڑے رئیس ''مولوی احمد رضا خاں'' کا فتویٰ۔ یہاں پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔ الجواب سبحان الله ! اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے۔ یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کنا نعد الا جتماع الیٰ اهل الميت وصنعهم الطعام من النيا حة ! ہم (گروہ صحابہ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اوران کے لئے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:۔

يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة . یعنی اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے اسی طرح شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:۔

ولفظه يكره الضيا فة من اهل الميت لا نهاشرعت في السرور لا في الشرور هي بدعة مستقبحة.

فتاویٰ خلاصہ (۳)، فتاویٰ سراجیہ (۴)، فتاویٰ ظہیریہ (۵)، فتاویٰ تاتارخانیہ (۶) اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔

واللفظ للسراجية لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام في المصيبة زاد في الخلاصة لان الضيافة تتخذ عند السرور ا.

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے، فتاویٰ امام قاضی خان ! کتاب

الحظر والاباحۃ میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تأسف فلا یلیق بھا مایکون للسرور. غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس ورنج وملال کے دن ہیں تو جو کچھ خوشی میں ہوتا ہے وہ اس حال کے لائق نہیں۔تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے۔ لا بأس بالجلوس للمصیبۃ الیٰ ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والا طعمۃ من اھل المیت . مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلّف فرش بچھانا اور میت والوں کی طرف سے کھانا وغیرہ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں۔ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الا سبوع یعنی میت کے لئے پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ مکروہ اور ممنوع ہے۔علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔اطال ذلک فی المعراج وقال ھذہ الا فعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا صاحب معراج الدرایہ (شرح ہدایہ) نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے۔ یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الا یام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاویٰ. یعنی تین دن یا کم تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں اس کی تصریح ہے:۔

فتاویٰ القروی اور واقعات المتقیین میں ہے۔یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام واکلھا لا نھا مشروعۃ للسرور ! تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں کی جاتی ہے۔کشف الغطاء میں ہے۔ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت راو پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیۂ آں دشوار ست !اسی میں ہے:۔

پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع ست وتصریح کردہ بداں درخزانہ چہ شریعت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وھوالمشھور عندالجمھور!

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے ، نہ ان سے ان کا اذن لیا جاتا ہے۔اللہ عزوجل فرماتے ہیں:۔ ان الذین یأ کلون اموال الیتمٰی ظلماً انما یا کلون فی بطو نھم ناراً وسیصلون سعیراً . بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کی گہرائی میں جائیں گے۔لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل. خانیہ وبزازیہ وتاتار خانیہ وھندیہ میں ہے۔ واللفظ لھا تین ان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا. ان اتخذولی المیت طعاماً للفقراء کان حسناً الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ من الترکۃ.

ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں۔مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الیٰ غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔

ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں ، دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان !نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے۔اس مجمع

ناجائز کے لئے کشف الغطاء میں ہے:۔ساختن طعام درروز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں رابر گناہ!

رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے کھانا پان چھالیہ کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلّف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں۔ نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے۔ پھر اس کے باعث جو قتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کر بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں! اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل.

تنبیہ:

صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار کھلائیں مگر کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں ہے اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف الغطاء میں ہے:۔

مستحب ست خویشاں وہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند ودرخوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصاً۔ عالمگیری میں ہے:۔

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز وبعدہ یکرہ کذافی التا تار خانیۃ.(احکام شریعت صفحہ ۶۲۔۶۳۔۶۴ ج۳ مولفہ مولوی احمد رضا خان صاحب)

فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت سے متعلق:

(سوال ۲۶) کیا فتاویٰ رشیدیہ میں یہ عبارت ہے! محرم میں شہادت کی سچی نقل کرنا، سبیل لگانا، شربت یا دودھ پینا، سبیل یا شربت کے لئے چندہ دینا، سب ناجائز وحرام ہے۔ رضا خانی صاحبان اس عبارت کے اوپر بڑا اعتراض کرتے ہیں۔ لہذا تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں!

(الجواب) فتاویٰ رشیدہ کی عبارت نقل کرنے میں بڑی خیانت کی گئی ہے اصل تحریر میں ''تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے'' کہ الفاظ ہیں جس پر مسئلہ کا مدار تھا اس کو نکال کر پیش کرنا دیانتداری کے خلاف ہے۔

سوال میں محرم کے دس ایام میں شہادت کے بیان کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تشبیہ روافض کی بنا پر ناجائز لکھا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے جس قوم کا تشابہ اختیار کیا وہ اس قوم میں

سے ہے اور فرمایا ہے کہ جو غیروں کے طریقہ کو اختیار کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۶)

نماز کتنی بہترین عبادت ہے لیکن آفتاب پرستوں سے مشابہت کی وجہ سے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کی سخت ممانعت ہے کیونکہ اس وقت آفتاب پرست سجدہ کرتے ہیں۔ اگر چہ ہماری نیت ومقصد آفتاب کو سجدہ کرنا یا آفتاب پرستوں کی مشابہت کرنے کی نہیں ہے۔ پھر بھی ظاہراً تشابہہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ممانعت کردی گئی ہے۔ اس لئے بزرگان دین محرم شریف کی شہادت کے بیان وغیرہ کرنے کو منع کرتے آئے ہیں کہ اس میں بھی تشابہ روافض لازم آتا ہے۔

(۱) حضرت امام صفار سے سوال کیا گیا کہ یوم عاشوراء کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا بیان جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا کہ ناجائز ہے کیونکہ یہ روافض کی علامت ہے۔

(۲) حضرت ابن حجر مکیؒ "صواعق محرقہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ وحکایتہ۔

ترجمہ: امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ واعظ وغیرہ بیان کرنے والوں کو حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کا قصہ بیان کرنا حرام ہے۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

ومنھا قصصھم قصۃ کربلا والوفاۃ وغیرہ ذالک وخطبھم فیھا ۔

اس زمانے میں جو خرابی ہمارے واعظین میں پیدا ہوئی ہے اس میں سے ایک واقعہ کربلا کا ذکر کرنا ہے۔ (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۱۴۷)

(۴) حضرت عبید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وآں ذکر قصہ شہادت ست بشرح وبسط عقد مجلس کردہ بایں قصد کہ مردم آں را بشنوند وتأسفہا نمایند وحسرتہا فراہم آرند وگریہ وزاری کنند۔ ہر چند در نظر ظاہر خللے نمیشود امافی الحقیقت ایں ہم مذموم ومکروہ است، چرا کہ در وقت حدوث صدمہ یا تذکرۂ آں استرجاع صبر مامور بہ است نہ اظہار تأسف وحسرت وتکلف در پیدا کردن آن!

شہادت کا بیان اس غرض سے کرے کہ لوگ جمع ہو کر سنیں اور افسوس وحسرت کا اظہار کریں۔ بظاہر اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت میں یہ برا اور مکروہ ہے۔ کیونکہ کسی صدمہ کے پیش آنے یا کسی صدمہ کے تذکرہ کرکے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے اور صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ افسوس اور رنج وغم ظاہر کرنے اور رنج وغم نہ ہو تو رنج وغم کی شکل بنانے کا حکم نہیں ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اور اپنے قلوب میں ایسے طرز کو ائمہ کی محبت کا ثبوت سمجھتے ہیں یہ کھلا اور بین دھوکہ ہے۔ (مجموعہ ملفوظات عرف صراط مستقیم فارسی ص ۶۱) کیا یہ سب لوگ وہابی تھے۔

رضا خانی جماعت کے بڑے پیشوا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رقمطراز ہیں:۔ کہ عوام مجلس خوان اگر چہ بالفرض صرف روایات صحیحہ مروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو ان کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بہ تکلف رونا، بہ تصنع رلانا، اور رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے۔ اس کی شناعت

میں کیا شبہ ہے؟ (رسالہ تعزیہ داری ص ۵)

یوم عاشوراء کو شربت پینے میں رواج کی پابندی ہے، روافض سے تشابہ بھی ہے اور خصوصاً شربت کو پسند کرنے کی وجہ (خواہ گرمی ہو یا سردی) یہ ہے کہ شہداء کربلا پیاسے شہید ہوئے ہیں اور شربت پیاس کو بجھاتا ہے، وہ لوگ مانتے ہوں گے کہ ہو بہو شربت پہنچتا ہے اس میں اعتقادی خرابی بھی ہے۔ لہذا ناجائز ہے۔

حضرت امام حسینؓ کے نام سے سبیل لگانا بھی مذکورہ وجوہات کی وجہ سے جائز نہیں! واللہ اعلم بالصواب.

درود تاج پڑھنا بدعت ہے؟:

(سوال ۲۷) درود تاج پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اس درود میں دافع البلاء، والوباء، والقحط والمرض، والا لم کے الفاظ ہیں (یعنی حضور ﷺ کو ان تمام چیزوں کے دور کرنے والے فرمایا ہے۔ اطلاعاً) اب فی الحال ایک اشتہار (ہینڈ بل) نکلا ہے۔ ''وہابی دیوبندی دھرم کے گندے عقیدے'' عنوان ہے۔ جس میں بعض عقائد تحریر ہیں منجملہ ایک یہ ہے۔

درود تاج کا وظیفہ پڑھنا بدعت اور گمراہی ہے۔ اس درود میں شرک کے الفاظ ہیں۔ درود تاج سیکھنا زہر قاتل ہے اور شرک کے عقیدہ میں پھنساتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۳۰) کیا یہ صحیح ہے؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں!

(الجواب) درود تاج کے الفاظ قرآن پاک اور حدیث شریف کے نہیں ہیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعین وسلف صالحین وغیرہ سے درود تاج پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ درود تاج سینکڑوں برس بعد کی ایجاد ہے۔ جس درود شریف کے الفاظ آنحضرت ﷺ نے اصحاب کرام کو سکھلائے ہیں (جیسے درود ابراہیم وغیرہ) کوئی دوسرا درود جس کے الفاظ ایجاد کردہ ہوں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ سرور کائنات ﷺ کی زبان مبارک سے صادر شدہ الفاظ اور کسی امتی کے ایجاد کردہ الفاظ کی برکت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ایجاد کردہ اور تعلیم دیئے ہوئے الفاظ میں جو برکت اور کشش ہے وہ دیگر کلمات میں نہیں ہے! اور اگر وہ دوسرے الفاظ خلاف سنت بھی ہوں تو پھر تو کوئی نسبت ہی باقی نہیں رہتی پھر تو وہ فرق ہو جاتا ہے جو روشنی اور اندھیرے میں ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی صحابی کو ایک دعا سکھلائی جس میں " امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت'' کے الفاظ ہیں۔ صحابی نے ازروئے تعظیم نبی کے بجائے رسول کا لفظ کہا یعنی نبیک الذی ارسلت کے بجائے رسولک الذی ارسلت پڑھا تو آپ نے فوراً ٹوکا۔ ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ کہو نبیک الذی ارسلت یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔ قال البراء فقلت وبرسولک الذی ارسلت قال فطعن بیده فی صدری ثم قال ونبیک الذی ارسلت (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۷۵)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

فضیلت منوط بمتابعت سنت اوست ومزیت مربوط باتیان شریعت او علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام والتحیة مثلاً خواب نیم روزی کہ ازروئے ایں متابعت واقع شود از کرور احیائے لیالی کہ نہ از متابعت است اولیٰ

وافضل ست وہچنیں افطار یوم فطر کہ شریعت مصطفوی باں امر فرمودہ است از صیام ابداً باد کہ نہ ماخوذ از شریعت اند بہتر ست۔ اعطاء چتیلے بامر شارع از انفاق کوہ زر کہ از نزد خود باشد فاضل تر ست ۔

یعنی فضیلت سنت کی تابعداری پر، اوراجروثواب کی زیادتی تریعت کی بجاآوری پر موقوف ہے۔ مثلاً قیلولہ (دوپہر کا سونا) جو سنت کے مطابق اور متابعت میں ہوا ہو وہ ان کروڑہا شب بیداریوں سے جو موافق سنت نہ ہوں افضل واولیٰ ہے! ایسے ہی یوم عید الفطر (عید کے دن) میں افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، خلاف شریعت صیام دہر سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک چیتل (دمڑی) کا دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگ تر ہے۔ (مکتوب ۱۱۴ ج اص ۱۳۵)

مثلاً یک دام در ادائے زکوٰۃ کہ شریعت باں امر فرمودہ است در تخریب نفس سودمند تر است از آنکہ ہزار دینار از پیش خود صرف کند وطعام خوردن در عید فطر بحکم شریعت نافعتر ست در رفع ہوا از آنکہ از نزد خود سالہا صائم باشد و دورکعت نماز بامداد بجماعت ادا کردن کہ سنتی از سنن بجا آوردنست بمراتب بہتر است از آنکہ تمام شب بصلوٰۃ نافلہ قیام نماید ونماز بامداد را بے جماعت ادا کند الخ۔

یعنی مثلاً بطور زکوٰۃ جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ایک درم خرچ کرنا نفس کشی کے بارے میں ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور فائدہ مند ہے جو اپنی خواہش سے خرچ ہوں۔ اور شریعت کے حکم کے مطابق عید فطر کے دن کا کھانا خواہش کے دور کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور نماز صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سنت ہے کئی درجہ بہتر ہے اس بات سے کہ تمام رات نماز نفل میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں۔ (مکتوب ۵۲ ج اص ۶۹)

ولقد کان محمد ابن اسلم لا یا کل البطیخ لانہ لم ینقل الیہ کیفیۃ اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ.

حضرت شیخ محمد ابن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی خربوزہ نہیں کھایا کہ انہیں کوئی ایسی روایت نہیں معلوم تھی جس سے معلوم ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے خربوزہ کس طرح تناول فرمایا تھا۔

(اربعین غزالی ص ۱۳۸ الاصل العاشر فی اتباع السنۃ)

خلاصہ یہ کہ حتی الامکان وہی درود پڑھا جاوے جو حدیث شریف سے ثابت ہو۔ جس درود شریف کے الفاظ حدیث سے ثابت نہ ہوں اس کو مسنون نہ سمجھے! اور جب آنحضرت ﷺ نے اس کی تعلیم ہی نہیں دی تو ظاہر ہے اس کے فضائل بھی نہیں بتائے۔ اب اگر کوئی شخص اس کے فضائل کی روایات کو صحیح نہ مانے اور اس بنا پر اس کو نہ پڑھے تو اس کو طعن دینا صحیح نہیں ہے۔ درود تاج کا بھی یہی حکم ہے۔ اس شرط پر کہ "دافع البلاء والوبا والقحط والمرض والالم" کی عبارت کو چھوڑ دے یا دافع (دور کرنے والا) حقیقت میں خدا ہی کو مانے۔ آنحضرت ﷺ کو بلاء وباء قحط وغیرہ دور ہونے کا ذریعہ سمجھے تو جائز ہے مگر تفاوت عوام نہیں سمجھتے۔ لہٰذا ان کو مذکورہ کلمات پڑھنے کی محققین علماء اجازت نہیں دیتے۔ مشکلات کا حل کرنے والا خداوند قدوس ہی ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو بھی حقیقتاً دافع البلاوغیرہا ماننا اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

حضرت اقدس پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

دع عنک الشرک بالخلق ووحد الحق عزوجل هو خالق الا شياء جميعها وبيده الاشياء جميعها يا طالب الا شياء من غيره ما انت عاقل هل شيء ليس هو فی خزائن الله عزوجل! قال الله عزوجل وان من شيئی الا عندنا خزائنه.

ارشاد: مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دے اور حق تعالیٰ عزوجل کو یکتا سمجھ۔ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تمام چیزیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اے غیر اللہ سے کسی چیز کے طلب کرنے والے! تو بے وقوف ہے عقل و دانش سے محروم ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اللہ کے خزانہ میں نہ ہو؟ اللہ عزوجل فرماتا ہے کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے۔ (فتح الربانی م ا ص ۵)

الخلق عجزة لا يضرونک ولا ينفعونک.

ارشاد:۔ ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (فتح الربانی م ۱۳ ص ۸۹)

عن ابن عباس انه قال بينا انا رديف رسو ل الله صلی الله عليه وسلم اذ قال لی يا غلام احفظ الله يحفظک الله احفظ الله تجده امامک فاذا سألت فاسئل الله واذااستعنت فاستعن بالله جف القلم بما هو كائن ولو جهد العباد ان ينفعوک بشيئی لم يقضه الله عليک لم يقدروا فينبغی لكل مومن ان يجعل هذا الحديث مراة لقلبه وشعاره وو ثاره وحديثه فيعمل به فی جميع حر كاته سكنا ته حتی يسلم فی الدنيا والاخرة ويجد العزة فيهما برحمة الله.

ارشاد:۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار جا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے لڑکے! اللہ پر نگاہ رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ پر نگاہ رکھ تو اسے اپنے آگے پائے گا جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مانگ! جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے۔ اگر لوگ تجھے نفع پہنچانا چاہیں جو خدا نے تیرے لئے مقرر نہیں کیا ہے یا نقصان پہنچانا چاہیں جو خدا نے تیرے لئے مقرر نہیں کیا ہے تو وہ کبھی بھی قادر نہ ہوں گے پس ہر مومن کو چاہئے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ بنائے اور اپنا اوڑھنا بچھونا کر کے اسی کی بات چیت کرے اور اپنے کل حرکات وسکنات میں اسی پر عمل رکھے تا کہ دنیا وآخرت میں سلامت رہے اور دونوں جگہ عزت پائے خدا کی رحمت سے۔ (فتوح الغیب م ۴۲ ص ۱۱۵۔۱۱۶)

فلا تذهبن بهمتک الیٰ احد من خلقه فی معافاتک فذاک اشراک منک به لا يملک معه فی ملكه احد مثيئاً. لا ضار ولا نافع ولا رافع ولا جالب ولا مسقم ولامبلی ولا معافی ولا مبری غيره.

ارشاد:۔ مصیبت ٹالنے بلا دفع کرنے کے لئے اپنی ہمت کسی مخلوق کی طرف نہ لیجاؤ کہ یہ خداوند تعالیٰ سے شرک کرنا ہے۔ کوئی شخص اس کے ساتھ اس کے ملک میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ نہ نفع دینے والا، نہ نقصان پہنچانے والا، نہ ہٹانے والا نہ بلانے والا، نہ بیمار کرنے والا نہ مبتلا کرنے والا نہ صحت ونجات دینے والا، اس کے سوا کوئی اور ہے؟ (فتوح الغیب م ۵۹ ص ۱۸۰)

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
(۱) خدا کے سوا اوروں کی تاثیر کو ماننا کم ہو یا زیادہ، پورا ہو یا ناقص ایک جزء ہے شرک کا۔ (روح تصوف)
(۲) عقلمند! خدا کے سواء اوروں سے دل لگا کر کیا پائے گا؟ خدا کے سوا دوسرے کی تاثیر کو ماننا پھر تھوڑا اثر ہو یا زیادہ، کامل ہو یا ایک جزء ہو شرک ہے۔ (البیان المشید)
(۳) خدا کے سوا اور کسی سے عزت طلب کرے گا تو ذلیل ہوگا۔ (روح تصوف)

یہ ہیں اہل سنت والجماعت کے عقائد، بار بار پڑھو اور غور کرو مولانا گنگوہی کا فتویٰ فارسی میں ہے۔ اشتہار (ہینڈ بل) میں جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ ناقص اور گمراہ کن ہے۔

فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ درود تاج کے فضائل جو جہلاء میں مشہور ہیں وہ بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ حدیث شریف سے ثابت نہیں ہیں۔ فضائل و مقدار ثواب۔ آنحضرت ﷺ کے بیان کئے بغیر جاننا محال ہے۔ خود درود تاج سینکڑوں برس کے بعد کی ایجاد ہے تو اس کے پڑھنے کی فضیلت اور مقدار ثواب کس نے اور کب بتائی؟ جس درود کے الفاظ حدیث شریف سے ثابت ہیں انہیں چھوڑ کر غیر مسنون الفاظ پر بڑے بڑے ثواب کے وعدوں کا عقیدہ رکھ کر اس کا وظیفہ ضروری لازم کر لینا بدعت ہے۔ نیز اس میں دافع البلاء وغیرہ الفاظ کی نسبت کا فرق عوام نہیں جانتے لہذا اسے پڑھنے کا حکم دینا ان کو شرک میں مبتلا کرنے کے برابر ہے۔ درود تاج پڑھنا فرض، واجب یا مسنون نہیں ہے تو پھر مسنون درود کو چھوڑ کر اس کو لئے بیٹھنا اور اس کو ایمان و کفر کی نشانی بنالینا کہاں کا انصاف ہے؟

فقہاء رحمہم اللہ نے خلاصہ کیا ہے کہ مستحب کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔
واستنبط منه ان المندوب ينقلب مكروهاً اذا خيف ان يرفع عن رتبته (مجمع البحار ج ۲ ص ۲۲۴) حتىٰ افتى بعض الفقهاء حين شاع صوم ايام البيض فى زمانه بكراهية لئلا يؤدى الى اعتقاد الواجب مع ان صوم ايام البيض مستحب و رد فيه اخبار كثيرة فما ظنك بالمباح وما ظنك بالمكروه.

یعنی یہاں تک کہ بعض فقہاء نے جب ان کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا رواج ہو گیا تو اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا تاکہ واجب اعتقاد کر لینے کی نوبت نہ پہنچ جائے باوجود یہ کہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ پھر بھلا مباح کے باب میں تیرا کیا خیال و گمان ہے؟ اور کیا رائے ہے کراہیت میں؟ (مجالس الابرار م ۵۰ ص ۲۹۹)

ایک عربی شاعر کا قول ہے۔

قد نقر الناس حتى احدثوا بدعة
فى الدين بالراى لم تبعث به الرسل

یعنی کرید کرید کر لوگوں نے اپنی رائے کے مطابق دین میں ایسی باتیں ایجاد کر دی ہیں جن کو پیغمبر نہ لائے تھے۔ (صلوات اللہ علیہم وسلامہ)

حتى تخففوا بدين الله اكثرهم
وفى الذى حملوا من دينه شغل

آخرش دین لوگوں کی نظروں میں ایک مذاق کی چیز بن گیا۔حالانکہ صحیح طریقہ سے دین میں کرنے کے امور تھے (وہ متروک العمل بن گئے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی سنتے وقت انگوٹھا چومنا:

(سوال ۲۸) جب بھی آنحضرت ﷺ کا نام مبارک لیا جائے اس وقت ہم دل سے درود شریف پڑھتے ہیں لیکن انگوٹھا نہیں چومتے۔اس لئے بہت سے برادران اسلام وہابی کہتے ہیں۔اور ایک دوست نے ”ہدیۃ الحرمین“ نامی گجراتی کتابچہ دیا ہے اس میں ہے کہ جب اس مبارک کا ذکر آوے تو انگوٹھا چومنا چاہئے۔اس کتاب کے حوالے یہ ہیں:۔

(۱) مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حدیث ہے کہ اذان میں **اشھد ان محمداً رسول اللہ** سنا تو ہم نے شہادت کی دونوں انگلیوں کے پورے چومے اور آنکھوں سے لگائے۔

(۲) کتاب ”معارج النبوۃ“ اور ”فتاویٰ جواہر“ میں بھی حضرت آدم علیہ السلام نے بوسہ دیا وغیرہ لکھا ہے۔

(۳) حضرت امام حسنؓ کی روایت ہے کہ جو آدمی اذان میں حضور ﷺ کا نام مبارک سنکر دونوں ابہام کو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھے گا تو وہ اندھا نہ ہوگا اور اس کی آنکھیں کبھی درد نہ کریں گی۔(نور العینین)

علاوہ ازیں دیگر حوالجات کتب لکھے تھے مگر آپ واقف ہوں گے۔لہذا حوالے نہیں لکھے ہیں۔خلاصہ فرمائیں

(الجواب) آپ ٹھیک کرتے ہو،سنت طریقہ یہی ہے۔آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر یا لیکر درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور تاکید احادیث صحیحہ میں آئی ہے مشکوٰۃ میں ہے۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔ **البخیل الذی من ذکرت عندہ ، فلم یصل علی** . حقیقت میں بخیل وہ ہے جس کی سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (۸۷)اور فرمایا: **رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی** ۔ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(ص ۸۶ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا.)

نوٹ:۔ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی لیا یا سنا جائے تو اس کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے پھر بعدہ مستحب ہے (**شامی مطلب فی وجوب الصلاۃ علیہ کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ والسلام** ج۔ا ص ۵۱۶)۔مگر تقبیل ابہام کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ **من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد.** جو کوئی ایسا کام کرے جس کے متعلق ہمارا فرمان نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۷۷ باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور)

عن نافع ان رجلاً عطس الیٰ جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمرو انا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم علمنا ان نقول الحمد لله علی کل حال .(ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۸ باب ما یقول العاطس اذا عطس)

حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک آدمی نے چھینک کر الحمد لله کے ساتھ والسلام علی رسول الله کی زیادتی کی تو ابن عمرؓ نے اس زیادتی کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی تعلیم نہیں دی، ہم کو تو چھینک کر صرف "الحمد لله علی کل حال" کہنا سکھلایا ہے۔ (ج ۲ص ۹۸)

صرف اذان کے وقت جب مؤذن اشهد ان محمد ارسول الله بار دیگر کہے تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن کو آنکھ پر رکھنے کے متعلق بعض عالموں نے لکھا ہے مگر اول تو ایسی روایتوں کے حوالہ سے لکھا ہے جو ضعیف ہیں جن سے استدلال درست نہیں۔ اس کے علاوہ بطور عبادت نہیں بلکہ اس کو آنکھ کے مرض کا علاج بتایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی خاص تعظیم کے طور پر نہیں!! (مقاصد حسنہ)

اب لوگ حضور ﷺ کی خاص تعظیم اور دین اور سنت مقصودہ سمجھ کر کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو وہابی سے طعن کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی مکروہ و منع ہے۔ اعتصام میں ہے:۔ ثم اقتحمت الصحابة ترک سنة حذراً من ان یضع الناس الا مر علی غیر وجهه فیعتقدو نها فریضة (الی) (والرابع) من باب الذرائع وهی کم العمل فی اصله معروفاالا انه یتبدل الا عتقاد فیه مع طول العهدبالذکری. خلاصہ یہ ہے کہ بعض عمل فی نفسہ جائز بلکہ مستحب ہوتے ہیں مگر اس کی حیثیت بدل جانے یا بدل جانے کے اندیشہ کی وجہ سے وہ قابل ترک ہوتا ہے۔ (ج ۲ص ۹۲)

دیکھئے! امور خیر کو جانب یمین سے شروع کرنا مستحب ہے۔ مگر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنے زمانے میں اس کا کافی اہتمام دیکھ کر واجب سمجھ لینے کے ڈر سے مکروہ ہونے کا حکم لگایا۔

قال ابن المنیر فیه ان المندوبات قد تنقلب مکروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التیامن مستحب فی کل شیئی ای من امور العبادة لکن لما خشی ابن مسعود رضی الله عنه ای یعتقدوا وجوبه اشار الی کراهة . والله اعلم .(فتح الباری شرح البخاری ج ۲ ص ۲۸۱)

وکل مباح ادی الی هذا فهومکروه حتی افتی بعض الفقها حین شاع صنوم ایام البیض فی زمانه بکراهته لئلا یؤدی الی اعتقاد الواجب مع ان صوم ایام البیض مستحب . اورجوامر مباح اس حد تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کو ضروری اور واجب کے درجہ میں سمجھنے لگیں اور نہ کرنے والوں پر طعن کرنے لگیں) وہ مکروہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ بعض فقہاء نے جب ان کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا زیادہ اہتمام ہونے لگا تو اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا تاکہ واجب اعتقاد کر لینے تک نوبت نہ پہنچ جائے باوجود یہ کہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں۔ (مجالس الابرار م۵۰ص ۲۹۹)

فقہ کا متفقہ اور مسلمہ قانون ہے کہ مستحب کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔
واستنبط منه ان المندوب ینقلب مکروهاً اذا خیف ان یرفع عن رتبته. (مجمع البحار ج ۲ص ۲۴۴)

اگر کسی کی نیت واعتقاد غلط نہ ہو پھر بھی دوسروں کے عقیدہ کے فساد کے خوف سے اور اہل بدعت کی مشابہت کی وجہ سے منع کیا جائے گا کیونکہ یہ تو بدعتیوں کا ایک شعار بن گیا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

مهما صارت السنة شعاراً لا هل البدعة قلنا يتركها خوفاً عن التشبه بهم.

جب کوئی سنت بدعتیوں کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم ان کے مشابہہ بن جانے کے خوف سے اس کے ترک کرنے کا حکم دیں گے۔(احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۷۰)

آپ نے جو احادیث لکھی ہیں ان کے متعلق میں کچھ ذکر کروں بجائے اس کے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تحقیق اور خلاصہ پیش کر دینا بہتر ہے وہ آپ اور آپ کے دوست احباب کے لئے زیادہ اطمینان بخش ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ

مسئلہ: (سوال) اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنچایت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں آیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ جو کچھ اس میں روایات کیا جاتا ہے کلام سے خالی نہیں۔ پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا سے مسنون ومؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے۔ ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے۔

اخرجه الديلمي في مسند الفردوس واورده الا مام السخاوي في المقاصد الحسنة والعلامة خير الدين الرملي في حواشي البحر الرائق وذكره العلامة الجراحي فاطال و بعد اللتيا واالتي قال لم يصح في المرفوع من هذا شيئي كما اثره المحقق الشامي في رد المحتار......

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد وشامی حاشیہ درمختار کے! اکثر ان میں مستندات علماء۔طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں۔وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:۔

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الا ولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية منها قرة عيني بك يارسول الله ثم قال اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الا بها مين على العينين فانه صلى الله عليه وسلم يكون قائداله الى الجنه كما في كنز العباد انتهى ١٢

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ " ونحوه في الفتاوىٰ الصوفيه" پس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بامید زیادت روشنی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر نظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے! خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں۔

(ابر المقال فی استحسان قبلہ الاجلال ص ۱۲-۱۰)

مذکورفتوی کا خلاصہ:

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک اذان کے علاوہ فاتحہ خوانی وغیرہ مواقع پر تقبیل ابہامین کا کسی کتاب سے ثبوت نہیں ہے لہذا وہ مانتے ہیں کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ اذان کے وقت بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مانتے اور چومنے کو مسنون اور حدیث کو صحیح کہنے والے کو اور سمجھنے والے کو نیز نہ چومنے والے کو برا ماننے والے کو غلطی پر سمجھتے اور مانتے ہیں۔ اذان کے وقت چومنے کی احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں اور شرائط ذیل سے چومنے کی اجازت دیتے ہیں۔

(۱) مسنون کا عقیدہ نہ رکھے۔

(۲) اس کے متعلق جو حدیث وارد ہے اس کو صحیح نہ سمجھے۔

(۳) نہ چومنے کو برا نہ جانے۔

یہ ہے مسئلہ کی سچی حقیقت۔ جس کو سنی وہابی بلکہ اسلام وکفر کی علامت بنالی گئی ہے۔ افسوس صد افسوس۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کا مزار پر جانا کیا حکم رکھتا ہے:

(سوال ۲۹) عورتوں کو زیارت قبور سے علماء دیوبند کیوں منع کرتے ہیں؟ اور مردوں کو اجازت دیتے ہیں۔ مگر خاص عرس کے موقع پر جانے سے روکتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

(الجواب) عورتوں کو مزار پر جانے کی ممانعت اور مردوں کو خاص عرس کے موقع پر نہ جانے کی ہدایت کی وجہ اعتقادی اور عملی خرابی ہے۔ جس کو بالتفصیل نہ لکھتے ہوئے رضا خانی جماعت کے ایک مشہور عالم مولوی حکیم حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری بریلوی کا فتوی انکی کتاب میں سے نقل کر دیتا ہوں جس سے اطمینان ہونے کے ساتھ علمائے دیوبند کے متعلق جو غلط فہمی اور بدگمانی ہے وہ کسی حد تک دور ہو جانی چاہئے۔ فتوی یہ ہے:۔

(سوال) مستورات کو قبروں پر جانا اور مردوں کو سفر کر کے قبروں پر جانا جیسے پیران کلیر واجمیر وغیرہ کیسا ہے؟

(الجواب) اصح الاقوال میں تو زیارت قبور مردوں عورت دونوں کے لئے جائز بلکہ مندوب ومستحب ہے۔ نور الا یضاح میں ہے ندب زیارتها للرجال والنساء على الا صح۔ مگر اس زمانے میں مستورات کو زیارت قبور کے لئے جانا مکروہ بلکہ حرام ہے۔ قال بدر العینی فی شرح البخاری وحاصل الکلام انها تکره للنساء بل تحرم فی هذا الزمان لا سیما نساء مصر لان خروجهن علیٰ وجه فیه فساد وفتنة۔ رہے مرد! ان کے لئے ہر حال میں زیارت قبور کے واسطے سفر کر کے جانا، مزارات اولیائے کرام وقبور آباء واجداد کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ کما مر وقال فی الغنیة و تستحب زیارة القبور للرجال۔ حضور اقدس سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ کنت

نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا. بلکہ خود آنحضرت ﷺ کے فعل سے زیارت قبور ثابت ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے جا کر دعا فرماتے تھے مگر بہتر یہ ہے کہ زیارت پیران کلیر و اجمیر وغیرہ کو بعد میلوں کے جانا چاہئے کہ میلوں میں بدعات و امور نامشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے کا قابو نہیں رکھتے اور اولیائے کرام کے دربار میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت۔ (مجمع المسائل ج ا ص ۱۱۰)

سید الشہداؓ کے لئے آنحضرت ﷺ نے سوم، دہم، چہلم وغیرہ چیزیں کیں کیا یہ روایت صحیح ہے؟:

(سوال ۳۰) ایک روایت یہ لکھی ہے کہ خود حضور ﷺ نے اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے ان کی شہادت کے تیسرے روز، پھر دسویں روز، پھر چالیسویں روز اور پھر چھ ماہ بعد اور سال ختم ہونے پر ایسے افعال کئے تھے اور صحابہ بھی اس طرح ایصال ثواب کرتے تھے (مجمع الروایات) کیا مذکورہ افعال و اعمال حدیث صحیح سے ثابت ہیں؟

(الجواب) مذکورہ روایت بھی صحیح نہیں ہے، موضوع اور بے اصل ہے حضور مقبول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر صریح بہتان ہے اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو ایصال ثواب کے لئے مذکورہ تاریخیں اور ایام مقرر کرنا سنت قرار پاتا اور ان ایام کو اس لئے فضیلت نصیب ہوتی حالانکہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ " یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثلاث و بعد الا سبوع" (یعنی) اہل میت کے گھر خاص پہلے روز اور تیسرے روز اور ہفتہ بعد کھانا بنانے کی رسم مکروہ ہے۔ (ج ا ص ۸۱ باب الخامس والعشرون فی الجنائز)

اور امام نوویؒ کی شرح منہاج میں ہے۔ و اطعام الطعام فی الا یام المخصوصات کالثالث و الخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ (ترجمہ) مخصوص ایام میں کھانا کھلانے کا رواج مثلاً تیسرے روز، پانچویں روز اور دسویں روز بیسویں روز، چالیسویں روز یا چھ مہینے بعد اور برسی پر یہ سب بدعت ہے۔"

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعادۃ اور مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام" (ص ۳۷۳) (ج ا ص ۱۲۱)

(ترجمہ) مگر تیسرے روز (بطور زیارت) "یہ خاص اجتماع کرنا اور دوسرے تکلفات کرنا اور یتامیٰ کی حق میں سے میت کی وصیت کے بغیر خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔" (ایام کی تخصیص اور تکلفات کو بدعت فرمایا ہے اور یتامیٰ کی حق تلفی کو حرام ٹھہرایا ہے)

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ "وصیت نامہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماھی و برسی ہیچ نکنند (مالا بدمنہ ص ۱۶۰) (ترجمہ) میری وفات کی بعد رسوم دنیوی جیسے کہ دسواں، بیسواں، چالیسواں اور ششماہی اور برسی کچھ بھی نہ کریں۔

ہاں! تاریخ اور دن کی تخصیص اور تیسرے، دسویں، بیسویں، چالیسویں کی پابندی کے بغیر کسی بھی تاریخ اور

دن کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے۔ جب ایصال ثواب مقصود ہے تو دوسرے تیسرے دن تک کیوں ٹالا جائے۔ موت (قضاء) کے پہلے روز سے ہی ایصال ثواب کے کام شروع کر دیئے جائیں، خصوصاً میت کے روزے یا نمازیں قضا ہوئی ہیں تو بلا کسی تاخیر کے ان کا فدیہ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:۔

قبر میں میت کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے پانی میں ڈوبنے والے مدد چاہنے والے کی۔ ثواب کا انتظار کرتا ہے کہ والدین، بھائی اور احباب کی طرف سے اسے کچھ پہنچے، جب ثواب پہنچتا ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۲۰۶)(۱)

لہذا جہاں تک ممکن ہو جلد از جلد لوجہ اللہ اور طریقہ مسنونہ کے مطابق عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچائے، تیسرے، دسویں، بیسویں، چالیسویں، ششماہی اور برسی کا انتظار نہ کرے، اس میں میت کا صریح نقصان ہے اور مخالف سنت امور میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعیین تاریخ برائے اطعام للمیت اور اس کا مصرف:

(سوال ۱۳۱) ایک مسلم کی موت سے اس کی والی ایک تاریخ معین کر کے اپنے عزیز واقرباء اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ للہ کھلانے کے لئے پکایا گیا ہے! اس میں امیر وغریب تمام کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا دونوں کے لئے الگ الگ پکانا ہوگا؟ تاریخ معین کرنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ دور دراز سے عزیز واقربا باری باری آتے ہیں۔ صاحب خانہ ملازم (نوکری کرنے والا) اور محنت پر گذارہ کرنے والا ہے۔ ایسا کرنے میں اس غریب کا بہت خرچ ہوتا ہے۔ لہذا بغیر کسی رواج کے محض بطور مہمان برائے تعزیت دعوت دے دیتے ہیں تا کہ ہمیشہ کے لئے اطمینان کے ساتھ سروس کر سکے۔ اسی لئے یہ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ خبر موت نہیں لکھتے تو قطع رشتہ ہو جاتا ہے اس مجبوری سے یہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسا لکھنے میں شرعاً کوئی حرج ہے؟

(الجواب) اہل میت خاص عزیز واقرباء دوست واحباب وغیرہ کو خبر میت دے کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کرے اور وہ لوگ کچھ پڑھ کر یا خیرات کر کے ایصال ثواب کریں اور دعائے مغفرت کریں۔ نیز مکتوب سے یا از خود آ کر اہل میت کی تعزیت کر لے تو یہ جائز ومستحب ہے، منع نہیں ہے۔ مگر قریہ قریہ دعوت دے کر برائے تعزیت (فاتحہ خوانی) ایک تاریخ کو جمع کرنا اور طعام میت کا دن منانا یہ رواج جائز نہیں ہے منع ہے۔ مذکور رواج دوسرے مذہب کے لوگوں کے یہاں جو بارھویں ہوتی ہے اس کی نقل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کنا نری الاجتماع الیٰ اهل المیت و صنع الطعام من النیاحة فتاویٰ شامی ج۔۲ ص ۲۴۰۔ یعنی ہم (صحابہ) اہل میت کے ہاں جمع ہونے اور کھانے کے انتظام واہتمام کو نوحہ کے سلسلہ کی رسم سمجھتے تھے اور یہ معلوم ہے کہ نوحہ کو آنحضرت ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام دعوت غمی کو ناجائز فرماتے ہیں۔

چند تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱) عن عبداللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا و ما فیها الخ باب الا ستغفار والتوبة.

(۱) فقیہ حافظ الدین ابن شہاب کردیؒ (المتوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لا نھا ایام غم فلا یلیق فیھا ما یختص باظہار السرور ۔ (فتاوی بزازیہ ج ۴ ص ۷۹ مع فتاوی ھندیہ باب الخامس والعشرون فی الجنائز۔)

ایام مصیبت میں دعوت کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ غم کے دن ہیں۔ جو کام اظہار خوشی کے لئے مخصوص ہوں وہ ان ایام کے لائق نہیں ہیں۔ اسی طرح امام طاہر بخاریؒ (المتوفی ۵۴۲ھ) نے خلاصۃ الفتاوی میں اور امام کبیر سلطان الشریعۃ فخر الدین اوزجندیؒ (المتوفی ۲۹۲ھ) نے فتاوی قاضی خان میں اور فقیہ سراج الدینؒ نے فتاوی سراجیہ ص ۵۷ میں اور علامہ ابن نجیم مصری (المتوفی ۹۶۹ء) نے بحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۲ میں اور فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۴۴ میں تحریر فرمایا ہے۔

(۲) فتاوی بزازیہ میں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الا ول و الثالث وبعد الا سبوع (ج ۱ ص ۸۱ ایضاً) یعنی اہل میت کے ہاں خاص اول دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنے کا رواج مکروہ ہے اس طرح ملا علی قاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نے مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۴۹۲ میں اور فقیہ سید احمد (المتوفی ۱۲۴۳ھ) نے طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۰ میں نیز علامہ سید ابن عابدین (المتوفی ۱۲۵۲ء) شامی ج ۱ ص ۸۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۳) اور فقیہ علامہ شرنبلالیؒ (المتوفی ۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ وتکرہ زیارۃ من اھل المیت لا نھا شرعت فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ (مراقی الفلاح ص ۱۲۰)

(۴) اور امام نوویؒ "شرح منہاج" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ واطعام الطعام فی الا یام المخصوصۃ کالثالث والخامس والعاشر والعشرین والا ربعین وشھر السادس والسنۃ بدعۃ. یعنی خاص ایام میں کھانا کھلانے کا رواج جیسے کہ تیجہ کے دن اور پانچویں نویں، دسویں بیسویں، چالیسویں اور نیز ششماہی اور برسی پر یہ سب بدعت ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) شرح سفر السعادۃ ص ۲۷۳ میں رواج مذکور کو بے اصل بتلاتے ہیں۔

فقیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔
وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسانی ہیچ نہ کنند۔
یعنی میرے انتقال کے بعد دنیوی رواج مثل دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی نہ منائی جائے۔
(مالا بدمنہ، وصیت نامہ ص ۱۶۰)

اور رضا خانی مولوی ابو العلی امجد علی "بہار شریعت" میں لکھتے ہیں۔ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیح ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے۔ نہ کہ غمی کے وقت اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت ج ۴ ص ۱۵۹)

خیرات کے سچے حقدار غربا رمساکین ہیں، مالدار کو ایصال ثواب میں شریک کرنا غرباء کی حق تلفی اور رواج

جاہلیت کوعروج دینا ہے۔بغیر پابندی رواج اورتاریخ ودن کوضروری سمجھے بغیرکسی بھی تاریخ اوردن میں غربا محتاجوں کو کھلا کر یا امداد کر کے ایصال ثواب کر سکتے ہیں منع نہیں ہے۔موت کے اول دن ہی حسب حیثیت خیرات کر دے (میت کے ترکہ سے کرے تو صغیر ورثاء کے حق میں سے نہ کرے۔نیز بالغ حاضر ہو یا غیر حاضر اس کے حصہ میں سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرنا جائز نہیں ہے) ایصال ثواب کے علاوہ نہایت ضروری یہ ہے کہ میت کے نماز روزے قضا ہوئے ہوں توان کا فدیہ دینے کی کوشش کریں۔

حدیث شریف میں ہے۔ **ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب اوام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا وان اللہ تعالیٰ لید خل علےٰ اھل القبور من دعاء اھل الا رض امثال الجبال وان ھدیۃ الا حیاء الی الا موات الا ستغفار لھم .**
یعنی مردہ قبر میں ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے مدد کے خواہش مند کی طرح دعاء اورثواب کا منتظر رہتا ہے۔جو اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی جانب سے پہنچے (وہ ایصال ثواب کی شکل میں ہو یا تلاوت قرآن اور تسبیح یا درود پڑھ کر ثواب بخشنے کی شکل میں) جب دعا پہنچتی ہے وہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی دعا کے سبب اہل قبور پر پہاڑوں کے برابر اجر پہنچاتا ہے اور زندوں کا تحفہ مردوں کے لئے ان کا دعائے مغفرت مانگنا ہے۔(مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبۃ)

لہذا جب تک ہو سکے۔تاکید سے لوجہ اللہ اور طریقہ سُنت کے مطابق ایصال ثواب کرے۔جس کام کوریا و نمود و ناموری یا لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے یا آباواجدا کے رواج کو باقی رکھنے کے لئے کیا جائے اس کا نہ کوئی ثواب ہوتا ہے نہ میت کو کچھ پہنچتا ہے ۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔(۱) خالص لوجہ اللہ ہو (۲) صواب (مطابق سنت) ہو۔

ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو عمل مقبول نہیں ہوتا۔آیت کریمہ **لیبلو کم ایکم احسن عملاً** کی تفسیر میں ہے. **العمل اذاکان خالصاً غیر صواب لم یقبل و کذلک اذا کان صوا با غیر خالص فالخالص ان یکون لوجہ اللہ والصواب ان یکون علی السنۃ .** (تفسیر کبیر ج۸ ص۲۴۳) یعنی جو عمل خالص ہو مگر صواب نہ ہو تو وہ مقبول نہیں اور جو عمل صواب ہو مگر خالص نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں۔

عمل وہی مقبول ہوتا ہے جو خالص ہو اور صواب ہو خالص وہ ہے جو لوجہ اللہ کیا جائے اور صواب وہ ہے جو مطابق سنت ہو۔ارشاد الطالبین میں محدث قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل فرمائی ہے:۔**ان القول لا یقبل مالم یعمل بہ وھما لا تقبلان بدون النیۃ والقول والعمل والنیۃ لم تقبل ما لم توافق السنۃ.**
سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہر دو مقبول نیستند کہ موافق نباشد۔یعنی قول بلا عمل مقبول نہیں ہوتا اور یہ دونوں (قول وعمل) بلانیت کے مقبول نہ ہوں گے اور قول وعمل اور نیت کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہوں۔(ص ۲۸)

تعیین تاریخ کی جو مصلحتیں بیان کی ہیں وہ شرعی حکم کے مقابلہ میں قابل توجہ نہیں ہیں نیز یہ مصالح اور ضرورتیں تیمارداری کے وقت بھی پیش ہوتی ہیں تو تیمارداری کے لئے بھی تعزیت کی طرح ایک دن متعین کر کے عزیز

واقارب اور دوست واحباب کودعوت دے کر بلالینا چاہئے بار بار کی مصیبت اورتکالیف سے نجات مل جائے ۔ ملازمت وسروس میں بھی نقصان نہ آئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جومصائب اور پریشانیاں درپیش ہوتی ہیں وہ صرف من گھڑت رواج کی پابندی کی وجہ سے ہوتی ہیں ۔ احکام شریعت اور سنت نبوی کی تابعداری میں راحت ہے ۔ اللہ تعالیٰ سب کوتوفیق بخشے کہ دینوی واہیات رواجوں کوترک کریں اورطریقہ سُنت کے تابعدار بنیں ۔ آمین ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

مزارات اولیاء پر افعال کردنی وناکردنی:

(سوال ۳۲) بزرگان دین کی مزاراور خانقاہوں پر سال بھر میں ایک معین تاریخ یا یوم وفات میں بنام عرس، بری یا میلادمنایا جاتا ہے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا اجراً جزیلا ۔

(الجواب) زیارت قبور مسنون ہے! مزارات پر عبرت حاصل کرنے ،دعائے مغفرت کرنے ،فاتحہ خوانی وتلاوت قرآن وغیرہ کے لئے جانا اور بخشنا اور خیرات کرنا یہ سب جائز ہے منع نہیں ہے ۔ لیکن رسمی عرس جو یوم وفات متعین کر کے اوراس کوشرعی حکم اورضروری سمجھ کر ہر سال اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے یہ ناجائز ہے ۔

آنحضرت ﷺ اوراصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی! یہ اہل کتاب کارواج ہے ۔ اگر اسلامی رواج ہوتا تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا عرس مناتے ۔ پھر دیگر انبیاء اور خلفاء راشدین کا ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کاارشاد ہے ۔ "لا تجعلوا قبری عیداً" میری قبرکوعید (تہوار) مت بنائیو ۔ (مشکوٰۃ ص ۸۶ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا)

یعنی جس طرح تہوار میں لوگ ایک ہی تاریخ کوجمع ہوتے ہیں اورخوشیاں مناتے ہیں ۔ اس طرح میری قبر پرجمع مت ہونا ۔ عید (تہوار) میں یہ تین چیزیں خاص کر ہوتی ہیں:۔

(۱) تاریخ کومتعین کرنا (۲) اجتماع (۳) خوشیاں منانا ۔ لہذا ازروئے حدیث مزاروں پر ایک متعین تاریخ کواجتماع کرنے کی اوررواجی خوشیاں منانے کی ممانعت ثابت ہوئی ۔ اس لئے حدیث مذکور کی تشریح میں علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں:۔

لا تجتمعوا لزيارته اجتماعكم للعيد فانه يوم لهو وسرور وحال الزيارة بخلافه و كان داب اهل الكتاب فاورثهم القسوة. (مجمع البحار ج ۲ ص ۴۴۵)

حدیث کامطلب یہ ہے کہ قبر کی زیارت کے لئے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہئے کیونکہ یوم عیدتو کھیل اور خوشی کا ہے اورزیارت قبر کی شان تواس سے علیٰحدہ ہے ۔ قبر پر عرس منانے کارواج اہل کتاب کا ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب بھی سخت ہوگئے ۔ (زیارۃ قبور کا مقصد عبرت حاصل کرنا تھا وہ فوت ہوگیا)

اسی لئے آنحضرت کی قبر مبارک کی زیارت کادن یا تاریخ متعین نہیں ہے سال کے درمیان کتنے ہی مشتاق کسی بھی تاریخ کوآتے رہتے ہیں ۔ جب آنحضرت ﷺ کے روضہ اُطہر پرعرس واجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگان دین کے مزاروں پر کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اسی لئے بزرگان دین، محدثین، فقہائے کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عروس کوناجائز بتلایا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد رشید اور حضرت مرزا مظہر جانجاںؒ کے خاص خلیفہ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:۔

لا یجوز ما یفعله الجهال بقبر الا ولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السروج الیها ومن اجتماع بعد الحول کا لعیاد ویسمونه عرساً۔

یعنی جاہل لوگ اولیاء اور شہداء کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا، اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں پر جمع ہو جانا جسے عرس کا نام دیتے ہیں یہ سب امور ناجائز ہیں۔

اور حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مقرر ساختن روز عرس جائز نیست عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں۔(مسائل اربعین ص ۴۲)

اور مجالس الابرار میں ہے:۔

ونهی عن اتخاذ ها عیداً وهم یخالفو نه ویتخذونها عیداً اویجتمعون لها کما یجتمعون للعید او اکثر! اور قبروں کو عید بنانے سے منع فرمایا اور حال یہ ہے کہ وہ مخالفت کرتے اور میلہ مانتے ہیں اور اس پر ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے عید کے لئے بلکہ اس سے بھی زیادہ!(م ۱۷ص ۱۱۸)

ان تمام کتابوں کو بریلوی علماء قابل اعتماد اور ان کے مصنفین کو مذہبی پیشوا مانتے ہیں اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ اعتقادی خرابی کے علاوہ رواجی عرس کی عملی خرابی بھی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بریلوی علماء بھی عرس میں نہ جانے کا فتوی دینے کے لئے مجبور ہو گئے ہیں، دیکھئے مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب عرس کی بابت ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''مگر بہتر یہ ہے کہ زیارت پیران کلیر واجمیر وغیرہ کو بعد میلوں کے جانا چاہئے کہ میلوں میں بدعات وامور ناشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے کا قابو نہیں رکھتے اور اولیاء کرام کے دربار میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت!(مجمع المسائل ج ۱ص ۱۱۰) واللہ اعلم بالصواب۔

بزرگان دین کی قبروں پر طبلہ وباجا بجانا اور دیگر ناجائز امور:

(سوال ۳۳) شادی کی مجالس میں، خاص کر بزرگان دین کے مزارات پر طبلہ باجہ سمیت قوالی ہوتی ہے اور لوگ اس کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) قوالی، طبلہ، باجا وغیرہ قطعی حرام ہے۔ مسند ابن ابی الدینار میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اخیر زمانے میں اس امت میں سے ایک قوم بندر اور خنزیر بن جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** کو نہیں مانتے ہوں گے؟ فرمایا کیوں نہیں۔ حضرات صحابہ نے عرض کیا۔ پھر اس سزا کی کیا وجہ ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ بجانے اور گانے کا پیشہ اختیار کریں گے۔ مزید فرمایا۔ **استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ فیها کفر** (ترجمہ) باجے کی آواز سننا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت اندوزی کفر ہے۔(نصاب الاحتساب ج ۵۲ ص ۱۰۳۔ درمختار مع الشامی ج ۵ص ۳۰۶ کتاب الحظر والاباحۃ)

ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے۔

انہ سمع صفوان ابن امية قال كنا عندرسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء ہ عمر بن قرة فقال يا رسول الله ان الله قد كتب على الشقوةفما ارانى ارزق الا من وفى بكفى فآذن لى فى الغناء فى غير فاحشة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا آذن لک ولا كرامة ولا نعمة عين كذبت اى عدوا الله لقدرزقک الله طيباً حلا لاً فاخترت ما حرم الله عليک من رزقه مكان ما احل الله عزوجل لک من حلاله ولو كنت تقدمت اليک لفعلت بک وفعلت قم عنى وتب الى الله اما انک ان فعلت بعد التقدمة اليک ضربتک ضرباً وجيعاً وحلقت راسک مثلة ونفيتک من اهلک واحللت سلبک نهبة لفتيان اهل المدينة فقام عمرو وبه من الشرو الخزى مالا يعلمه الا الله فلما ولى قال النبى صلى الله عليه وسلم هؤلاء العصاة من فات منهم بغير توبة حشره الله عزوجل يوم القيامة كما كان فى الدنيا فحنثاً عريانا لا يستتر من الناس بهدبة كلما قام صرع !

صفوان ابن امیہؓ نے فرمایا۔ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ''عمرو بن قرہ'' آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری قسمت میں بدنصیبی لکھ دی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری روزی اسی میں ہے کہ اپنی ہتھیلی سے دف بجاؤں اب آپ اس کی بھی اجازت دے دیجئے کہ میں ایسے گانے گایا کروں جن میں فحش باتیں نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا نہ میری نظر میں تمہاری عزت ہے نہ تم سے مل کر مجھے خوشی ہو سکتی ہے۔ دشمن خدا تو جھوٹ کہتا ہے خدا نے تجھ کو رزق حلال دیا لیکن تو نے حلال چھوڑ کر حرام رزق اختیار کیا اگر اس سے پہلے میں نے منع کر دیا ہوتا تو میں اس وقت تجھے ضرور سزا دیتا اٹھ میرے پاس سے، دور ہو جا، توبہ کر اور سن لے، جب میں تنبیہ کر چکا ہوں اس کے بعد اگر تو نے یہ کام کیا تو میں تجھے بہت سخت مار ماروں گا اور تیری صورت بگاڑنے کے لئے تیرا سر منڈوا دوں گا۔ اور تجھے تیرے گھر والوں کے پاس سے نکلوا دوں گا اور مدینہ کے نوجوان کو اجازت دوں گا کہ تیرا سامان لوٹ لیں۔ (یہ سن کر) عمرو بن قرہ اٹھا اور خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اس کے دل میں کتنی بدی ہوگی اور کتنی رسوائی اور شرمندگی وہ محسوس کر رہا ہوگا۔ جب وہ چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ لوگ نافرمان ہیں۔ اللہ کے حکم سے سرتابی کرنے والے ہیں انمیں سے جو شخص بلا توبہ مرجائے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اسی حال میں اٹھائے گا جس حال میں دنیا میں تھا۔ کہ مخنث ہوگا۔ اس کا بدن ننگا ہوگا۔ کپڑے کا پھندنا (معمولی سا ٹکڑا) بھی اس کے ستر کے لئے نہ ہوگا جو اس کو لوگوں کی نظروں سے چھپا سکے۔ جب جب وہ کھڑا ہوگا پچھاڑ کھا کر گر جائے گا۔ (ص ۱۹۱ باقی ہے)

بغیر آلۂ سرود (طبلہ و باجہ وغیرہ) صرف ذوقاً وشوقاً قوالی کا ہونا بھی (جائز نہیں ہے) اس کے ساتھ عورتوں کی حاضری وغیرہ جس طرح بڑھتی جائیگی اسی طرح گناہ، لعنت، پھٹکار اور قہر وغضب بڑھتا جائے گا (معاذ اللہ) مسند ابن ابی الدینار اور طبرانی وغیرہ میں حضرت امامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا، جو کوئی اپنی آواز گانے کے لئے بلند کرتا ہے خدا پاک اس پر دو شیطان مقرر فرما دیتے ہیں وہ اس کے کندھے پر بیٹھ کر اس کے خاموش ہونے تک اس کے سینہ میں لاتیں مارتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ

الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع ۔گانا دل میں نفاق اگا تا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو اگا تا ہے !(مشکوٰۃ ص ۱۱۴)

حضرت فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں الغناء رقية الزنا راگ زنا کا رقیہ (منتر) ہے۔
(تلبیس ابلس ابن جوزی ص ۳۳۸)

فاقبل سليمان فقال هدر الجمل فضيعت الناقة وهب التيس فسكرت الشاة هدر الحمام فراقت الحمامة وغنى الرجل فطربت المرأة ثم امر به فخصى.

سلیمان ابن عبدالملک آئے انہوں نے فرمایا ''اونٹ بڑبڑاتا ہے تو اونٹنی وجد میں آتی ہے۔ بکرا جوش شہوت میں آکر آواز کرتا ہے تو بکری در پئے رقص وسرود ہوتی ہے۔ کبوتر اپنی مخصوص آواز نکالتا ہے تو کبوتری پر خوشی طاری ہو جاتی ہے اور جب مرد گنگناتا ہے تو عورت پر کیف ونشاط سا چھا جاتا ہے۔ یہ فرمایا پھر آپ نے حکم دیا جس کی تعمیل میں مغنی کو خصی کر دیا گیا۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۴۴)

ایک بزرگ کا قول ہے۔ اياك والغنى فانه يزيد الشهوة ويهدم المروة . گانے بجانے سے بچو کو یہ شہوت کو بڑھاتا ہے اور مروت کا جنازہ نکالتا ہے۔

غوث الاعظم حضرت عبدالقادر فرماتے ہیں:۔فكيف بالشعر والغزل والامور المهيجة لطباع الناس من ذكر صفات العشاق والمعشوقين ودقائق صفات المحبة والميل والصفات المشتهيات التى تشوق النفس الى سماعها فتهيج دواعى السماع وتثير طبعه الى المحارم فلا يجوز لاحد لسماع ذالك وان قال قائل انى اسمعها على معان اسلم فيها عند الله تعالىٰ كذبناه لان الشرع لم يفرق بين ذلك ولو جاز لاحد جاز للانبياء عليهم السلام ! نغمہ وراگ سے شعر وغزل پڑھنا اور وہ چیزیں جو طبیعت کو ابھارتی ہیں یا عاشق ومعشوق کی صفت بیان کرنا اور دوستی ومحبت اور اشتیاق کا اظہار اور اس کو خوش الحانی سے گانے سے اور اسی طرح سننے سے قلب انسانی میں شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ شوق حرام کی طرف رغبت دلاتا ہے۔اس بناء پر کسی کے لئے اس قسم کا گانا اور آواز سننا جائز نہیں۔کوئی کہے کہ گانا سن کر میں یادالٰہی میں جذب وکشش پا کر مشغول رہتا ہوں تو یہ صریح جھوٹ ہے کہ شریعت نے ممنوع کام میں کوئی راز نہیں رکھا۔اگر کسی کے لئے یہ سننا جائز ہوتا تو پیغمبر اس کے زیادہ حق دار تھے۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۲۶)

واما مذهب ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ فعن ابى الطيب الطبرى قال كان ابو حنيفة يكره الغناء مع اباحة شرب النبيذ ويجعل سماع الغناء من الذنوب.

حضرت امام اعظمؒ نے غناء سننے کو حرام قرار دیا ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۳۷)

واما مذهب الشافعىؒ فحدثنا الحسن بن عبدالعزيز الجروى قال سمعت محمد بن ادريس الشافعى يقول خلفت بالعراق شيئا احدثته الزنا دقة يسمونه التغير يشتغلون به الناس من القران!

حسن ابن عبدالعزیز جروی نے حضرت امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں عراق میں ایک چیز چھوڑ کر

آیا ہوں جو زنادقہ کی ایجاد ہے جس کو تغبیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کے ذریعہ سے لوگوں کو قرآن سے باز رکھتے ہیں۔ (ایضاً)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ فاسقوں کا کام ہے۔

ان چاروں ائمہ مجتہدین کے علاوہ عام فقہاء کرام کا فیصلہ یہ ہے:۔

وان كان سماع غناء فهو حرام لان التغني واستماع الغناء حرام اجمع عليه العلماء وبالغوافيه ومن اباحه من المشائخ الصوفية فلمن تخلى عن الهوى تحلى بالتقى واحتاج الى ذالك احتياج المريض الى الدواء وله شرائط . احدها ان لا يكون فيهم امرد والثاني ان لايكون فيهم الا من جنسهم ليس فيهم فاسق ولا اهل الدنيا ولا امرد والثالث ان تكون نية القوال الاخلاص الا خذ الا جر والطعام والرابع ان لا يجتمعوا لا جل طعام او فتوح والخامس لا يقومون الا مغلوبين والسادس لا يظهرون وجداً الا صادقين وقال بعضهم الكذب في الوجد اشد من الغيبة كذا وكذا سنة والحاصل انه لا رخصة في باب السماع في زماننا لان جنيداً رحمه الله تعالى تاب عن السماع في زمانه ا ه.(فتاویٰ خیریه کتاب الكراهية والاستحسان ومطالبه ج : ۲ ص : ۱۷۹ شامی ج ۵ ص ۳۰۶ كتاب الحظر و الا باحة)

سماع کا مقصد صرف لذت کام و دہن ہو تو سن لو وہ حرام ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ مشائخ صوفیہ میں سے جن حضرات نے جائز فرمایا ہے جو صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو خواہشات نفسانیہ سے پاک ہوں اور تقویٰ سے آراستہ ہوں اور اپنی خاص کیفیات کے باعث غناء کے ایسے محتاج ہوں جیسے مریض دوا کا! کہ خطرناک حالت میں جب کوئی چارہ نہ ہو اور طبیب حاذق ضروری قرار دے تو مریض کے لئے محرمات کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے۔ مگر اس جواز کے لئے بھی چند شرطیں ہیں۔ (۱) اس مجلس میں امرد (بے ریش لڑکا) نہ ہو (۲) حاضرین میں سب انہیں کے ہم جنس صوفی باصفا متقی اور پرہیزگار ہوں ان میں نہ فاسق و بدکار ہو نہ دنیا پرست نہ کوئی عورت ہو (۳) قوال بھی ایسا ہی ہو۔ اس کی نیت میں اخلاص ہو۔ اجرت لینے کی یا خوردنوش کی نیت نہ ہو (۴) یہ اجتماع بھی کھانے پینے یا فتوحات اور نذرانے وصول کرنے کے لئے نہ ہو۔ (۵) حالت سماع میں اگر کھڑے ہو جائیں تو اسی حالت میں کہ وہ مغلوب ہو (بناوٹ سے نہیں بلکہ جزبہ میں کھڑے ہو گئے ہوں) (۶) وجد میں بھی تکلف اور تصنع نہ ہو وہ ایک حقیقی جذبہ اور سچی کیفیت ہو۔ بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ وجد میں کذب (جھوٹا وجد) غیبت سے بہت زیادہ سخت ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں سماع کی مطلق اجازت نہیں ہے کیونکہ حضرت جنید رحمۃ اللہ نے اپنے مبارک دور میں سماع سے توبہ کر لی تھی۔ (فتاویٰ خیریہ ج۲ ص ۱۷۹ شامی ج۵ ص ۳۰۶)

''شرح ملتقی'' میں ہے:۔ وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد و الجلوس اليه ومن قبلهم لم يفعله كذالك وما نقل انه عليه السلام سمع الشعر لم يدل على اباحة الغناء ويجوز حمله على الشعر المشتمل على الحكمة والوعظ.

یعنی اپنے زمانے میں تقلیدی صوفیا جو کچھ کر رہے ہیں وہ حرام ہے۔ وہاں کا قصد اور جا کر بیٹھنا جائز نہیں

ہے۔اسلاف ایسانہیں کرتے تھےاورآنحضرت ﷺ کاشعر سننا غناءاورراگ کی سماعت کے لئے دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اشعار حکمت ودانش اور پند ونصیحت سے متعلق تھے۔(الدرالمنتقی شرح الملتقی ج ۲ ص ۵۵۱)

ازروئے شریعت مجذوب اورمست حال صوفیاء کے اعمال سے استدلال غلط ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تنبیہاً فرماتے ہیں کہ تم لوگ مست حال عشاق کی باتیں اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ یہ باتیں لپیٹ کرطاق میں رکھ دینے کے قابل تھیں۔تشہیراور بیان کرنے کے قابل نہیں تھیں **وتمسکتم بکلام المغلوبین من العشاق و کلام العشاق یطوی ولا یروی .** (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۱۵)

جہاں فقہاءاورصوفیا میں اختلاف ہو وہاں فقہاء کا فیصلہ تسلیم کرنا ضروری ہے حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا فیصلہ سینہ پر لکھنے کے قابل ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

بزرگو!تم یہ کیا کررہے ہو؟ کہ حارث نے یوں فرمایا، بایزید بسطامی نے یوں فرمایا منصور حلاج نے اس طریقے سے فرمایا۔ایسا کہنے سے پہلے یوں کہو،امام شافعیؒ نے یوں کہا،امام مالکؒ نے ایسا کہا،امام احمدؒ نے یوں کہا، امام اعظمؒ نے یوں فرمایا ہے۔حارث اور بایزید بسطامی کی بات نہ تم کوگھٹاسکتی ہے نہ بڑھاسکتی ہےاورامام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے فرامین راہ نجات اورکامیاب قانون ہے۔(البنیان المشید ص ۸۸)

رضاخانی برادران کے اطمینان خاطر کے لئے قوالی کے سلسلہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کافتویٰ عرض ہے:۔سوال۔آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوااورواسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔میں وہاں چلا گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طرح سے ہورہی ہے کہ ایک ڈھول دوسارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار گارہے ہیں اورڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں۔کیااس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاءاللہ خوش ہوتے ہوں گے؟اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یانہیں؟اورایسی قوالی جائز ہے یانہیں؟اوراگر جائز ہےتوکس طرح کی؟

(الجواب) ایسی قوالی حرام ہے۔حاضرین سب گنہگار ہیں اوران سب کا گناہ ایساعرس کرنے والوں اورقوالوں پرہے اورقوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیراس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھےقوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یااس کے اورقوالوں کے ذمے حاضرین کاوبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو!نہیں بلکہ حاضرین میں ہرایک پراپناپورا گناہ اورقوالوں پراپنا گناہ الگ اورسب حاضرین کے برابر جدا اور ایساعرس کرنے والے پراپنا گناہ الگ اورقوالوں کے برابر جدا اورسب حاضرین کے برابرعلیحدہ الخ۔(احکام شریعت ج ۱ ص ۳۳)

خان صاحب کا دوسرفتویٰ۔عرض۔کیا روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ قرب شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پرلعنت فرمارہے تھے؟

ارشاد:۔یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزارشریف پرمجلس سماع میں قوالی ہورہی تھی آج کل تولوگوں نے بہت اختراع کرلیا ہے۔ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت

بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیروں کے سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب سالکین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جانے والے ہو مواجہ اقدس میں حاضر ہوا گر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں، انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ "این بدبختان وقت مارا پریشان کردہ اند" وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات ج ا ص ۹۰) فقط واللہ اعلم بالصواب!

میت کے ہاں دعوت طعام و تعیین اور اس کے اہل:

(سوال ۳۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ یہاں ریونئن (Rinyon) میں ہندوستان کے گجراتی مسلم بسلسلۂ تجارت مدت مدید سے مقیم ہیں اور اب چند ماہ سے نیا رواج جاری ہوا ہے کہ انڈیا یا جنوبی افریقہ (S.A) یا ماریشس سے بذریعہ ٹیلیگراف یا خط کسی رشتہ دار کی وفات کی خبر پہنچے تو موذن مسجد سے کہہ دیا جاتا ہے کہ سب دوکانوں پر خبر کر دو کہ ظہر یا عصر کی نماز کے بعد (میرے فلاں رشتہ دار کی وفات ہو جانے کی وجہ سے) آپ میرے ہاں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائیں! انجام کار سب وقت مقررہ پر جمع ہو کر اس کے ہاں فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں، جانے والوں میں بعض دوستی کے خیال سے دعائے مغفرت اور تعزیت کے ایک دو جملے مرحوم کے اقارب کو کہہ کر تسلی دلاتے ہیں۔ بعض شرما شرمی جاتے ہیں کہ نہ جاؤں گا تو ناراض ہو جائیں گے اور چہ میگوئیاں ہوں گی کہ فلاں نہ آیا تو اب ان امور مذکورہ کے متعلق شرعی فرمان کیا ہے؟ کیا دور نبی ﷺ میں یہ طریقہ تھا؟ صحابہ اس پر عمل کرتے تھے؟ رہبری فرما کر مسلم جماعت کو ممنون و مشکور فرمائیں۔

(الجواب) اہل میت کی تعزیت یعنی ان کی تسلی اور دلجوئی کرنا، صبر کی تلقین و ترغیب دینا اس کے اور میت کے حق میں دعا کے الفاظ کہنا مسنون ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حدیث میں ہے۔ قال من عزی مصاباً فله مثل اجره. یعنی جو کوئی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے خدائے پاک اس کو اس قدر ثواب دے گا جس طرح مصیبت زدہ کو (اس کے صبر پر) (ترمذی شریف ج ا ص ۱۲۷ باب ما جاء فی أجر من عزی مصاباً)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عزی ثکلی کسی برداً فی الجنة. ترمذی کتاب الجنائز باب آخر فی فضل التعزية یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ایسی عورت کی تعزیت کرے جس کا بچہ مر گیا ہو تو اس کو جنت میں چادریں اڑھائی جائیں گی۔ (ایضاً)

دوسری حدیث میں ہے کہ عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال ما من مومن یعزی اخاه بمصیبة الا کساه الله سبحانه من حلل الکرامة یوم القیامة. یعنی جو کوئی اپنے دینی بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے تو قیامت کے روز خدائے پاک اس کو بزرگی اور کرامت کا لباس پہنائیں گے۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۶ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصاباً)

ووقتها من حین یموت الیٰ ثلاثة ایام ویکره بعدها الا ان یکون المعزی او المعزی الیه

غائبا فلا باس بها وهي بعد الدفن اولیٰ منها قبله وهذا اذا لم یر منهم جزع شدید فان رأیٔ ذالک قدست التعزیة ویستحب ان یعم بالتعزیة جمیع اقارب المیت الکبار والصغار والرجال والنساء الا ان یکون امرءة شابة فلا یعزیها الا محارمها.

تعزیت تین دن تک کرنی چاہئے اس کے بعد مکروہ ہے۔ ہاں جس کو اطلاع نہ ہو۔ یا تعزیت کرنے والا یا اہل میت حاضر نہ ہوں تو تین دن کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔ دفن کرنے کے بعد تعزیت کرنا افضل ہے۔ دفن سے پہلے تعزیت کرنا اتنا افضل نہیں ہے۔ یہ اس صورت میں کہ بعد از دفن تعزیت میں جزع فزع زیادہ نہ ہو (نوحہ اور بین کی شکل نہ ہو) اور اگر نوحہ اور بین کی شکل ہو اور جزع فزع زیادہ ہو تو دفن کرنے سے پہلے ہی تعزیت کر لینی چاہئے۔ مستحب یہ ہے کہ تعزیت عام طور پر میت کے تمام رشتہ داروں کو کی جائے (ہر ایک کو تسکین اور تسلی دے) وہ رشتہ دار بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہوں یا عورتیں۔ لیکن اگر عورت جوان ہو (مثلاً مرنے والے کی جوان لڑکی ہو) تو اس کو اس کے محرم ہی تسکین دلائیں اور تعزیت کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۱۶۷)

مجبوری یا دوری کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ خط تعزیت کی جا سکتی ہے۔ وکتب النبی صلی الله علیه وسلم الیٰ معاذ یعزیه فی ابن له ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی تعزیت بذریعہ خط فرمائی جب کہ ان کے لڑکے کی وفات ہوئی۔ (حصن حصین ص ۱۸۰)

الفاظ تعزیت اور مضمون متعین نہیں، جدا جدا ہیں۔ صبر اور تسلی کے لئے جو الفاظ زیادہ موثر ہوں ان کو استعمال کرے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ الفاظ کہے جائیں ۔ ان لله ما اخذو له ما اعطی وکل عنده باجل مسمی فلتصبر و لتحتسب ۔ جو لیا وہ بھی خدا کا ہے اور جو کچھ دیا وہ بھی اسی کی ملکیت ہے۔ ہر ایک چیز کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے (یعنی میت کی زندگی اتنی مقدر تھی) پھر صبر اختیار کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۰ باب البکاء علی المیت)

یہ الفاظ بھی ایک حدیث میں ہیں اعظم الله اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک خدائے پاک تجھے اجر عظیم عطا فرمائے اور تیری صبر کا بہتر صلہ عنایت فرمائے اور تیری میت کی بخشش کرے۔ اگر غیر مکلّف ہو تو آخری لفظ نہ کہے۔ (کبیری ص ۵۶۵)

مسلم کی تعزیت اس کے غیر مسلم خویش کی موت کے وقت ان الفاظ سے کی جائے۔ اعظم الله اجرک واحسن عزاک. خدائے پاک تجھے زیادہ اجر دے اور تیرے صبر کا بہتر صلہ عنایت فرمائے۔ اور غیر مسلم کی تعزیت اس کے مسلم رشتہ دار کی وفات کے وقت ان الفاظ سے کی جائے۔ احسن الله عزائک وغفر لمیتک .خدائے پاک تیرے صبر کو اچھا بنائے اور تیری میت کو بخش دے۔ اگر دونوں غیر مسلم ہوں تو یہ الفاظ کہے:۔ اخلف الله ولا نقص عددک۔ خدائے پاک تجھے بدلہ دے اور تیرے آدمی نہ گھٹائے۔

(فتاوی عالمگیری ج ا ص ۱۶۷ باب وممایتصل بذلک مسائل)

رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث اور فقہاء کے فرامین کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا کہ تعزیت محض رواج دنیوی نہیں ہے (کہ مرضی کی مطابق کمی بیشی کرتے رہو) بلکہ خاص اسلامی تعلیم اور فضیلت وثواب کا امر ہے اس

کوخصوصی ثواب وعبادات کے امور کی طرح اسلامی تعلیم اور آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق عمل میں لانا ضروری ہے ورنہ بجائے مقبولیت کے مردودیت اور بجائے ثواب کے عتاب وگمراہی کا کام ہوجائے گا۔

حضرت امام غزالی کا ارشاد ہے تم کوئی کام بدوں حکم شارع علیہ السلام کے کرواگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہوتو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔ (مکتوب نمبر ۷)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لا یستقیم قول الا بعمل و لا یستقیم قول و عمل الا بنیة و لا یستقیم قول و عمل و نیة الا بموافقة السنة . یعنی کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں ہوسکتا اور قول اور عمل نیت کے بغیر درست نہیں ہوسکتے اور (یہ تینوں چیزیں) قول۔ عمل اور نیت درست نہیں ہوسکتے مگر اس شکل میں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق ہوں۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فیصلہ ہے۔

و لا یقبل قول بلا عمل و لا عمل بلا اخلاص و اصابة السنة.

(الفتح الربانی ص ۲ ص ۱۴)

کوئی قول عمل کے بغیر قبول نہیں اور کوئی عمل قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہواور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ ہو۔

تعزیت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے ہاں ،دعوت ،اجتماع اور دیگر پابندی رسوم کے بغیر تنہا جائے۔آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کا یہی طریقہ تھا۔لہٰذا جوصورت سوال میں ذکر کی گئی ہے کہ خاص وقت مقرر کر کے اجتماع کیا جائے اور اس کے لئے بلایا جائے۔یہ بدعت ہے اور مکروہ ہے۔زاد المعاد میں ہے۔

ولم یکن من هدیه ان یجتمع للعزاء ویقرأ له القران لا عند قبره و لا غیره و کل هذه بدعة حادثة مکروهة.

آنحضرت ﷺ کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں اور قرآن خوانی ہو نہ قبر کے پاس۔نہ کسی اور جگہ یہ سب باتیں بدعت ہیں۔ایجاد کردہ ہیں ،مکروہ ہیں۔(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۵۰ مصری)

فتاویٰ جامع الرموز میں ہے ویکره اجتماعهم عنده للتعزیة . تعزیت کے لئے اہل میت کے ہاں اجتماع کرنا مکروہ ہے۔(ج ۱ ص ۱۲۸) مراقی الفلاح ص ۱۲۰ طحطاوی شرح درالمختار ج ۱ ص ۶۱۲ شامی ج ۱ ص ۹۴۲)اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے:۔ واتخاذ الدعوة بقرأ ة القران وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأ ة سورة الا نعام او الا خلاص . فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراة القران لا جل الا کل یکره . یعنی ایصال ثواب کے لئے صلحا متقین یا قراء کو ختم قرآن یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کی دعوت دے کر جمع کرنا مکروہ ہے۔(ج ۱ ص ۸۱ جنائز (فصل)نوع آخر)

اور شرح سفر السعادۃ میں ہے:۔ وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور ونہ غیر آن وایں مجموع بدعت است ومکروہ۔

یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ وغیرہ ہم سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لئے سوائے صلوٰۃ جنازہ

دوسرے کسی موقع پر جمع ہوتے ہوں اور قرآن پڑھتے ہوں! نہ قبر پر! اور نہ دیگر کسی مقام پر! یہ تمام رواج و رسوم بدعت اور مکروہ ہیں۔ (شرح سفر السعادۃ ص ۲۷۳)

بہت سے مقامات پر گھر کے سامنے شارع عام پر فرش یا کرسیاں بچھا کر تعزیت کرنے والوں کے لئے نشست کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس رسم کی فقہاء نے سخت الفاظ میں تردید فرمائی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری وغیرہ) اجتماع کی قید کے بغیر اتفاقاً لوگ کسی وقت جمع ہو گئے اس میں کسی بزرگ نے حاضرین کے ساتھ مل کر دعا کر لی یہ مذکورہ رواجوں میں شامل نہیں ہے ریاکاری سے ثواب برباد ہو جاتا ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔ **اما موفقة اهل الدنيا لحاجة عندهم او خوف اللوم او اتباع العادة او نحو ذلك وفساد الكل ظاهر لان كل ذلك رياء والرياء بالعبادة حرام.**

یعنی دنیاداروں کی اتباع اور پیروی، اور رسم و رواج کی خاطر یا لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے کوئی کام کیا جائے تو وہ ریاء ہے اور ریاء عبادت میں حرام ہے۔ (ص ۱۹۔ص ۱۴۱)

شامی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ کے مصنف علامہ قیام الدین (المتوفی ص ۷۴۹) کا قول منقول ہے **واطال ذلك في المعراج وقال وهذه الافعال كلها للسمعة والرياً فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى** . یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں۔ ان میں للّٰہیت نہیں ہوتی۔ ان سے احتراز کیا جائے۔ (ج ۱ ص ۸۴۲ شامی مطلب فی کراهية الضيافة من اهل ا لميت۔)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت نبوی کی روشنی میں دوسروں سے فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا کام لینے کی بہترین، مفید اور قابل عمل ترکیب بتلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں۔ ہاں۔ احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچا دیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں مناسب نہیں۔ چاہے تین بار "قل هو الله" ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائے گا یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں۔ اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا۔ خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو ہو نہیں سکتا۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۲۱۵)

خدائے پاک خلوص اور طریقہ سنت پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اولیائے کرام کے مزارات کا طواف کرنا اور تقبیل (بوسہ دینا) کیسا ہے:

(سوال ۳۵) ایک بدعتی مولوی کہتا ہے کہ اولیاء کے مزارات کا طواف کرنا اور تعظیمی سجدہ کرنا، اور قبروں کو بوسہ دینا ثواب کا کام ہے۔ منع کرنے والا وہابی ہے، دشمن اولیاء اللہ ہے اس کو کیا جواب دینا چاہئے۔

(الجواب) ایسے خرافات وبکواس کا جواب تحقیقی اور تفصیلی بار بار دیا گیا ہے اس بدعتی مولوی کے لئے ان کے مقتدی احمد

رضا خاں صاحب کا فتویٰ پیش کیا جارہا ہے، ان کو دکھائیے اور پوچھئے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بھی وہابی اور دشمن اولیاء اللہ تھے؟

مولانا احمد رضا خان صاحب سے جو سوال کیا گیا تھا اور آپ نے جو جواب دیا تھا وہ بالفاظہا درج ذیل ہے!
مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے۔ پھر تقبیل کیونکہ متصور ہے۔ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال ! نسئل اللہ حسن المآل وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال . واللہ تعالیٰ اعلم(احکام شریعت ج ۳ ص ۲۰۳)
دیکھئے قبر کے تعظیمی سجدہ کو ناجائز کہا اور سجدۂ غیر اللہ کو حرام بتلایا اور تقبیل قبر کے ممنوع ہونے کو احوط فرمایا اور بہار شریعت میں ہے کہ:۔
مسئلہ:۔ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔ (اشعۃ اللمعات) اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے۔ اور اگر برکت لینے کے لئے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں مگر منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے۔ کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ (بہار شریعت ج ۴ ص ۱۵۷)

قبر کو بوسہ دینے کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۶) جو مضمون پہلے سوال میں نقل کیا گیا ہے، اس کے بعد ایک عنوان ہے۔ قبر کو بوسہ دینا اس عنوان کے تحت تحریر ہے:۔

"کنز العباد" میں بحوالہ "شعبی کرت تحریر ہے، اپنے والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز شعبی سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ایک صحابی نے دربار رسالت میں آکر یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں "باب الجنۃ" اور "حور جنت" کو بوسہ دوں گا اب مجھے یہ قسم کیسے ادا کرنی چاہئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے والدہ کے قدم اور والد کی جبین چوم لے تو تیری قسم ادا ہو جائے گی۔ اس شخص نے کہا۔ میرے والدین نہ ہوں تو کیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ان کی قبروں کو چوم لے۔ اس نے کہا کہ ان کی قبروں کو بھی نہ جانتا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر دو خط کھینچ کر ایک کو والدہ کی اور دوسری کو والد کی قبر سمجھ کر دونوں خط چوم لو۔ تیری قسم ادا ہو جائے گی۔ اس روایت کو دلیل بنا کر امام طحطاوی نے لکھا ہے کہ اس طریقہ سے استاد و مرشد کی قبر چومنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کا درجہ والدین سے بڑھ کر ہے۔ " طوالع الانوار" شرح درمختار میں لکھا

ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ اور اشیاء انبیاء، شہداء اور صالحین کی قبروں کو برکت حاصل کرنے کی خاطر بوسہ دینے کے بارے میں علماء امت میں سخت اختلاف ہے

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینا بھی منع ہے اور قول صحیح کو ترک کر کے قول ضعیف پر عمل کرنا مذموم ہے ۔حضرت شاہ اسحاق محدث دہلوی کی فارسی کتاب ''مأۃ مسائل'' میں فتویٰ ہے کہ:۔

(سوال ۳۷) بوسہ گرفتن قبر والدین چہ حکم دارد؟ جائز یا گناہ؟ کدام گناہ!

ترجمہ:۔ والدین کی قبر کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ؟ اور گناہ ہے تو کون سا؟

(الجواب) بوسہ دادن قبر والدین غیر جائز ست علے الصحیح وفی مدارج النبوۃ و بوسہ دادن قبر را وسجدہ کردن آں را ورخسار نہادن حرام وممنوع است ۔ ودر بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز! انتہیٰ وادنیٰ لا یجوز گناہ صغیرہ است واصرار برآں گناہ کبیرہ است کما تقدم!

ترجمہ:۔ صحیح یہ ہے کہ والدین کی قبر کو بھی بوسہ دینا جائز نہیں ۔ ''مدارج النبوۃ'' میں ہے قبر کو چومنا سجدہ کرنا ، رخسار لگانا حرام اور ممنوع ہے اور والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں روایت فقہی نقل کرتے ہیں ۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے اور ناجائز کا ادنیٰ مرتبہ گناہ صغیرہ ہے اور اس پر اصرار گناہ کبیرہ ہے۔ (مأۃ مسائل ص ۷۱)

رضا خانی کتاب ''بہار شریعت'' میں ہے۔ مسئلہ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے (مشکوٰۃ) بہار شریعت ج ۵ ص ۱۵۷۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ یہ ہے کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ (احکام شریعت ۱ ص ۳۴) اس بارے میں جو حدیث بیان کی گئی ہے، حدیث کی کتابوں میں اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ ایسی روایت بے اصل پر بھروسہ کرنا غلط ہے اور حدیث رسول مان لینا آنحضرت ﷺ پر بہتان دھرنے کے برابر ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جو آدمی جان بوجھ کر غلط باتوں کو میری طرف منسوب کرے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے ۔ (معاذ اللہ) فقط ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تعزیت حسینؓ اور ماتم سرائی:

اسی کے جواب میں مندرجہ ذیل ارشادات اور فتاویٰ مطالعہ فرمایئے اور محفوظ رکھئے۔

(۱) حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ:۔

لو جاز ان یتخذ یوم موته یوم مصیبة لکان یوم الاثنین اولیٰ بذالک اذ قبض اللہ تعالیٰ نبیه محمداً صلی اللہ علیه وسلم فیه وذالک ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنه قبض فیه . (اگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن کو روز مصیبت شمار کیا جاتا ہے تو دوشنبہ کا دن اس سے کہیں زیادہ مصیبت وغم واندوہ کا سزاوار ہے کیونکہ اس دن حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے وفات پائی ہے اور اسی دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی وفات

پائی ہے)(غنیۃ الطالبین مصری ج ۲ ص ۳۸ مع زبدۃ السالکین ص ۴۸۳)

(۲) محدث علامہ محمد طاہر کا فتویٰ:۔ **فانہ یشبہ تجدید الماتم وقد نصوا علی کراھیتہ کل عام فی سید نا الحسین مع انہ لیس لہ اصل فی امھات البلاد الا سلامیۃ.**

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ہرسال سیدنا حسین علیہ السلام کی تعزیت کی جاتی ہے، وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اسلام کے مرکزی شہروں میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(مجمع البحار۔ج ۳ ص ۵۵۰)

(۳) حضرت حافظ علامہ ابن حجر مکیؒ نے فرمایا ہے:۔

و ایاہ ثم ایاہ ان یشتغل ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذالک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ بذالک واحری. خبردار! خبردار! یوم عاشوراء کو روافض کی بدعات میں ہرگز مشغول نہ ہونا جیسا کہ مرثیہ خوانی، رونا، چلانا اور ماتم کرنا۔ یہ سب امور مسلمانوں کے نہیں اور اگر ان کا کچھ بھی تعلق اسلام سے ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی وفات کا دن اس ماتم سرائی کے لئے زیادہ مستحق تھا۔(صواعق محرقہ ص ۱۱۲)

(۴) علامہ حیات سندھی ثم المدنیؒ کا فتویٰ:۔

روافض کی برائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضرت حسین کی قبر کا نقشہ بناتے ہیں اور اس کو سنوار کر گلی کوچہ میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یا حسینؓ یا حسین پکارتے ہیں اور فضول خرچی کرتے ہیں یہ سب بدعت اور ناجائز ہے۔(الرقضہ فی طہر الرفضہ)

(۵) محدث علامہ شاہ عبدالحق دہلویؒ کا فتویٰ:۔ درصواعق گفتہ کہ طریقہ اہل سنت آنست کہ دریں روز ہم از مبتدعات فرقہ رافضیہ مثل ندبہ ونوحہ وعزا وامثال آں اجتناب کنند کہ نہ از داب مومناں است والا روز وفات حضرت پیغمبر ﷺ اولی واحری میبود!

اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشوراء کو فرقۂ روافض کی بدعات مخترعہ مثلاً ماتم ونوحہ وغیرہ سے علیحدہ رہتے ہیں کہ یہ مومنوں کا کام نہیں ورنہ اس غم کا سب سے زیادہ حق دار پیغمبر ﷺ کا یوم وفات تھا۔

(شرح سفر السعادۃ ص ۵۴۳)

(۶) حضرت شاہ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ کا ارشاد:۔ از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار یافتہ ماتم وتعزیہ است در ماہ محرم برزعم محبت حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ایں بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وشدہ وغیرہ وایں معنی بالبداہت از قبیل بت سازی وبت پرستی است الخ۔

ماہ محرم میں حضرت حسین کی محبت کے گمان میں تعزیت اور تعزیہ سازی بھی روافض کی ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان بدعتوں کی چند قسمیں ہیں۔ سب سے پہلے قبر ومقبرہ کی نقل علم وشدہ وغیرہ کہ یہ کھلے طور پر بت سازی اور بت پرستی کی قسم میں سے ہیں۔(مجموعۂ ملفوظات عرف صراط مستقیم فارسی ص ۵۹)

تعزیہ داری اور علمائے بریلوی:۔ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ:۔

(۱) علم، تعزیہ، بیرک، مہندی جس طرح رائج ہے بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ

کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت ہے اور اس سے منت ماننا اور حماقت! اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم! مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہئے۔ (واللہ اعلم (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۵۹)

(سوال) ''تعزیہ بنانا سنت ہے'' جس کا یہ عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے ایسا شخص علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک خارج الاسلام تو نہ سمجھا جائے گا؟ اس پر کفر کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ اور کب سے شروع ہوا ہے؟ اگر سامنے آ جائے تو بنظر تحقیر یا تعظیم سے دیکھنا چاہئے؟

(الجواب) وہ جاہل خطاوار مجرم ہے۔ مگر اسے کافر نہ کہیں گے۔ تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کرے اس کی جانب دیکھنا بھی نہ چاہئے۔ اس کی ابتداء سنا جاتا ہے کہ امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔

(عرفان شریعت ج ا ص ۱۶)

(سوال) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) (۱) ناجائز ہے کہ وہ مناہی (منع کی ہوئی چیز) ومنکرات (خلاف شرع باتوں) سے مملو (پُر) ہوتے ہیں (عرفان شریعت ج ا ص ۱۶)

(۲) اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیات کا نام ہے۔ وہ قطعاً بدعت، ناجائز وحرام ہے۔

(رسالہ تعزیہ داری ص ۳)

(۱) محرم میں سیاہ اور سبز (ہرے) کپڑے علامت سوگ ہے اور سوگ حرام ہے (احکام شریعت ج ا ص ۹۰) مولوی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی نوری برکاتی کا فتویٰ:۔

تعزیہ بنانا بدعت ہے اس سے دبدبۂ اسلام نہیں ہو سکتا مال کا ضائع کرنا ہی اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۶۰)

مولوی ابوالعلی امجد علی اعظمی سنی حنفی قادری رضوی کا فتویٰ:۔

علم اور تعزیہ بنانے، پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں، ان کی منت سخت جہالت ہے۔

(بہار شریعت ج ۹ ص ۳۵)

مولوی محمد عرفان رضا خانی صاحب کا فتویٰ:۔ تعزیہ بنانا اور اس پر ہار پھول چڑھانا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ناجائز وحرام ہیں۔ (عرفان ہدایت ص ۹)

مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب سنی، حنفی، قادری بریلوی کا فتویٰ:۔

(الجواب) تعزیہ داری جس طرح رائج ہے متعدد معاصی (نافرمانی) ومنکرات (خلاف شرع باتوں) کا مجموعہ اور گناہ و ناجائز و بدعت شنیعہ و باعث عذاب الٰہی طریقۂ روافض ہے۔

اسے جائز نہیں کہے گا مگر بے علم، احکام شرع سے ناواقف! حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:۔ **کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار**۔ دوسری حدیث میں ہے:۔ **شر الامور محدثا تها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة** (کذا فی المشکوٰۃ) پس تعزیہ کا بنانے والا، رکھنے والا، اس میں دامے، درمے، قدمے مدد کرنے

والا، اس پر شیرینی چڑھانے والا، فاتحہ دینے والا سب گنہگار۔ مستحق عذاب نار کہ یہ سب باتیں بدعت و اعانت علی المعصیۃ ہیں اور وہ حرام۔ سخت عذاب کا باعث! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان! مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بدعت شنیعہ سے بموجب حدیث ایاکم ومحدثات الامور بچیں اور دور رہیں۔ اور کسی بھی طرح اس میں شرکت نہ کریں۔ (مجمع المسائل ج ا ص ۱۹۹)

پیارے بھائیوں اور بہنو! یہ علماء تو دیوبندی نہیں۔ اب تو اسلام کے بدنام کرنے سے باز آؤ۔ خلاف شرع امور کرتے رہیں گے تو آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے کیونکر حق دار ہوں گے شفیع المذنبین آقاء دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہے۔ "من ترک سنتی لم ینل شفاعتی" جوکوئی میرا طریقہ چھوڑ دے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ حوض کوثر پر ایک جماعت آئے گی جن کو میں پہچان لوں گا کہ یہ تو میرے ہیں! کہا جائے گا۔ آپ کو کیا خبر؟ آپ کے بعد انہوں نے کیسی کیسی بدعات ایجاد کی ہیں! میں کہوں گا دور ہو جاؤ! جس نے میرے بعد میرے طریقہ کے خلاف امور ایجاد کی ہیں! لیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفنتی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی.

(مشکوٰۃ ص ۴۸۷)

حق تعالیٰ ہم سب کو اتباع شریعت کی توفیق اور سید الانبیاء ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین۔ بجاہ النبی المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین!

یارسول اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۳۷) یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) یارسول اللہ کہنے میں بڑی تفصیل ہے بعض طریقے سے جائز اور بعض طریقے سے ناجائز ہے۔ بے شک رحمۃ للعالمین ﷺ حیات ہیں۔ قبر شریف کے پاس درود وسلام پڑھا جاتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں۔ اور کسی دور دراز مقام سے صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے تو فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں بالاسماء (بھیجنے والے کے نام کے ساتھ) پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی نائیاً ابلغته . یعنی جوکوئی میری قبر کے پاس سے درود بھیجتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں اور جوکوئی دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف مشکوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا۔ ص: ۸۶)

دوسری حدیث میں ہے:۔ ان اللہ ملئکة سیا حین فی الارض یبلغونی من امتی السلام مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا ص ۸۷.

خداتعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر کر دی ہے جو زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں اور میری امت کا صلوٰۃ وسلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

مطلب یہ کہ نزدیک ہو یا دور صحیح عقیدہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھتے وقت یارسول اللہ کہا جائے تو وہ جائز

ہے۔مگر یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ دور سے پڑھے ہوئے درود وسلام آپ ﷺ کو بذریعۂ فرشتہ پہنچائے جاتے ہیں خدا کی طرح بہ نفس نفیس سن لینے کا عقیدہ نہ رکھے۔

اسی طرح ''التحیات'' میں'' السلام علیک ایھا النبی '' کہہ کر سلام پہنچایا جاتا ہے۔اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔نیز قرآن پاک پڑھتے ہوقت '' یا ایھا المزمل '' عبارت کے طور پر پڑھا جاتا ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔اس کو حاضر وناظر کی دلیل بنالینا جہالت ہے۔نیز حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر فقط جوش محبت میں یارسول اللہ کہا جائے یہ بھی جائز ہے۔کبھی غایۂ محبت اور شدید غم کی حالت میں حاضر ناظر کے تصور کے بغیر غائب کے لئے لفظ ندا بولتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔کبھی صرف تخیل کے طریقہ کے ساتھ شاعرانہ وعاشقانہ خطاب کیا جاتا ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں (شعراء تو دیواروں اور کھنڈرات کو مخاطب بناتے ہیں۔یہ ایک محاورہ ہے۔حاضر وناظر وغیرہ کا کوئی عقیدہ یہاں نہیں ہوتا۔البتہ بدوں صلوٰۃ وسلام حاضر ناظر جان کر حاجت روائی کے لئے اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ یا علی یا غوث وغیرہ کہنا بے شک ناجائز اور ممنوع ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد۔ادعونی استجب لکم (سورۂ مومن) تم مجھے پکارو،میری عبادت کرو،میں تم سے غائب نہیں ہوں۔میں تمہارا کہنا اور پکارنا سنتا ہوں اور تمہاری درخواست وعبادت قبول کرتا ہوں۔
(تفسیر حقانی ج ۶ ص ۱۹۱)

نیز حدیث شریف میں ہے. قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعو اللہ نداً وھو خلقک. یعنی ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کون سا گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔اللہ کو پکارنے میں اور اس کی عبادت میں تو کسی کو شریک بنادے۔یعنی خدا کی طرح اور کو پکارے حالانکہ تجھ کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حاجت روائی کے لئے یا اللہ کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح دوسرے کو پکارے یہ بڑا گناہ ہے۔(مشکوٰۃ شریف۔مظاہر حق ج ا ص ۴۱)

لہذا نشست وبرخاست اور بوقت مصیبت یا اللہ کہہ کر اپنے خالق ومالک اور رزاق کو (جس کی شان ''علیٰ کل شیئی قدیراً'' اور '' بکل شیئی علیم'' ہے) پکار کر مدد مانگنی چاہئے۔اور تمام حوائج اسی کی بارگاہ میں پیش کرنے چاہئیں۔نہ یہ کہ یارسول اللہ،یا علی،یا غوث کہہ کر بالاستقلال حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کو پکارے اور ان کی خدمت میں حوائج کو پیش کرے۔یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم عبدالقادر جیلانی ؒ فرماتے ہیں:۔

اے مخاطب!میں تجھ کو مخلوق کے پاس دیکھ رہا ہوں نہ کہ خالق کے پاس!تو نفس اور مخلوق دونوں کا حق ادا کرتا ہے اور حق تعالیٰ کا حق ساقط کرتا ہے۔یہ نعمتیں جن میں تو غرق ہے۔تجھ کو کس نے دی ہیں؟ کیا خدا کے سوا کسی دوسرے نے دی ہیں؟ (الفتح الربانی م ۴۳ ص ۲۸۵)

نیز وہ فرماتے ہیں:۔ فلا تذھبن بھمتک الیٰ احد من خلقہ فی معافا تک فذالک اشراک منک بہ لا یملک معہ فی ملکہ احد شیئاً . لا ضار ولا نافع ولا جالب ولا مسقم ولا مبلی ولا معافی ولا مبری غیرہ!

(ترجمہ) بلا دفع کرانے کے لئے اپنی ہمت اور اپنی توجہ کسی مخلوق کے پاس مت لے جاؤ کہ یہ خداوند تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔کوئی شخص اس کے ساتھ اس کی ملک میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے، نہ نقصان و نفع پہنچانے والا، نہ ہٹانے والا، نہ بیمار و مبتلا کرنے والا۔ نہ صحت و نجات دینے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۵۹، ص ۱۵۰)

اور فرماتے ہیں:۔ فلیکن لک مسئول واحد و معطی واحد وھمة واحدة وھو ربک عزو جل الذی نواصی الملوک بیدہ وقلوب الخلق بیدہ التی ھی امراء الاجساد.

پس چاہئے کہ تمہارا مسئول (جس سے تم مانگو) وہ واحد ہو۔ عطا کرنے والا واحد ہو۔ ہمت اور توجہ واحد ہو (پراگندہ نہ ہو) اور وہ تیرا رب ہے (عزوجل) وہ رب کہ تمام بادشاہوں کے پیشانی کے بال اس کے دست قدرت میں ہیں۔ تمام مخلوق کے دل جو جسموں کے حاکم ہوتے ہیں اس کے قبضہ میں ہیں۔فتوح الغیب مقالہ ص ۵۸۔

خلاصہ یہ کہ خدا کے سوا کسی اور کے لئے چاہے نبی ہو یا ولی، حاظر و ناظر اور حاجت روا ہونے کا عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ حاضر و ناظر صرف خدا کی ذات ہے۔ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

''حق سبحانہ وتعالیٰ بر احوال جزوی وکلی او مطلع ست وحاضر و ناظر! شرم باید کرد!

یعنی خداوند قدوس بندوں کے تمام جزوی وکلی امور پر خبردار اور مطلع اور حاضر و ناظر ہیں! اس کے علاوہ کئی اور کے تصور سے ہمیں شرم کرنی چاہئے۔'' (مکتوب نمبر ۸ ۷ ج ا ص ۱۰۰)

" علی کل شیئی قدیر " اور " بکل شیئی محیط" " حاضر و ناظر " وغیرہ صرف اللہ پاک کے اوصاف ہیں ان میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت شاہ ہدایت اللہ نقشبندی جے پوریؒ فرماتے ہیں، خدا تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے کوئی اس کی ذات وصفات اور اس کے افعال میں کسی قسم کی شرکت نہیں رکھتا (معیار السلوک ص ۷) اسی لئے حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے استاد سلطان العارفین حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ''توشیح'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اشخاص وہ ہیں جو اپنے حوائج اور مصیبت کے وقت اولیاء و انبیاء کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی ارواح موجود ہیں ہماری پکار سنتی ہیں اور ہماری ضروریات کو خوب جانتی ہیں یہ بڑا شرک اور کھلی جہالت ہے۔ اور ملا حسین خباح ''مفتاح القلوب'' میں فرماتے ہیں:۔

واز کلمات کفرست نداء کردن اموات غائبانہ بگمان آں کہ حاضر اند مثل یارسول اللہ و یا عبدالقادر و مانند آں!

یعنی جو بزرگ وفات پا چکے ہیں ان کو ہر جگہ حاضر و ناظر گمان کر کے غائبانہ نداء کرنا جیسے یارسول اللہ، یا عبدالقادر وغیرہ، یہ کلمات کفریہ ہیں۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے:۔من قال ارواح المشائخ حاضرة یکفر. یعنی جو کوئی کہے کہ بزرگوں کی روحیں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں وہ کافر ہے۔ (ج ۳ ص ۳۲۶ مع فتاویٰ عالمگیری)

اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقائد باطلہ کے بارے میں یہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''انبیاء مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس وہر جا قدرت بر جمع مقدورات ثابت کنند۔''
انبیاء اور رسولوں کے لئے لوازم الوہیت جیسے کہ عالم الغیب ہونا اور ہر جگہ سے ہر ایک کی فریاد سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا الخ (یہ عیقدہ باطل ہے) (تفسیر فتح العزیز سورۂ بقرہ ص ۵۲)
بریلوی خیالات کے ایک بڑے عالم بھی مذکورہ بالا عقیدہ کے بارے میں واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:۔ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب جا (ہر جگہ) حاضر وناظر بجز خدائے عزاسمہٗ کے کوئی نہیں۔
(انوار البہیہ فی الاستعانۃ من خیر البریہ ص ۱۲۴)
غرض یہ کہ یارسول اللہ، یاغوث، وغیرہ اس عقیدہ سے کہنا کہ اللہ کی طرح یہ حضرات بھی ہر جگہ حاضر وناظر ہیں یا ہماری ہر پکار اور فریاد کو سنتے ہیں اور حاجت روا ہیں، جائز نہیں ہے! اگر اپنا یہ عقیدہ نہ ہو لیکن اوروں کا عقیدہ بگڑنے کا اندیشہ ہو تب بھی جائز نہیں ہے کہ ان کے سامنے ایسے کلمات کہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وعلمہ اتم واحکم!

اللھم ان ھذا الکتاب وسیلتی الیک وفی مغفرتک الوسعۃ حیلتی لدیک لا الہ الا انت سبحانک لبیک وسعدیک فاغفر اللھم ارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عامۃ ایاک نعبد وایاک نستعین ونتوکل علیک ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر وما علینا الا البلاغ المبین بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون .حٰمٓ الامر وجاء النصر فعلینا لا ینصرون وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

اے اللہ میں اس کتاب کو تجھ تک رسائی کا وسیلہ بناتا ہوں اور تیری وسیع مغفرت اور بخشش کے لئے بہانہ۔ تو ہی ہے میرا معبود، تیری ذات پاک ہے، میں تیری عبادت کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ اے اللہ تو امت محمدیہ ﷺ پر مہربانی فرما۔ پوری امت پر اپنی عام رحمت نازل کر۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ ہمارے ذمہ یہ ہے کہ واضح طور پر تیرا پیغام پہنچادیں۔ پیغام پہنچنے کے بعد وہی برباد ہوتے ہیں جو فاسق اور بدکردار ہوں پیغام کی طرف توجہ نہ کریں۔

حم الامر وجاء النصر فعلینا لا ینصرون .

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں حضرت محمد ﷺ پر جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔

بعد نماز عید مصافحہ ومعانقہ:

(سوال ۳۸) عید کی نماز کے بعد معانقہ ومصافحہ مسنون اور جائز ہے یا نہیں؟
(الجواب) عید کی نماز کے بعد ملنا اور معانقہ ومصافحہ کرنا کوئی امر مسنون نہیں ہے لوگوں کی اختراعات اور بدعات میں سے ہے۔ احادیث میں جہاں تک معلوم ہے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ غیوبت کے بعد مصافحہ اور طویل غیوبت پر معانقہ ثابت ہے۔ مگر عید کی نماز کے بعد ان کا ثبوت نہیں ہے۔ یہاں یہ حالت ہے کہ وہ رفقاء جو نماز میں شریک بلکہ برابر

کھڑے تھے سلام اور خطبہ کے بعد معانق ہوتے ہیں اور اس کو امر دینی سمجھتے ہیں اس لئے یہ غلط چیز ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ م ۹۶ ص ۳۰۷۔ ۳۰۸)

رسمی مجلس میلاد اور عرس میں شرکت: (سوال ۳۹) یہاں پر ایک صاحب کے یہاں عرس اور رسمی مجلس میلاد ہوتی رہتی ہے۔ بعض امور خلاف شرع ہوتے ہیں، تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ شرکت کروں یا نہیں؟ (الجواب) جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے اور چونکہ خلاف شرع ہوتا ہے۔ اس لئے اولا ان کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اگر یہ ممکن نہیں تو آپ ان کے ان افعال میں شرکت نہ فرمائیں۔ ہاں اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے آپ کی ایذا کے درپے ہوں گے یا تعصب وغیرہ میں پڑکر اس سے زائد گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے، یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازار گرم ہو جائے گا تو شریک ہونا جائز ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ م ۲۹ ص ۸۱)

یوم عاشوراء میں مسلمان کیا کریں؟ (سوال ۴۰) یوم عاشوراء کے متعلق شرع نے کیا حکم فرمایا ہے؟ مسلمان کو اس دن کیا کرنا چاہئے؟ (الجواب) اس دن کے متعلق شریعت نے خاص دو چیزیں بتلائی ہیں (۱) روزہ رکھنا (۲) اہل و عیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یوم عاشوراء کو اپنے بال بچوں پر کھانے پینے کی وسعت کی تو خدائے تعالیٰ پورے سال روزی میں اضافہ کریں گے۔ مصیبت اور صدمہ کے وقت استرجاع کا حکم ہے اور مذکورہ تاریخ میں ایک دردانگیز اور الم انگیز واقعہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پیش آیا اس کی یاد سے صدمہ ضرور ہوگا تو شریعت کے مذکورہ بالا حکم عام کے مطابق " انا للہ و انا الیہ راجعون " پڑھتا رہے اس کے علاوہ اس دن کے لئے اور کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟: (سوال ۴۱) دسویں محرم کا روزہ رکھے مگر ساتھ ساتھ نویں کا روزہ نہ رکھے تو کوئی حرج ہے؟ (الجواب) دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔ نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو گیارہویں کا رکھ لے ورنہ صرف دسویں کا روزہ مکروہ ہو جائے گا۔ و تنزیها کعاشوراً وحدهٗ (درمختار) ای منفرداعن التاسع او عن الحادی عشر (امداد) لانه تشبه باليهود (شامی ص ۱۱۴/۲/۱۰ ۱ مراقی الفلاح ص ۱۲۴) فقط

صوم عاشورا کی فضیلت کیا ہے؟: (سوال ۴۱/۱) دسویں محرم یعنی صوم عاشورہ کی فضیلت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے خداوند تعالیٰ سے امید ہے کہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا تو کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جائیں گے یا صرف صغیرہ۔ (الجواب) یہ ارشاد گرامی تو صغیرہ گناہوں کے بارے میں اطمینان اور یقین دلاتا ہے باقی گناہ کبیرہ کے معاف ہونے کی بھی خدا تعالیٰ سے امید رکھنی چاہئے مگر ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے بھروسہ پر گناہ کرنے لگے بلکہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور پاک باز بننے کی کوشش کریں تو یہ چیزیں مددگار ہونگی۔

ماہ ذیقعدہ کو منحوس سمجھنا کیسا ہے؟: (سوال ۴۲) ماہ ذی قعدہ کو خالی ماہ کہا جاتا ہے اور اس کو منحوس سمجھ کر لوگ رشتہ نکاح نہیں کرتے تو اس طرح سے اس کو منحوس کہنا کیسا ہے؟ (الجواب) ماہ ذی قعدہ بڑا ہی مبارک مہینہ ہے۔ یہ مہینہ 'اشہر حرم' یعنی حرمت اور عدل کا ایک مشہور مہینہ ہے۔ قرآن شریف میں اس کا بیان ہے " منها اربعة حرم " یعنی وہ (بارہ ماہ میں) چار ماہ عدل و عزت کے ہیں۔ (سورۂ توبہ) نیز یہ مہینہ " اشهر حج " (حج کے مہینوں) میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ الحج اشهر معلومات، یعنی حج کے مقرر مہینے ہیں۔ (سورۂ بقرہ) حج کے تین مہینے ہیں۔ شوال، ذی قعد اور ذی الحجہ احدیث شریف میں ہے۔ عن انس اعتمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع کلھن فی ذی القعدہ الخ ۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب المناسک ص ۲۲۱)
حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے چار عمرے کئے، اور وہ سب ذیقعدہ میں کئے، بجز اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔

جو ماہ بنظر قرآن عدل وعزت کا مہینہ ہو، اور اشہر حج کا ایک ماہ مبارک ہو اور جس میں آنحضرت ﷺ نے تین عمرے فرمائے ہوں ایسا مہینہ منحوس کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کو منحوس سمجھنا اور اس میں خطبہ رشتہ اور نکاح وغیرہ خوشی کے کاموں کو نامبارک ماننا جہالت اور مشرکانہ ذہنیت ہے اور اپنی طرف سے ایک جدید شریعت کی ایجاد ہے۔ ایسے ناپاک خیالات اور غیر اسلامی عقائد سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس ماہ مبارک کو نامبارک اور برکت سے خالی سمجھ کر ''خالی'' کہا جاتا ہے۔ یہ بھی جائز نہیں ہے۔ ذیقعدہ کہنا چاہئے خالی نہیں کہنا چاہئے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے نماز عشاء کو عشاء کے بجائے عتمہ کہنے کی ممانعت آئی ہے (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۹۹) ایسے ہی اس غلط نام کے استعمال کرنے میں بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ فقط۔

فرائض، واجبات، مسنونات اور مستحبات کس کو کہتے ہیں؟:

(سوال ۴۳) فرض، واجب، سنت مستحب، مکروہ، مباح، حرام ان کے معنی ومطلب کیا ہے؟
(الجواب) (۱) فرض، جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی اس کے ثبوت میں شک وشبہ نہ ہو، جیسے مثلاً قرآن شریف سے ثابت ہو، بلاعذر اس کا تارک فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اور فرضیت کا منکر کافر ہے۔

(ا) فرض عین۔ وہ ہے جس کی ادائیگی سب کے ذمہ ضروری ہو جیسے نماز پنجگانہ وغیرہ۔

(ب) فرض کفایہ:۔ وہ ہے جس کی ادائیگی تمام کے ذمہ نہیں، ایک دو کے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے جیسا کہ نماز جنازہ وغیرہ۔[1] (درمختار مع الشامی ج ۱)

(۲) واجب:۔ وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا تارک عذاب کا مستحق ہے اس کا منکر فاسق ہے کافر نہیں

(۳) سنت:۔ وہ کام جس کو نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اسکی تاکید کی ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سنت موکدہ (۲) سنت غیر موکدہ۔

(۱) سنت موکدہ وہ ہے: جس کو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلاعذر کبھی ترک نہ کیا ہو اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے۔ یعنی بلاعذر اس کا تارک گنہگار اور ترک کا عادی سخت گنہگار اور فاسق ہے اور شفاعت نبی ﷺ سے محروم رہے گا۔[2] (درمختار)

---

(۱) هی فرض عین علی کل مکلف بالا جماع قال فی الشامية تحت قوله علی کل مکلف ای بعينه ولذاسمی فرض عين بخلاف فرض کفايه فانه يجب علی جملة المکلفين کفاية بمعنی انه لو قام به بعضهم کفی عن الباقين والا اثموا کلهم ، درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۵۲ کتاب الصلوٰة)

(۲) کنسبة الواجب الی الفرض فيثبت به الواجب يعنی بظنی الثبوت وياثم بار تکابه کما يا ثم بترک الواجب ومثاله السنة المؤکدة (درمختار مع هامش شامی ج ۵ ص ۳۳۷ کتاب الحظر والاباحة)

اس کی بھی دو قسمیں ہیں :- سنت عین اور سنت کفایہ۔

(ا) سنت عین وہ ہے جس کی ادائیگی ہر مکلّف پر سنت ہے جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ۔

(ب) سنت کفایہ وہ ہے جس کی ادائیگی سب پر ضروری نہیں یعنی بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ محلّہ کی مسجد میں جماعت تراویح وغیرہ۔

السنة تكون سنة كفاية (قوله سنة عين) اى يسن لكل واحد من المكلفين بعينه وفيه اشارة الى ان السنة قد تكون سنة عين وسنة كفاية مثاله ما قالوا فى صلوٰة التراويح انها سنة عين وصلاتها بجماعة فى كل محلة سنة كفاية. (شامى ج ۱ ص ۵۰۲)

(ب) سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے اور صحابۂ کرام نے اکثر مرتبہ کیا ہو مگر کبھی کبھار بلا عذر ترک کیا ہو، اس کے کرنے میں بڑا ثواب ہے اور ترک کرنے میں گناہ نہیں اس کو سنت زوائد اور سنت عادیہ بھی کہتے ہیں۔ (شامی ج ا ص ۹۵)

(۴) مستحب وہ کام ہے جس کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے کبھی کیا ہو اور اس کو سلف صالحین نے پسند کیا ہو۔ (شامی ج ا ص ۱۱۵) اس کے کرنے میں ثواب ہے نہ کرنے میں گناہ بھی نہیں اس کو نفل مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ والنفل ومنه المندوب يثاب فاعله ولا يسيئى تاركه (شامی ج ا ص ۹۵)

(۵) حرام وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اس کا مرتکب فاسق اور مستحق عذاب ہے۔

(۶) مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو بلا عذر اس کا مرتکب گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔ اور اس کا منکر فاسق ہے۔ (شامی ج ۵ ص ۲۹۵)

(۷) مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کے ترک میں ثواب اور کرنے میں عذاب نہیں مگر ایک قسم کی قباحت ہے۔

(۸) مباح وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب نہیں اور ترک کرنے میں گناہ اور عذاب بھی نہیں [1] (شامی ج ۵ ص ۲۹۴) فقط

---

(۱) كل مكروه اى كراهة تحريم حرام اى كالحرام فى العقوبة بالنار عند محمد واما المكروه كراهة تنزيه فالى الحل اقرب اتفاقا وعندهما وهو الصحيح المختار الى الحرام اقرب فالمكروه تحريما نسبته الى الحرام كنسبة الواجب الى الفرض فيثبت به الواجب يعنى بظنى الثبوت ويأ ثم بارتكابه كما يأثم بترك الواجب قال فى الشامية تحت قوله نسبته اى من حيث الثبوت ...... بيان ذلك ان الا دلة السمعية اربعة . الا ول قطعى الثبوت والدلا لة كنصوص القرآن المفسرة اوالمحكمة والسنة المتو اترة التى مفهومها قطعى، الثانى قطعى الثبوت ظنى الد لا لة كالآيات المؤ ولة . الثالث عكسه كأخبار الأحاد التى مفهو مها قطى الرابع ظنيهما كأخبار التى مفهومها ظنى . فبا لا ول يثبت الا فتراض والتحريم وبالثانى والثالث الا يجاب وكراهة التحريم و بالرابع يثبت السنية و الاستحباب . د رمختار مع الشامى حظر والا باحة ج .٦ ص ٣٣٧.

ماہ محرم میں شادی کرے یا نہیں؟:

(سوال ۴۴) ہمارے یہاں ماہ محرم میں شادی کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اس کو ماتم اور سوگ کا مہینہ کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ماہ محرم کو ماتم اور سوگ کا مہینہ قرار دینا جائز نہیں، حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ عورتوں کو ان کے خویش و اقارب کی وفات پر تین دن ماتم اور سوگ کرنے کی اجازت ہے اور اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منانا ضروری ہے۔ دوسرا کسی کی وفات پر تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں، حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

" لا یحل لامرأ ۃ تؤ من با للہ و الیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الا علی زو ج اربعۃ اشھر وعشراً ."

ترجمہ:۔ جو عورت خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی کی موت پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے۔ مگر شوہر اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ (بخاری باب تحد المتوفی عنھا اربعۃ اشھر وعشرا الخ ص ۸۰۳ ج ۲ پ ۲۲) (مسلم باب وجوب الا حداد فی عدۃ الوفات الخ ص ۴۹۲ ج ۱) مشکوٰۃ باب العدۃ . الفصل الاول . ص ۲۸۸)

ماہ مبارک محرم میں شادی وغیرہ کرنا مبارک اور ناجائز سمجھنا سخت گناہ اور اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہو۔ اعتقاداً یا عملاً ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ روافض اور شیعہ سے پوری احتیاط برتیں۔ ان کی رسومات سے علیحدہ رہیں۔ ان میں شرکت حرام ہے۔

"مالا بدمنہ" میں ہے۔ "مسلم را تشبہ بہ کفار وفساق حرام ہے۔" یعنی مسلمانوں کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنی حرام ہے۔ (ص ۱۳۱)

ماہ مبارک میں شادی وغیرہ کے بارے میں دیوبندی اور بریلوی میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ پڑھئے۔

(سوال ۱) بعض سنی جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر میں روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ (۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔ (۳) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ (احکام شریعت ص ۹۰ ج ۱) مصنفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایصال ثواب کے کھانے پر فاتحہ خوانی:

(سوال ۴۵) ہمارے یہاں ایصال کا کھانا غرباء ومساکین کے سامنے رکھ کر ایک بار سورۂ فاتحہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں۔ اس کے بعد کھانا کھایا جاتا ہے تو کیا شرعاً اس کا ثبوت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایصال ثواب کے کھانے پر فاتحہ خوانی کا یہ طریقہ بے اصل اور بلا دلیل ہے اور بدعت ہے۔اس کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ موضوع (من گھڑت اور بناوٹی) ہے فتاویٰ سمر قندی میں ہے۔ قرائۃ الفاتحۃ و الاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ .فقط واللہ اعلم بالصواب

عرس میں قوالی کو ثواب کا باعث سمجھنا کیسا؟:

(سوال ۴۶) بزرگوں کے مزارات پر عرس کے وقت قوالی ہوتی ہے اس کو ثواب کا باعث سمجھتے ہیں۔اس کی کیا اصل ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مزارات پر قوالی ایک ڈھونگ اور ناجائز حرکت ہے۔اس سے بزرگان دین کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جماعت رضا خانی کے پیشوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

''حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے) حضرت سید ابراہیم امیرجیؒ باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ایک صاحب صالحین میں سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلئے۔حضرت سید ابراہیم امیرجیؒ نے فرمایا۔تم جانتے ہو۔مواجہ اقدس میں حاضر ہو...... اگر حضرت راضی ہوں تو میں ابھی چلتا ہوں۔انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں۔اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔'' این بد بختان وقت مارا پریشان کردہ اند''۔

(ترجمہ): ان بدنصیبوں نے ہمارا وقت برباد کر دیا۔یاد حق کی مشغولیت میں فرق آ گیا اور خلل پڑ گیا) وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔فرمایا۔آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات ص۹۰ ج۔۱) (مصنف مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

میت کے گھر ختم قرآن کے لئے اجتماع اور شیرینی:

(سوال ۴۷) ہمارے گجرات کے اکثر خطوں میں رواج ہے کہ میت کے انتقال کے بعد ختم قرآن مجید ایام متعینہ میں ہوتا ہے۔مثلاً تین روز بعد یا چالیس روز بعد، یا جو بھی انہوں نے متعین کیا ہے۔اور قرآن خوانی کے بعد پڑھنے والوں کو کچھ شیرینی یا کچھ رقم دی جاتی ہے۔تو گذارش یہ ہے کہ قرآن خوانی کا یہ رواج کیسا ہے؟ اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ اور بعد خواندن جو چیزیں دی جاتی ہیں اس کا لینا بھی جائز ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) خیر القرون میں ایصال ثواب کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ خاص خاص دنوں اور متعینہ تاریخوں میں میت کے گھر قرآن پڑھتے ہوں اور ختم قرآن کے لئے حفاظ وقراء دعوت دے کر جمع کئے جاتے ہوں اور رقم یا شیرینی تقسیم ہوتی ہو ۔''و من المحال ان یکون شیئی منها مشروعاً وعملاً صالحاً ویصرف عنه القرون الثلثة التی شهد فیهم النبی صلی اللہ علیه وسلم بالصدق والعدل ویظفر به الخلف الذین شهد فیهم النبی صلی اللہ علیه وسلم بالکذب والفسق ۔یعنی:۔اور محال ہے کہ ان میں سے کوئی مشروع (جائز) اور عمل نیک ہو اور قرون ثلثہ اس سے خالی

گذر جائیں۔جن کی نسبت نبی کریم ﷺ نے صدق اور عدل کی گواہی دی ہے اور اس پر وہ پچھلے لوگ عمل کریں۔جس کی نسبت حضور ﷺ نے کذب اور فسق کی شہادت دی ہے۔(مجالس الابرار ص ۱۱۹)

پس یہ طریقہ مروجہ بدعت اور مکروہ ہے ویکرہ اتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم ولقرأۃ سورۃ انعام او الا خلاص . ترجمہ:۔اور قرآن خوانی کے لئے دعوت دینا اور نیک لوگوں اور قاریوں کو ختم قرآن کے لئے یا سورہ اخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے (فتاویٰ البزازیہ مع الہندیہ ج:۱ص:۸۱۔الخامس والعشرون فی الجنائز) اور شرح سفر السعادۃ میں ہے۔وعادت نبود کہ برائے میت درغیر وقت نماز جنازہ جمع شوند و قرآن خوانند نہ برسر گورونہ غیر آن وایں مجموع بدعت است ومکروہ۔ترجمہ:۔خیر القرون میں یہ دستور نہیں تھا کہ میت کے لئے نماز جنازہ کے سواء اور کسی وقت لوگ جمع ہوتے ہوں اور قرآن کریم پڑھتے ہوں۔اور ختم قرآن کرتے ہوں نہ قبر پر اور نہ کسی اور جگہ پر اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے۔(ص ۲۷۳)

علاوہ ازیں پڑھنے والے لوجہ اللہ نہیں پڑھتے (طمع یا خوف مہتمم کی وجہ سے جاتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتو وہ ہرگز نہ جاویں) نہ پڑھانے والوں کی نیت درست ہوتی ہے۔نام ونمود کے لئے اور طعنہ و تشنیع سے بچنے کی غرض سے وہ کرتے ہیں۔یا رسم کی پابندی مقصود ہوتی ہے۔اس لئے بھی اس رسم سے احتراز لازم ہے۔" وقال ھذہ الا فعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لا نھم لا یزیدون بھا وجہ اللہ تعالی ۱ ھ " (شامی ص ۸۴۲ ج ۱ . جنائز . مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت)

اور قرآن پاک پڑھنے پر نقد لینے دینے اور شیرینی وغیرہ کھلانے کا التزام اور عادت بھی منع اور مکروہ ہے اور بقاعدہ "المعروف کالمشروط" اجرت ہی کے مانند ہے۔"ثم انہ یا خذ علی قراءتہ اجراً من اولیاء المیت کانہ اجیر لھم لان المعتاد کا المعقود وانہ بدعۃ اخری ظلمات بعضھا فوق بعض (نصاب الا حتساب قلمی . ص ۳۸) اور "شامی" میں ہے۔الحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لا جل الا کل یکرہ (ص ۸۴۲ ج احوالہ بالا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جنازہ اٹھاتے وقت اور قبرستان کے باہر اسی طرح میت کے گھر آ کر فاتحہ خوانی کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۸) جنازہ اٹھاتے وقت فاتحہ خوانی (دعا مانگنا) گھر سے نکلتے وقت اور قبرستان میں نماز جنازہ کے بعد دفنانے کے بعد قبرستان کے باہر اور میت کے مکان واپس لوٹ کر فاتحہ خوانی صحیح ہے یا نہیں؟ براہ کرم میت کے لئے فاتحہ کا شرعی طریقہ واضح فرمائیں۔

(الجواب) جنازہ اٹھاتے وقت اور نماز جنازہ پڑھنے کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں اس وقت فاتحہ خوانی کا دستور مکروہ اور قابل ترک ہے۔کرہ ان یقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ ویدعوا للمیت ویرفع صوتہ (فتاوی عالمگیری ص ۳۱۹ ج ۵ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح والقراءۃ الخ) اس طرح بعد نماز جنازہ متصلاً بالاجتماع فاتحہ خوانی کا دستور بھی غلط ہے اور مکروہ ہے۔نماز جنازہ دعا ہی تو ہے۔اس کے بعد فوراً دعا کرنا

پہلی دعا کو نا کافی قرار دینا ہے۔ اس لئے گیارہ سو سال پہلے سے (یعنی جب سے اس طرح کی باتیں شروع ہوئیں ،فقہائے کرام اس کو ممنوع اور مکروہ فرماتے آئے ہیں ۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابو بکر بن حامدؒ فرماتے ہیں۔ ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ (فتاویٰ برجندی ص ۱۸۰ ج ۱) اور امام طاہر ابن احمد بخاری سرخسی (المتوفی ۵۴۲ھ) فرماتے ہیں۔ لا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القرأن لا جل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلھا (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۵ ج ۱)

اسی طرح قبرستان کے باہر اور مکان پر جا کر فاتحہ خوانی کا دستور خلاف سنت ہے۔ ویکرہ الاجتماع عند صاحب المیت ویکرہ لہ الجلوس فی بیتہ حتی یأتی الیہ من یعزی بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ولیشتغل الناس با مورھم وصاحب المیت بامرہ .

(کتاب الجنائز مع ردالمحتار ص ۸۴۱-۸۴۲ ج ۱ ۔ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت)

البتہ میت کو دفنانے کے بعد قبر پر کچھ دیر تک دعاء کرنا اور پڑھ کر بخشنا ثابت ہے۔ اور مسنون ہے۔ وعن عمرو بن العاصؓ قال لا بنہ ھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نارا فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور و یقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی . رواہ مسلم .

(مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت ص ۱۴۹ اور کتاب الاذکار امام نوویؒ ص ۲۱۱)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن العاصؓ پر موت کے آثار طاری تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی ۔ جب میں مر جاؤں تو نہ کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ ہو اور نہ آگ ۔ پھر جب تم مجھ کو دفن کر چکو تو میرے اوپر مٹی بہا دو (یعنی آہستہ آہستہ مٹی ڈال کر قبر کو پاٹ دو) پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرے رہو۔ جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (تقریباً ایک گھنٹہ) تاکہ مجھے تم لوگوں کے ذریعہ انسیت رہے اور میں جان جاؤں کہ میں اپنے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عاشوراء کے دن مسجد میں جمع ہو کر نوافل پڑھنا:

(سوال ۴۹) ہمارے یہاں (ملاوی، سنٹرل افریقہ میں) عرصہ دراز سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ دسویں محرم الحرام کے ایک دن پہلے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ کل آٹھ بجے نفل نماز پڑھی جائے گی ، چنانچہ عاشوراء کے روز شہر کے لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو کر تنہا تنہا نماز پڑھتے ہیں اور امام مسجد اعلان کرتا ہے کہ دو رکعت حضور اکرم ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے اور دو رکعت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایصال ثواب کے لئے اسی طرح چاروں خلفاءؓ اور امام حسینؓ کے ایصال ثواب کے نیت سے نوافل پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟ مع دلائل جواب تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) دسویں محرم کو (عاشوراء کے دن) اعلان اور مظاہرہ کے ساتھ مسجد میں نوافل پڑھنے کا اہتمام والتزام (جس طرح سوال میں مذکور ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے عمل اور فرمان سے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اجمعین، تابعین، تبع تابعین وائمہ دین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے، یہ طریقہ ممنوع اور لائق ترک ہے کہ نوایجاد اور خلاف سنت ہے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

پرہیز گاری و پارسائی، سچائی وصفائی میں کوشش کئے جا، لیکن نبی کریم ﷺ کے طریقہ سے آگے بڑھنے کی کوشس نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے جیسا اور جس قدر کیا ہے ویسا اور اسی قدر کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر، زیادتی کرنا شریعت میں اضافہ اور اصلاح کرنے کے مانند ہے، اور یہ مذموم اور بدعت ہے اور شرک فی النبوۃ ہے، نوافل پڑھنے میں کوئی اختلاف اور اعتراض کی بات نہیں ہے مگر پڑھنے کا طریقہ اور مسجد میں اجتماع کا اہتمام اور التزام قابل اعتراض ہے۔

چاشت کی نماز احادیث سے ثابت ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ اس کے لئے لوگ مسجد میں جمع ہونے کا اہتمام کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ طریقہ بدعت ہے، بخاری شریف میں ہے **عن مجاهد قال دخلت انا و عروة ابن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون فى المسجد صلوٰة الضحىٰ قال فسئلناه عن صلوتهم فقال بدعة.**

(بخاری شریف ج۱ ص۲۳۸ فی اول ابواب العمرۃ) (زاد المعاد ج۱ ص۹۵)

علامہ نووی فرماتے ہیں۔ **واما ما صح عن ابن عمر رضى الله عنه قال فى الضحىٰ هى بدعة فمحمول على ان صلوتها فى المسجد والتظاهر بها كما كانوا يفعلونه بدعة لان اصلها فى البيوت** (نووی شرح مسلم باب استحباب صلوٰۃ الضحٰی اقلھا رکعتان ج۱ ص۲۴۹) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۳ ص۲۰۵)

اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ **ان كان ولا بد ففى بيوتكم** اگر تم کو چاشت کی نماز پڑھنے کا شوق ہی ہے تو اپنے مکان میں پڑھو۔ (فتح الباری ج۳ ص۴۳)

دیکھئے! جلیل القدر صحابی مجتمع ہو کر نوافل پڑھنے کو بدعت قرار دے رہے ہیں اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک دور میں یہ طریقہ نہیں تھا، اسی طرح عاشورہ کے دن آپ کے یہاں مجتمع ہو کر نوافل پڑھنے کا جو دستور بنالیا ہے اس کا صحیح ثبوت نہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں ملتا ہے نہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تابعین نہ تبع تابعین اور نہ ائمہ دین کے زمانہ میں، اس لئے اس کے قابل ترک ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہذا اس میں شرکت نہ کی جائے۔

انہی وجوہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ شب برأت، عیدین رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں اور ذی الحجہ کے عشرۂ اولی کی دس راتوں میں اور نصف شعبان کے رات کو عبادت کے لئے جاگنا مستحب ہے مگر اس کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے، بحر الرائق میں ہے **ومن المندوبات احياء ليالى العشر من رمضان وليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الاحاديث. الى قوله . ولكن يكره الا جتماع على احياء ليلة من هذه الليالى فى المساجد.**

(البحر الرائق ج۲ ص۵۲ باب الوتر والنوافل)

اسی طرح عاشوراء کے دن یا رات کو اپنے اپنے مکانوں میں عبادت اور نوافل وغیرہ ذکر واذکار میں مشغول رہیں مساجد میں اعلان ومظاہرہ کے ساتھ نوافل کا اہتمام والتزام ممنوع ومکروہ ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا:

(سوال ۵۰) جب جنازے کو لے کر چلتے ہیں تو آگے آگے چند آدمی بلند آواز سے کلمۂ طیبہ اور دوسرے دعائیہ الفاظ مثلاً اغفرلی، یاغفور پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ قبرستان تک رہتا ہے، اس طرح بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح جنازہ کی نماز کے بعد فاتحہ پڑھنا اور دفن کے بعد اور پھر چند قدم چل کر اور میت کے گھر واپس آکر فاتحہ پڑھنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جنازے کے ساتھ ذکر خفی کی اجازت ہے، زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں، مکروہ ہے لہذا جنازے کے آگے چند آدمیوں کا آواز ملا کر بلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے عن قیس بن عبادۃ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون الصوت عند ثلاث. الجنائز والقتال والذکر .(البحر الرائق ج۵ص ۷۶ کتاب السیر)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقرائۃ القرآن وقولھم کل حیی لا یموت ونحو ذلک خلف الجناز ۃ بدعۃ (فتاویٰ سراجیہ ص۲۳)(ھکذا فی مراقی الفلاح ص ۱۱۸)(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکرو قرائۃ القرآن کذافی شرح الطحاوی وان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان (ج ۱ ص ۱۰۴ عالمگیری جنائز الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ) البحر الرائق میں ہے ویکرہ رفع الصوت بالذکرو قرأۃ القرآن وغیر ھما فی الجنازۃ والکراھۃ فیھما کراھۃ تحریم . الیٰ قولہ. وفی الظھیریۃ فان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل ھو یمشی معھا استغفرو اللہ غفر لھم اللہ (البحر الرائق ج۲ ص ۱۹۲ کتاب الجنائز)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنازہ کے ساتھ دل دل میں اللہ کا ذکر کیا جائے، جہراً ذکر کرنا مکروہ ہے اور بحر الرائق کی عبادت میں تصریح ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے۔

جنازہ کی نماز بذاتہ اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اس کے بعد دوسری اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے چلتے چلتے فرادیٰ فرادیٰ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں، جنازہ روک کر اجتماعی دعاء کا رواج خلاف سنت اور مکروہ ہے لا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لا جل المیت بعد صلوۃ الجنازۃ وقبلھا یعنی نماز جنازہ کے بعد اور اس سے پہلے قرآن شریف پڑھ کر میت کے لئے کھڑے ہو کر دعا نہ کرنا چاہئے۔(خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۵) مزید تفصیل کیلئے کتاب الجنائز

دفن سے فارغ ہو کر میت کے لئے کچھ دیر تک مغفرت کی دعاء کرنا اور قرآن وغیرہ پڑھ کر بخشنا مسنون اور مستحب ہے، حضور پاک ﷺ کے قول اور عمل سے ثابت ہے، سنن ابوداؤد میں ہے۔ **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسألوا اللہ لہ التثبت فانہ الآن یسئل وکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتھا وروی ان عمرو بن العاص قال وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نارا فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی . جوھرۃ** (شامی ج ۱ ص ۸۳۸ مطلب فی دفن المیت)

تدفین کے بعد چند قدم چل کر دعا کرنے کا رواج اور میت کے گھر دعا کرنے کے لئے جمع ہونے کا دستور خلاف سنت ہے، شامی میں ہے۔ **بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا و یشتغل الناس باموروھم وصاحب البیت بامرہ الخ** (شامی ج ۱ ص ۸۴۲ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حول قبر کی نماز:

(**سوال ۱۵**) ہمارے محلّہ میں گزشتہ کل ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اور دن کے وقت ان کو سپرد خاک کیا گیا مغرب کے بعد ان کے رشتے دار آئے اور امام کو کہنے لگے کہ آپ مرحوم کے لئے "حول قبر کی نماز" پڑھائیے، امام نے کہا کہ حول قبر کی نماز کیا ہے میں نہیں جانتا میں نے کبھی یہ نماز نہ پڑھی ہے نہ پڑھائی ہے نہ کسی جگہ آج تک "حول قبر کی نماز" کا نام سنا ہے تو کہنے لگے کہ حول قبر کی نماز یہ ہے کہ دو رکعت کی نیت کرو پہلی رکعت میں گیارہ مرتبہ **الھٰکم التکاثر** اور دوسری رکعت میں گیارہ مرتبہ **قل ھو اللہ احد** پڑھو اور سلام پھیرنے کے بعد میت کو اس کا ثواب پہنچادو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شریعت میں اس نماز کا ثبوت ہے؟ حضور ﷺ یا صحابہ کرام نے یہ نماز پڑھی ہے؟ بینوا توجروا۔

(**الجواب**) حول قبر کی نماز با جماعت آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام سے منقول نہیں ہے اس کو مسنون سمجھنا اور شرعی حکم بتانا اپنی طرف سے شریعت میں اضافہ کرنے کے مرادف ہے وہی عمل قابل قبول اور میت کے لئے مفید اور باعث ثواب ہوسکتا ہے جو سنت کے موافق ہو، حدیث شریف میں ہے **والقول والعمل لا تقبل مالم توافق السنۃ** . یعنی۔ قول، عمل اور نیت اسی وقت درست اور قابل قبول ہوتے ہیں جب سنت کے موافق کئے جائیں۔ (تلبیس ابلیس ص ۹)

ولی کامل حضرت احمد بن الواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ **من عمل عملاً بلا اتباع سنۃ فبا طل عملہ** جو عمل بھی سنت کے مطابق نہ کیا جائے وہ باطل اور بیکار ہے (خدا کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں)۔

(کتاب الاعتصام ج ۱ ص ۶۸)

پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **لا یقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابۃ السنۃ** کوئی قول بلا عمل کے اور کوئی عمل بلا اخلاص کے اور بلا اتباع سنت کے قبولیت کے قابل نہیں ہوسکتا۔ (فتح ربانی ص ۱۴ مجلس نمبر ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرشد کے پاس رمضان گذارنا:

(سوال ۵۲) رمضان المبارک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم (نور اللہ مرقدہ) اپنے خلفاء اور خاص خاص مریدین کو سہارنپور میں جمع کرتے ہیں اور پورا رمضان اعتکاف میں گذارتے ہیں، ذکر ومراقبہ میں مشغول رکھتے ہیں کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ ایک اردو ماہنامہ میں اس پر سخت تنقید کی گئی ہے اس لئے وضاحت ضروری ہے۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) مرشد اپنے مریدین کو اپنے پاس بلا کر رکھتے ہیں اس کا مقصود تعلیم وتربیت اور اصلاح نفس ہوتا ہے کہ مریدین مرشد کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کریں، دل میں جلا (نور) پیدا کریں اور یقین کو مضبوط بنائیں اپنے نفس کو رذائل سے پاک کریں اور مرشد ان پر نگرانی رکھے اور خصوصی توجہ فرمائے، یہ مریدین کی تعلیم وتربیت کا خاص طریقہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کا بھی یہ عمل رہا ہے، آپ فرماتے ہیں، درآں ہنگام بزرگان بسیار اولیائے بسیار از یاران والد ماجد معتکف بودند یعنی۔ اس زمانہ میں بہت سے بزرگ اور بہت سے اولیا والد ماجد کے رفقاء میں سے مسجد میں معتکف ہوتے تھے (ملفوظات) اور حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے بعض مخصوص مسترشدین اور مریدین کو رمضان المبارک میں اپنے پاس بلانے کی کوشش بھی فرماتے چنانچہ شاہ ابوسعید کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر گرمی ہوا بہم رسد اینجا تشریف آوردہ اینجا رمضان گذارند۔ اگر دل چاہے اور اشتیاق ہو تو رمضان ہمارے پاس آ کر گذاریں۔ (الامام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ص ۱۸۴ مطبوعہ کانپور)

الحاصل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم ومدت فیوضہم (نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہ) کا عمل بدعت نہیں ہے، تعلیم میں جو طریقہ استاذ ومرشد کے تجربہ میں نفع بخش ہو حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کو اختیار کیا جاسکتا ہے لہذا اس طریقہ پر تنقید کرنا مناسب نہیں بے جا ہے۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱۔ رمضان المبارک ص ۱۳۹۷ھ

اذان علی القبر بدعت ہے:

(سوال ۵۳) رضاخانی جماعت کے لوگ تدفین کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے، مردہ اس کی شرارت سے محفوظ رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) حامدا ومصلیا ومسلما۔ قبر پر اذان دینا بے اصل ہے آنحضرت ﷺ اور آپ کے جانشین خلفائے راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداؤدؒ وغیرہ رحمہم اللہ سے ثابت نہیں، یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک طریقہ کے موافق نہیں، بدعت مخترعہ اور واجب الترک ہے آنحضرت ﷺ اور صحابہ

کرام کے دور میں ہزاروں اور سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ اور تابعین کی وفات ہوئی وہ حضرات اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے مردوں کو دفناتے تھے، عذاب قبر اور شیطانی شرارتوں سے واقف تھے مگر کسی کی قبر پر اذان دی گئی ہو اس کا ثبوت نہیں کیا وہ حضرات اپنے مردوں کے خیر خواہ نہ تھے؟ جب آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قبر پر اذان نہیں دی تو اب کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قبر پر اذان دے اور اس کو شرعی حکم بتلائے اس نئے طریقہ کو جاری کرنا تو یا آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک طریقہ کو ناقص سمجھنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے من احدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری شریف باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود ج ۱ ص ۳۷۱، صحیح مسلم شریف باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور ج ۲ ص ۷۷)

مسلم شریف میں ایک اور حدیث ہے من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد جو شخص ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد اور باطل ہے (مسلم شریف ج ۲ ص ۷۷ ایضاً)

ابوداؤد شریف میں ہے من صنع امراً علی غیر امرنا فهو رد . جس نے ہمارے عمل کے خلاف کوئی کام کیا وہ مردود ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۸۷ باب لزوم السنۃ)

دوسری ایک حدیث میں ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة.

ترجمہ:۔ تم میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرو اور اس کو مضبوطی سے پکڑو اور دانتوں سے مضبوط دبائے رکھو اور نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے گریز کرو اس لئے کہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (مشکوۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ابوداؤد شریف باب لزوم السنۃ ج ۲ ص ۲۸۷، ترمذی شریف باب الأخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ۔ ج ۲ ص ۹۲، ابن ماجہ ص ۵)

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم ۔تم ہمارے نقش قدم پر چلو اور بدعات ایجاد نہ کرو تمہارے لئے ہماری اتباع ہی کافی ہے۔ (کتاب الاعتصام ج ۱ ص ۵۴)

مشہور و معروف صحابی حضرت حذیفہؓ کا فرمان ہے کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا تعبدوها ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے نہیں کی وہ تم بھی نہ کرو (کتاب الاعتصام ج ۳ ص ۳۱۰)

اسی بنا پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں واما اهل السنة والجماعة فیقولون کل فعل وقول لم یثبت عن الصحابة فهو بدعة لانه لو کان خیراً لسبقونا الیه لانهم لم یترکوا خصلةً من خصال الخیر الا وقد بادروا الیها یعنی ۔اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ جو قول اور فعل رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے کیونکہ اگر اس کام میں خیر ہوتی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کار خیر کو ہم سے پہلے ضرور کرتے اس

لئے کہ انہوں نے کسی عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے ہیں۔
(بحوالہ المنہاج الواضح ص ۶۶)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں۔" جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اس کو نیک کام سمجھا تو اس نے آنحضرت ﷺ کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خائن اور کوتاہی کرنے والا ٹھیرایا چونکہ ارشاد خداوندی ہے "الیوم اکملت لکم دینکم "آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا لہذا جو کام آپ کے مبارک زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا (الاعتصام ج ا ص ۴۵)

اسی لئے عید کی نماز اور خطبہ کے وقت اذان اور جماعت کے وقت اقامت نہیں کہی جاتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اذان عید وا قامت دین کے اندر نہیں تھی اسی طرح قبر پر اذان دینا بھی دین میں شامل نہیں قطعاً بدعت ہے کیونکہ سنت سے ثابت نہیں۔اور کسی ایک صحابی کی قبر پر اذان دینا بھی دین میں شامل نہیں قطعاً بدعت ہے کیونکہ سنت سے ثابت نہیں۔اور کسی ایک صحابی کی قبر پر اذان دی گئی ہو اس کا ثبوت نہیں۔

میت کے مغفرت کے لئے نماز جنازہ ہے اور اس کو قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہنا ہے اور جو لوگ میت کی تدفین میں حاضر ہیں ان کے واسطے تین لپیں (مٹھی) مٹی ڈالنا مستحب ہے پہلی بار منھا خلقنا کم اور دوسری بار وفیھا نعید کم اور تیسری بار ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ کہنا ہے، اور تدفین کے بعد اس کے سرہانے) سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں (الم سے مفلحون تک) اور پائینتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (آمن الرسول سے آخر تک) پڑھنا ہے اور میت کے لئے مغفرت، ثابت قدمی اور منکر نکیر کے سوال کے جواب کی آسانی اور عذاب قبر سے نجات کے لئے دعا کرنا ہے اور جو میت کے قریبی رشتے دار اور تعلق والے ہیں ان کے واسطے مستحب یہ ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد مزید قبر کے پاس اتنا وقت ٹھہریں جتنا وقت ایک اونٹ ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتا ہے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہوگا اور منکر نکیر کے جواب دینے میں وحشت (گھبراہٹ) نہیں ہوگی، اور وہاں ٹھہر کر قرآن پڑھتے رہیں اور میت کے لئے دعاء اور استغفار کرتے رہیں، یہ سب باتیں تو احادیث سے ثابت ہیں اور مامور بہ ہیں (مگر اذان علی القبر کا کہیں ذکر اور ثبوت نہیں)

ملاحظہ ہو کتاب الاذکار میں ہے باب ما یقول بعد الدفن. السنة لمن کان علی الق[illegible]ان یحثی ثلاث حثیات بیدیه جمیعا من قبل رأسه قال جماعة من اصحابنا یستحب ا[illegible]رن فی الحثیة الاولی منها خلقنا کم وفی الثانیة وفیها نعید کم وفی الثالثة ومنها نخرجکم تارة اخری ' (تدفین کے بعد کیا کہے...... جو شخص بوقت تدفین موجود ہو تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ مردہ کے سر کی طرف سے تین لپیں مٹی ڈالے، ہمارے فقہاء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پہلی لپ ڈالتے وقت منھا خلقنا کم اور دوسری لپ ڈالتے وقت وفیھا نعید کم اور تیسری لپ ڈالتے وقت ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ کہے۔
(کتاب الاذکار ص ۹۲ امام نوویؒ)

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن عبداللہ بن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول اذا مات أحدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة

البقرۃ (حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے مت روکے رکھو اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرو اور اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اس کے پائینتی سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھی جائیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹ باب دفن المیت)

تدفین کے بعد انفرادی و اجتماعی طور پر میت کے لئے دعاء مغفرت کرنے اور منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدمی کے لئے دعا کرنے کی ترغیب ہے ابوداؤد شریف میں ہے۔ حضور ﷺ تدفین سے فراغت کے بعد قبر کے قریب کھڑے ہو کر فرماتے استغفروا لاخیکم واسئالوا له التثبیت. تم اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور خدا تعالیٰ سے اس کے لئے (سوال و جواب میں توحید پر) ثابت قدم رہنے) کی دعاء کرو۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۰۳)

اسی طرح تدفین کے بعد دیر تک ٹھہرنے اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں میت کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا ثبوت اور ترغیب ہے، کتب احادیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو جائے تو جنازہ میں نوحہ کرنے والی عورت اور آگ نہ ہو (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا) اور جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر مٹی ڈالنا اور پھر میری قبر کے اردگرد (ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہوئے) اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے کہ مجھے تمہاری وجہ سے ہمت اور انس رہے اور اپنے پروردگار کے فرشتوں کو بلا وحشت جواب دے سکوں (حضرت عمر ابن العاص ؓ نے یہ وصیت نہیں فرمائی کہ میری قبر پر (اذان دینا) عن عمرو بن العاص قال لا بنه وهو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولا نارا فاذ ادفنتمو نی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیمو احول قبری قدر ما ینحر جزو رویقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم ما ذا اراجع رسل ربی رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹ باب دفن المیت)

اور کتاب الاذکار میں ہے ویستحب ان یقعد عنده بعد الفراغ ساعة قدر ما ینحر جزو رو یقسم لحمها ویشتغل القاعدون بتلاوة القرآن و الدعاء للمیت (کتاب الاذکار ص ۹۲)

ملاحظہ کیجئے مندرجہ بالا حوالجات میں قبل از تدفین اور بعد از تدفین جو جو باتیں مسنون ہیں ان کو مفصل بیان کیا گیا ہے مگر کسی جگہ اذان کا تذکرہ تک نہیں ہے اگر اس وقت اذان دینا مسنون ہوتا یا اس کی ضرورت ہوتی تو آنحضور ﷺ ضرور حکم فرماتے اور آپ کے جاں نثار صحابہ ؓ اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے اور اپنی وفات کے بعد قبر پر اذان دینے کی ہدایت اور وصیت فرماتے مگر کہیں اس کا ثبوت نہیں، لہذا قبر پر اذان دینا اور اس کو مسنون و مستحب سمجھنا دین میں اضافہ کرنا ہے۔ اور یہ فعل آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ کو ناقص اور قابل اصلاح قرار دینے کے مرادف ہے (معاذ اللہ) اس لئے کہ حضور پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ نے کوئی عمل خیر (جس میں فلاح ہے) نہیں چھوڑا۔

مجالس الابرار میں ہے۔

واما ما کان المقتضی لفعله فی عهده علیه السلام موجودا من غیر وجود المانع منه ومع

ذلک لم یفعله علیه السلام فاحداثه تغییر لدین الله تعالیٰ اذ لو کان فیه مصلحة لفعله علیه السلام اوحث علیه ولما لم یفعله علیه السلام ولم یحث علیه علم انه لیس فیه مصلحة بل هو بدعة قبیحة سیة مثاله الاذان فی العیدین فانه لما احدثه بعض السلاطین انکره العلماء وحکموا بکراهته فلو لم یکن کونه بدعة دلیلاً یکن کونه بدعة دلیلاً علی کراهته لقیل هذا ذکر الله تعالیٰ ودعاء الخلق الی عبادة الله تعالیٰ فیقاس علی اذان الجمعة او یدخل فی العمومات التی من جملتها قوله تعالیٰ واذکروا الله ذکراً کثیراً وقوله تعالیٰ ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله لکن لم یقولوا ذلک بل قالوا کما ان فعل مافعله علیه السلام کان سنة کذلک ترک ما ترکه علیه السلام مع وجود المقتضی وعدم المانع منه کان سنة ایضاً فانه علیه السلام لما امر بالاذان فی الجمعة دون العیدین کان ترک الاذان فیها سنة ولیس لاحد ان یزیده ویقول هذا زیادة العمل الصالح لا یضر زیادته اذ یقال له هکذا تغیرت ادیان الرسل وتبدلت شرائعهم فان الزیادة فی الدین لو جازت لجاز ان یصلی الفجر اربع رکعات، والظهر ست رکعات ویقال هذا زیاده عمل صالح لا یضر زیادته لکن لیس لاحدنا یقول ذلک لان ما یبدیه المبتدع من المصلحة والفضیلة ان کان ثابتاً فی عصره علیه السلام ومع هذ لم یفعله علیه السلام فیکون ترک مثل هذا الفعل سنة متقدمة علی کل عموم وقیاس الخ (مجالس الابرار ص ۱۲۷ ،ص ۱۲۸ مجلس نمبر ۱۸ فی اقسام البدع واحکامها)

(ترجمہ) جس فعل کا موجب (سبب) دور نبوی میں موجود ہو اور (اس کے فعل کے کرنے سے) کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر بھی آنحضور ﷺ نے وہ فعل (کام) نہ کیا ہو (مثلاً اذان قبر) تو اس کام کو جاری کرنا دین کو بدلنا ہے اس لئے کہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو حضرت سرور کائنات ﷺ اس کو ضرور کرتے، یا اس کی ترغیب فرماتے، اور جب آپ نے نہ خود اس کام کو کیا نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی اور خیر و فلاح نہیں بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے اس کی مثال عیدین میں اذان کہنا ہے کہ جب اس کو بعض سلاطین نے ایجاد کیا تو علماء نے منع کیا اور ناجائز بتلایا اگر اس کا بدعت ہونا اس کی کراہت کی دلیل نہ ہوتی تو کہا جاتا کہ یہ تو خدا کا ذکر ہے اور اللہ کی عبادت کے لئے لوگوں کو بلانا ہے (اور شیطان کو بھگانا بھی ہے) لہٰذا جمعہ کی اذان پر اس کو قیاس کیا جائے یا ان عام احکامات کے تحت اس کو داخل مانا جائے جن میں سے ایک اللہ کا یہ فرمان ہے واذکرو الله ذکراً کثیراً اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو نیز یہ ارشاد خداوندی ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله اس سے بہتر کون ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا (لیکن ان دونوں امور میں سے کسی پر قیاس کر کے) کسی نے اذان عید کے سنت ہونے کو نہیں کہا بلکہ تمام علماء یہی کہتے رہے کہ جس کام کو حضور اکرم ﷺ نے کیا ہو اس کا اسی طرح کرنا سنت ہے اسی طرح اس کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے باوجود اقتضاء کے اور مانع نہ ہونے کے نہیں کیا، بلکہ پیغمبر ﷺ نے جب جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین میں حکم نہیں دیا تو عیدین میں اذان نہ کہنا ہی سنت ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اس پر زیادتی کرے اور یہ کہے کہ یہ نیک کام کی افزائش ہے اور ایسی زیادتی مضر نہیں، اس لئے کہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ اسی طرح پیغمبروں کے دین

متغیر ہوگئے اوران کی شریعتیں بدل گئیں اس لئے کہ اگر دین میں زیادتی جائز ہوتی تو یہ بھی جائز ہوتا کہ صبح کی نماز چار رکعت پڑھے اور ظہر کی چھ رکعت اور کہا جاتا کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا اس واسطے کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت بیان کرتا ہے اگر وہ مصلحت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ثابت (موجود) تھی اور باوجود اس کی آپ نے اس کو نہیں کیا تو اس کام کا چھوڑنا ہی ایسی سنت ہے، جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہے۔ (مجالس الابرار ص ۱۲۷ - ۱۲۸ مجلس نمبر ۱۸ فی اقسام البدع واحکامہا۔

یہی حال اذان علی القبر کا ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے باوجود سبب پائے جانے کے نہیں کیا تو آج کسی کو یہ حق نہیں کہ یہ کام کرے اسی بنا پر علامہ حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ویکرہ عند القبر کلما لم یعھد من السنة والمعھود منھا لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائماً کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع یعنی قبر کے پاس ہروہ کام کرنا جو سنت سے ثابت نہیں مکروہ ہے اور ثابت یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور کھڑے کھڑے دعا کی جائے جس طرح حضور اکرم ﷺ جنت البقیع میں کرتے تھے (بحرالرائق ج ۲ ص ۱۹۶ باب الجنائز، عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۷ الفصل السادس کتاب الجنائز، فتح القدیر فصل فی الدفن ج ۲ ص ۱۰۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد شرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعة...... ومن ظن انہ سنة قیاساً علی ندبھما للمولود الحاقاً لخاتمة الا مر بابتدائہ فلم یصب الخ. یعنی۔میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا مسنون نہیں ہے، اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور جو شخص نومولود بچے کے کان میں اذان دینے کے مندوب ہونے پر قیاس کرے اور خاتمہ کو ابتدا سے ملحق کرتے ہوئے اذان علی القبر کو سنت کہے تو اس نے غلطی کی (اور اس کا یہ قیاس صحیح نہ ہوگا)۔

(شامی ج ۱ ص ۸۳۷ باب الاذان، مطلب فی المواضع التی یندب لھا الاذان فی غیر الصلاۃ)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔الجواب: اذان دادن برقبر بعد دفن مکروہ است کہ معہود از سنت نیست (مائۃ مسائل ص ۵۵) ترجمہ:۔قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں۔

درر البحار میں ہے من البدع التی شاعت فی الھند الاذان علی القبر بعد الدفن منجملہ بدعات میں سے ایک بدعت جو ہندوستان میں شائع ہے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے۔ (بحوالہ المنہاج الواضح ص ۲۱۲)

لہٰذا اذان علی القبر کو مسنون سمجھنا اور اس کو رائج کرنا صحیح نہیں، ہماری نجات اور کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلیں، خود حضور پاک ﷺ نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ تمہاری نجات اور کامیابی میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے، صاف ارشاد فرمایا ما انا علیہ و اصحابی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) نیز حدیث شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے نہایت ہی عجیب وغریب اور بلیغ وموثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے وعظ سن کر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل لرزاٹھے، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ارشادات تو ایسے ہیں جیسے کوئی رخصت کرتے وقت ضروری نصیحتیں کیا کرتا ہے، ہمیں کچھ اور بھی نصیحتیں فرمائیں۔آپ نے کچھ اور نصیحتیں بھی

ارشادفرمائیں ان میں سے اہم ترین نصیحت یہ تھی، میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم اور ضروری ہے کہ اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو جو میرا اور میرے بعد ان خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو ہدایت یافتہ ہیں اس طریقہ کو مضبوطی سے سنبھال لو اور دانتوں اور کچلیوں سے مضبوط پکڑ لو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں ان سے پوری طرح پرہیز کرو اس لئے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ عن العرباض بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القوب فقال رجل يا رسول الله كان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال (وفى نسخة اوصيكم) بتقوىٰ الله والسمع والطاعة وان كان عبداً حبشياً فانه من يعش منكم بعدى فيسرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذوايا كم ومحدثات الا مور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. رواه احمدو ابو داؤد والترمذى، وابن ماجة الا انها لم يذكرا لصلوٰة (مشكوٰة شريف ص ۲۹ . ۳۰) (باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

عنداللہ کسی بھی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو ارشاد خداوندی ہے ومن احسن دينا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن. یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں ہوسکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں ایک '' اسلم وجهه'' اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کرے ریا کاری یا دنیا سازی کے لئے بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے۔ دوسرے ''وھو محسن'' یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے، امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کا محض خودساختہ طرز نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو (بحوالہ معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ج ۲ ص ۵۵۵ سورہ نساء)

اور آیت کریمہ ليبلوكم ايكم احسن عملاً کی تفسیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں." ذكروا فى تفسير احسن عملاً وجوها (احدها) ان يكون اخلص الاعمال واصوبها لان العمل اذا كان خالصاً غير صواب لم يقبل وكذلك اذا كان صواباً غير خالص فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة."

یعنی ''احسن عملاً'' سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں ہے تو وہ مقبول نہیں ہے عمل خالص وہ ہے جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو، (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۳ سورۂ ملک) (رسالۃ العبودیہ لابن تیمیہ ص ۲۰-۲۱)

ارشاد الطالبین میں محدث قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے حدیث نقل کی ہے۔" ان القول لا يقبل مالم يعمل به وكلاهما لا يقبلان بدون النية والقول والعمل والنية لا تقبل ما لم توافق السنة " سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہر دو مقبول نیستند بدون نیت وہر سہ مقبول نیستند کہ موافق سنت نباشند۔ یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں (قول وعمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں گے اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے

کہ سنت کے موافق ہو۔ (ص ۲۸)

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔ لا یقبل قول بلا عمل و لا عمل بلا اخلاص و اصابة السنة یعنی۔ کوئی قول عمل کے بغیر قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو۔ (فتح ربانی ج ا ص ۱۴ مجلس نمبر ۲)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لا یستقیم قول وعمل ونية الا بموافقة السنة ۔ یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو۔ (تلبیس ابلیس ص ۹)

حضرت احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں من عمل بلا اتباع سنة فبا طل عمله یعنی جو بھی عمل اتباع سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے۔ (الاعتصام ج ا ص ۱۱۴)

حضرت ابوالعالیہ تابعیؒ فرماتے ہیں علیکم بالامر الاول الذی کانوا علیه قبل ان یفترقوا تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہل ایمان مختلف ہونے سے پہلے متفق تھے۔ (تلبیس ابلیس ص ۸)

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں اصبر نفسک علی السنة وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا وكف عما كفوا عنه واسلک سبیل سلفک الصالحین فانه یسعک ما وسعهم ۔ یعنی طریقہ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو جہاں قوم (جماعت صحابہؓ) ٹھہر گئی تم بھی ٹھیر جاؤ، جو ان بزرگوں نے کہا وہی تم بھی کہو جس کے بیان سے یہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (اپنی عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے طریقہ پر چلو۔ (تلبیس ابلیس ص ۹)

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ اپنے ایک خصوصی شاگرد کو لکھتے ہیں۔ ''خلاصہ یہ کہ تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ طاعت و عبادت کیا چیز ہے؟ سنو! جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے قولاً و عملاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی، اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرو اگرچہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ دیکھو نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقات مکروہ میں یا غصب کردہ زمین میں اس کا پڑھنا گناہ ہے، اسی طرح روزہ فی نفسہ عمدہ عبادت ہے مگر ایام عید و تشریق میں روزہ رکھنا گناہ ہے اس لئے کہ حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے اور لہو و لعب اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ کرنا باعث اجر ہے کیونکہ بحکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے تو معلوم ہو گیا کہ عبادت کی حقیقت فرمانبرداری ہے نہ محض نماز روزہ، کیونکہ نماز روزہ کا بھی اسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے جب کہ وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ہو تو بیٹا تمہارے احوال و اقوال کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے اس لئے کہ کوئی علم و عمل بدون اجازت شارع علیہ السلام کے سراسر گمراہی اور خداوند سے بعد کا سبب ہے (خط امام غزالی بنام شاگرد خود ص ۸۰۷ مترجم)

حضرت خواجہ معصوم سرہندی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''سعادت دارین سرور کونین ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیاء ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضامندی، رسول مختار ﷺ کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد و تقویٰ، توکل و تبتل آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر مقبول نہیں اور ذکر و فکر ذوق و شوق

آنحضرت ﷺ سے تعلق کے بغیر نا قابل اعتبار ہے، صلوات الله علیه وسلامه (مکتوب نمبر ۱۰ بنام خواجہ دینارؒ)

دیگر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے، اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۲ بنام محمد حنیف)

قامع البدعات حضرت علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المدخل'' میں فرماتے ہیں۔'' نحن متبعون لا مبتدعون فحيث وقف سلفنا وقفنا اھ ''یعنی ہم اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہم) کی اتباع کرنے والے ہیں مبتدع نہیں ہیں، جہاں وہ حضرات ٹھہر گئے ہم بھی وہیں ٹھہر جائیں گے (اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کریں گے) (بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۴)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ مجھ کو عالم رؤیا میں ارشاد ہوا تمن علی ابن ادریس . مجھ سے کچھ تمنا کروائے ادریس کے بیٹے! میں نے عرض کیا امتنی علی الا سلام مجھ کو اسلام پر موت نصیب فرما۔ ارشاد ہوا قل وعلى السنة اسلام کے ساتھ سنت پر بھی مرنے کی تمنا کیجئے! (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام اور سنت پر خاتمہ نصیب فرمائے آمین)

سلف صالحین کی بدعت سے بیزاری کا نمونہ

حكى ابن وضاح قال ثوّب المؤذن بالمدينة في زمان مالك فقال: ما هذا الفعل الذى تفعل ؟ فقال اردت ان يعرف الناس طلوع الفجر فيقو موافقال له مالك لا تفعل . لا تحدث فى بلدنا شيئاً لم يكن فيه قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذا البلد عشر سنين وابو بكر و عمر وعثمان فلم يفعلوا هذا فلا تحدث فى بلدنا ما لم يكن فيه فكف المؤذن عن ذلك واقام زماناً ثم انه تنحنح فى المنارة عند طلوع الفجر فقال له ، الم انهك ان لا تحدث عندنا مالم يكن فقال انما نهيتنى عن التثويب فقال له لا تفعل فكف زماناً ثم جعل يضرب الا بواب .فارسل اليه مالك فقال : ما هذا الذى تفعل ؟ فقال: اردت ان يعرف الناس طلوع الفجر فقال له مالك لا تفعل لا تحدث فى بلدنا مالم يكن فيه .

ترجمہ:۔ حضرت ابن وضاح کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کا مؤذن امام مالک رحمہ اللہ کے زمانہ میں صبح صادق کے وقت لوگوں کو آواز دیتا، امام مالک نے اس کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ جواب دیا لوگوں کو صبح صادق کی خبر کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہوں تاکہ لوگ اٹھ جائیں، امام مالک نے فرمایا تو ایسا نہ کر، ہمارے اس شہر میں ایسی بات ایجاد نہ کر جو اس میں نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے اس مبارک شہر میں دس سال قیام فرمایا ہے اور حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ نے بھی (یہاں قیام فرمایا ہے) انہوں نے یہ کام نہیں کیا اس لئے تو بھی ایسی چیز ایجاد مت کر جو آج تک یہاں نہیں کی گئی، تو مؤذن رک گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد صبح صادق کے وقت منارے پر کھنکھارنا شروع کیا، امام مالک نے فرمایا کیا تم کو نئی چیز ایجاد کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (پھر یہ نیا کام کیوں شروع کر دیا) اس نے جواب دیا آپ نے تثویب (یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے پکارنا) سے منع فرمایا تھا، امام مالک نے فرمایا نہیں۔ یہ

کام بھی مت کرو، پھر کچھ مدت اس سے رکا رہا اس کے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کیا، امام مالکؒ نے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا اور پوچھوایا کہ پھر یہ کیا کرنا شروع کر دیا؟ تو اس نے کہا (میں نہ تو تثویب کرتا ہوں نہ کھنکھارتا ہوں جس سے آپ نے منع فرمایا تھا، اب تو میں) لوگوں کو صبح صادق کی اطلاع دینے کے لئے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں، آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز اس شہر میں نہیں ہوئی تو اسے یہاں جاری مت کر۔ (الاعتصام۔ از امام شاطبیؒ ج۔۲ص ۲۲۲۔ص ۲۲۳)

غور کیجئے! مؤذن لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کی نیت سے تثویب کر رہا ہے کھنکھار رہا ہے، دروازے کھٹکھٹا رہا ہے لیکن امام مالکؒ نے محض اس وجہ سے کہ یہ نئی چیز تھی ثابت شدہ نہیں تھی، پسند نہیں فرمایا اور موذن کو روک دیا تو وہ اذان قبر کو جس کا ثبوت نہیں ہے کس طرح برداشت کر سکتے ہیں؟

اسی لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں، دن کے وقت نفل نماز ایک تحریمہ سے چار رکعت سے زیادہ پڑھنا منع اور مکروہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں، ہدایہ اولین میں کراہت کی دلیل بیان فرماتے ہیں و دلیل الکراھة انه علیه السلام لم یزد علی ذلک (ھدایہ ج اص ۱۲۷ باب النوافل)

صلوٰۃ کسوف میں خطبہ مسنون نہیں اور مسنون نہ ہونے کی دلیل یہ لکھی ہے کہ خطبہ آنحضور ﷺ سے منقول نہیں۔ ولیس فی الکسوف خطبة لانه لم ینقل (ھدایہ اولین ج اص ۱۵۳ باب صلوٰۃ کسوف) اور تحریر فرماتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے نفل نماز منع اور مکروہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باوجود نماز کے حریص ہونے کے نہیں پڑھی۔

ولا یتنفل فی المصلی قبل صلوٰة العید لان النبی صلی الله علیه وسلم لم یفعل ذلک مع حرصه علی الصلوٰة (باب العیدین ہدایہ اولین ج اص ۱۵۳) اور لکھتے ہیں کہ نماز استسقاء کے لئے تین دن باہر نکلیں اس سے زیادہ نہیں کہ تین دن سے زیادہ نکلنا منقول نہیں۔ ویخرجون ثلثة ایام لانه لم ینقل اکثر منها (درمختار مع الشامی ج اص ۷۹۲ باب الاستسقاء)

غور کیجئے! نفل نماز عبادت ہے شریعت میں نفل کے لئے بہت زیادہ سہولت اور آسانی ہے لیکن دن کے وقت ایک تحریمہ سے چار رکعت، اور رات کے وقت آٹھ رکعات سے زیادہ ایک تحریمہ سے پڑھنا مکروہ ہے کہ ثابت اور منقول نہیں اسی طرح اذان قبر بھی ممنوع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔ خطبہ عبادت ہے اس میں خدا کی حمد اور حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے مگر کسوف میں اس کی اجازت نہیں کہ منقول نہیں، اسی طرح اذان قبر منع اور مکروہ ہے کہ آنحضور ﷺ وصحابہ سے منقول نہیں۔ صبح صادق کے بعد کا وقت بے انتہا نورانی اور برکتی ہے مگر نفل نماز، تحیة الوضوء تحیة المسجد وغیرہ نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں۔ نماز عید سے پہلے مسجد یا عیدگاہ میں یا گھر میں اشراق اور دیگر نفل نماز پڑھنا ممنوع ومکروہ ہے کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں، اسی طرح اذان قبر بھی ممنوع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔ استسقاء (بارش طلب کرنے) کے لئے میدان میں جا کر نماز پڑھنا ہے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آہ وبکا، گریہ وزاری تضرع وعاجزی کے ساتھ دعا کرنا ہے پھر چاہے بارش ہو یا نہ ہو تین دن کے بعد یہ سلسلہ محض اس بناء پر جاری نہیں رکھا جاتا کہ اس سے زیادہ ثابت نہیں، اسی طرح اذان قبر بھی ثابت نہیں اس لئے ممنوع ومکروہ ہے۔

اتباع کامل اور سچی پیروی یہ ہے کہ جو فعل آنحضور ﷺ سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح عمل میں لایا جائے ،اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کی جائے ،مثلاً۔

(۱) عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ آتے جاتے بلند آواز سے تکبیر کہی جائے اور عید الفطر میں پست آواز سے کہ اسی طرح ثابت ہے۔[۱]

(۲) نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) باجماعت ادا کی جائے اور نماز خسوف (چاند گرہن کی نماز) انفرادی طور پر ادا کی جائے باجماعت منع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔[۲]

(۳) صلوٰۃ استسقاء میں خطبہ ہے اور نماز کسوف میں نہیں کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں۔[۳]

(۴) رمضان المبارک میں وتر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے جب کہ دوسرے ایام میں باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے اور ممنوع ہے کہ ثابت نہیں۔[۴]

(۵) جمعہ کی نماز کے لئے دو اذان (ایک منارہ پر، دوسری منبر کے سامنے) دی جاتی ہیں اور نماز سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے مگر دونوں عیدوں میں نہ منارہ کی اذان ہے اور نہ خطبہ کی اذان ہے نہ نماز کے لئے اقامت ہے، اور سبب صرف یہی ہے کہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں۔[۵]

(۶) نماز اشتراق ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اس پر مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے مگر عید کے دنوں میں منع ہے کہ ثابت نہیں۔[۶]

---

(۱) ویکبر فی الطریق فی الاضحیٰ جهرا و یقطعه اذا انتهی الی المصلی وهو الما خوذبه وفی الفطر المختار من مذهبه انه لا یجهر وهو الما خوذ به کذا فی الغیاثیة فتاویٰ عالمگیری باب العیدین ج۱ ص ۱۵۰.

(۲) واجمعوا انها تؤدی بجماعة ...... یصلون رکعتین فی خسوف القمر و حدانا هکذا فی محیط السرخسی ، الباب الثامن عشر فی صلاة الکسوف فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۳.

(۳) ولیس فی هذه الصلاة خطبة و هذا مذهبنا کذافی المحیط ، صلاة الکسوف...... ونخطب خطبتین بعد الصلاة ویستقبل الناس الخ الباب التاسع عشر فی الاستسقاء فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۳.

(۴) ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک . محبث صلاة تراویح .درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۳.

(۵) واختلفوا فی المراد بالأذان الاول فقیل الاول باعتبار المشروعیة وهو الذی بین یدی المنبر لأنه الذی کان اولاً فی زمنه علیه الصلاة والسلام وزمن ابی بکر وعمر حتی احدث عثمان الاذان الثانی والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذی یکون علی المنارة بعد الزوال .(شامی ج۲ ص ۱۶۱)

(۶) ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقا درمختار مع الشامی ج۲ ص ۱۶۹ باب العیدین .

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو امور غیر مسنونہ سے اجتناب کا بڑا اہتمام تھا اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) حضرت عمارۃ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر فرمایا قبح اللہ هاتین البدیتین القصیر تین لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ھذا واشار ھشیم بالسبابۃ یعنی ۔اللہ ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو خراب کردے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔(ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۸ باب ماجاء فی کراھیۃ رفع الا یدی علی المنبر)

دیکھئے! خطبہ میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں اس لئے صحابی نے اس پر کتنی سخت نکیر کی اور بددعا کی اسی طرح قبر پر اذان دینے والا بھی بددعا کا مستحق ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے فرزند ارجمند نے نماز میں سورۂ فاتحہ شروع کرتے ہوئے جہراً بسم اللہ پڑھی تو حضرت عبداللہؓ نے فوراً تنبیہ فرمائی بیٹا یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو عن عبداللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

غور کیجئے! بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے بجائے زور سے پڑھنے کو صحابی ناپسند کرتے ہیں اور اس پر بدعت ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ میں سے کسی کو بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینا حضور ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، کے زمانہ میں ثابت نہیں، اس لئے اس کے بدعت ہونے میں شبہ نہیں۔ فمن ادعی فلعیہ البیان یعنی جو شخص ثابت شدہ تسلیم کرنے اس کے ذمہ صحیح دلیل پیش کرنا ہے۔

(۳) حضرت ابو مالک الاشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ”طارقؓ“ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: بیٹا! بدعت ہے عن مالک الا شجعی قال قلت لا بی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی ابن ابی طالب عنھا بالکوفۃ نحواً من خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث (باب فی ترک القنوت ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۳ باب فی ترک القنوت) (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۳۲ ترک القنوت)

(۴) امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا” الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ “ یہ زائد کلمہ ”والسلام علی رسول اللہ “اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے مگر اس موقعہ پر چونکہ حضور ﷺ نے کہنے کی تعلیم نہیں دی اس لئے اس اضافہ کو ناپسند کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح تعلیم نہیں فرمائی اس موقعہ پر آپ کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کہیں الحمد للہ علی کل حال . عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ

قال ابن عمرؓ وانا اقول الحمد لله والسلام علیٰ رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم علمنا ان نقول الحمد لله علی کل حال رواہ الترمذی (ج ۲ ص ۹۸ باب ما یقول العاطس اذا عطس) (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۶ باب العطاس والتثاؤب)

دیکھئے! چھینک کے وقت الحمدللہ کے ساتھ والسلام علی رسول اللہ کہنے کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے صحابی نے ناپسند فرمایا، اسی طرح اذان قبر ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور قابل ترک ہے۔

افسوس! جہاں مچھر کے جانے کی گنجائش نہیں وہاں اہل بدعت ہاتھی گھسانا چاہتے ہیں۔

(۵) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے (مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا) اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر اور مظاہرہ کرکے پڑھتے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور بدعت قرار دیا۔عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبیر المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الی حجرة عائشة واذا اناس یصلون فی المسجد صلوٰة الضحی قال فسئالناه عن صلوتهم فقال بدعة (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۳۸)۔ نووی شرح مسلم میں ہے واما ما صح عن ابن عمر رضی الله عنه انه قال فی الضحی هی بدعة فمحمول علی ان صلوتها فی المسجد و التظاهر بها کما کانوا یفعلونه بدعة.(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۹ باب استحباب صلوٰة الضحیٰ اقلها رکعتان الخ .)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا ان کان ولا بد ففی بیو تکم اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔

(۶) نماز صبح میں لوگ جمع ہوکر خاص طریقہ سے سومرتبہ اللہ اکبر، سومرتبہ لا اله الا الله سومرتبہ سبحان الله پڑھتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو اس کی خبر دی تو ابن مسعودؓ وہاں تشریف لے گئے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم یہ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا اے ابوعبدالرحمٰن! ہم ان سنگریزوں سے تکبیر اور تحلیل اور تسبیح شمار کرتے ہیں آپ نے فرمایا بجائے اس کے تم اپنے اپنے گناہ شمار کرو پھر فرمایا ویحکم یا امة محمد صلی الله علیه وسلم ما اسرع هلکتکم هؤلاء صحابة نبیکم صلی الله علیه وسلم متوا فرون وهذا ثیابه لم تبل وانیته لم تکسر والذی نفسی بیده انکم لعلی ملة هی اهدیٰ من ملة محمد صلی الله علیه وسلم او مفتتح باب ضلالة. اے امت محمد ﷺ! تم پر افسوس تمہاری ہلاکت کس قدر جلد آ گئی ابھی یہ اصحاب نبی ﷺ تمہارے درمیان بکثرت موجود ہیں اور تمہارے نبی ﷺ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن نہیں ٹوٹے (اور تم ابھی سے بدعتوں میں مشغول ہوگئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایک ایسے دین پر ہو جو حضرت محمد ﷺ کے دین سے (نعوذ باللہ) زیادہ راست اور صحیح ہے یا تو تم گمراہی کے دروازے پر پہنچ گئے جو عنقریب کھلنے والا ہے۔ان لوگوں نے جواب دیا والله یا ابا عبدالرحمن ما اردنا الا الخیر اے ابوعبدالرحمٰن! قسم خدا کی ہم اس عمل سے نیکی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں، حضرت ابن مسعودؓ، نے فرمایا وکم من مرید للخیر لن یصیبه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا ان قوماً یقرئون القرآن لا یجاوز تراقیهم وایم الله ما ادری لعل اکثرهم منکم ثم تولیٰ عنهم بہت سے نیکی کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں نیکی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رسول خدا ﷺ نے

ہم سے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے تجاوز نہ کرے گا، قسم خدا کی! مجھے کچھ معلوم نہیں! ہوسکتا ہے کہ ان کے بیشتر لوگ تم ہی میں سے ہوں! یہ کہہ کر ابن مسعودؓ تشریف لے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں (اس بدعت کے ایجاد کرنے کی بنا پر ان لوگوں کا انجام) ہم نے یہ دیکھا کہ جنگ نہروان میں خوارج کے ساتھ مل کر یہ لوگ ہم پر برچھے مارتے تھے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۲۷۹، ص ۲۸۰ جلد اول، مقصد اول، فصل پنجم، ملخصاً)

(۷) مجالس الابرار میں ہے:۔ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھا کرتی تھی اور ان میں ایک شخص کہتا کہ اتنی بار اللہ اکبر کہو اور اتنی بار سبحان اللہ کہو اور اتنی بار الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس کی خبر دی گئی آپ ان لوگوں کے پاس گئے وہ جو کچھ کہتے تھے، جب آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا انا عبداللہ ابن مسعود فو اللہ الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء او لقد فقتم علی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علماً یعنی ان ما جئتم بہ اما ان یکون بدعۃ ظلماء او انکم تدارکتم علی الصحابۃ ما فاتہم لعدم تنبہہم لہ او لتکاسلہم عنہ فغلبتموہم من حیث العلم بطریق العبادۃ و الثانی منتف فتعین الاول وھو کونہ بدعۃ ظلماء یعنی۔ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں، قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بے شک یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے یا حضرت محمد ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے، دوسری چیز (یعنی علم میں بڑھ جانا) ناممکن ہے اس لئے پہلی چیز یعنی اس کا بدعت ظلماء ہونا متعین ہے۔

(مجالس الابرار ص ۱۲۵ مجلس نمبر ۱۸ فی احکام البدعۃ)

غور کیجئے! تسبیحات پڑھنے میں کس کو اعتراض ہوسکتا ہے مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام موافق ہونے کی وجہ سے جلیل القدر صحابی نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔

(۸) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے اوپر تک ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ دلیل میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقعہ کے) سینہ کے اوپر تک ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر. رواہ احمد.

(کتاب الدعوات الفصل الثالث مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

بجز استسقاء کے کسی دوسرے موقعہ پر آنحضور ﷺ دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے اس بنا پر بدعت کا فتویٰ دیا اسی طرح آنحضرت ﷺ نے قبر پر نہ اذان دی نہ دلوائی لہذا یہ بھی بدعت ہے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے دعا میں ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھا تو آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیتے دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(۱۰) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عید کے دن عید گاہ میں نماز عید سے پہلے ایک شخص کو نفل نماز پڑھنے سے روک دیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہ دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے تو وہ کام عبث

ہوگا اور عبث کام بے کار و بے فائدہ ہے، پس ڈر ہے کہ حضور ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلاً یوم العید فی الجبانة اراد ان یصلی قبل صلوٰة العید فنهاه علیؓ قال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله لا یعذب علی الصلوٰة فقال علی انی اعلم ان الله تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه فی کون صلوتک عبثاً والعبث حرام " فلعله تعالیٰ یعذبک بمخا لفتک لنبیه (صلی الله علیه وسلم)(مجالس الابرار ص ۱۲۹ مجلس نمبر ۱۸)

(۱۱) ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا اس کو اس سے روکا گیا تو اس نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے دریافت کیا یا ابا محمد ایعذ بنی الله علی الصلوٰة اے ابو محمد! کیا خدا پاک مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: لکن یعذبک لخلاف السنة (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھ کو سزا دیں گے (مسند دارمی)

سوچئے! نماز عبادت ہے حضور ﷺ کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خدا کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا چونکہ خلاف سنت ہے اس لئے موجب عقاب ہے۔ ہٰکذا اذان قبر بھی چونکہ خلاف سنت ہے اس لئے یہ بھی موجب عقاب ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امیر معاویہؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سوائے حجر اسود کے بوسہ دینے اور رکن یمانی کو چھونے کے کسی اور گوشہ کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اس مقدس گھر کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے چھوڑ دی جائے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (تمہارے لئے رسول مقبول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے) بے شک خانہ کعبہ کی ہر چیز باعظمت اور ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو آنحضور ﷺ سے ثابت ہے، حضرت معاویہؓ نے فرمایا آپ کا ارشاد صحیح ہے۔ (مسند امام احمدؒ)

(۱۳) حضرت ابو سعید خدریؓ نے خلیفہ مروان بن حکم کو نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا، اور فرمایا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ (اقامۃ الحجۃ ص ۵)

(۱۴) حضرت کعب بن عجرہؓ نے عبدالرحمٰن ابن ام حکم کو خلاف سنت خطبہ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا تو غضب ناک ہو کر فرمایا، دیکھو! یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے عن ابی عبیدة عن کعب بن عجرة قال دخل المسجد و عبدالرحمن بن ام حکم یخطب قاعداً فقال انظروا الی هذا الخبیث یخطب قاعداً (مسلم شریف ص ۲۸۴ کتاب الجمعۃ)

دیکھئے! مذکورہ دو امور چونکہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں تھے اس لئے صحابی رسول سے برداشت نہ ہو سکا اور حاکم وقت پر بلا جھجک نکیر فرمائی تو اذان قبر جو بالکل ثابت نہیں کس طرح برداشت کی جا سکتی ہے۔ خدارا سنت کی قدر پہچانیے، اور بدعت کی تاریکی سے بچئے۔

(۱۵) مکہ معظمہ میں مؤذن نے صبح کی اذان کے بعد تثویب کی مثلاً لوگوں کو بلانے کے بلند آواز سے پکارا۔ ''الصلوٰۃ جامعۃ (جماعت تیار ہے) تو حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت سختی کے ساتھ فرمایا۔'' الیس فی اذانک ما یکفینا'' (کیا تو نے اپنی اذان میں جو حی علی الصلوٰۃ کہا وہ ہیں کافی نہ تھا؟ (کفایہ ج ا ص ۲۱۵ باب الاذان)

(۱۶) حضرت علیؓ نے مؤذن کو عشاء کی اذان کے بعد تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو خفا ہو کر فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ ان علیاً رأی مؤذناً یثوب للعشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد. (بحرالرائق ج ا ص ۲۶۱) (اقامۃ الحجۃ ص ۷)

(۱۷) حضرت ابن عمرؓ نے اذان ظہر کے بعد مؤذن کو تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو بے حد غضب ناک ہوئے اور اپنے ساتھی حضرت مجاہدؒ سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس سے ہمیں لے چلو (چونکہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے) پھر مسجد چھوڑ کے چلے گئے اور وہاں نماز نہ پڑھی وروی عن مجاھد قال دخلت مع عبداللہ بن عمر مسجداً وقد اذن فیہ ونحن نرید ان نصلی فیہ فثوّب المؤذن فخرج عبداللہ بن عمرو قال اخرج بنا من عند ھذا المبتدع ولم یصلی فیہ۔

(باب فی التثویب ابوداؤد ج ا ص ۸۶ ترمذی باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ج ا ص ۲۸ الاعتصام ج ا ص ۳۳۴)

غور فرمایئے! جو حضرات اذان کے بعد ایک لفظ پکارنا گوارا نہ کر سکتے تھے کیا وہ اذان قبر برداشت کر سکتے ہیں؟

(۱۸) حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کی تقریب میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی۔ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۱۷)

حاصل کلام! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بدعت اور خلاف سنت کاموں سے اتنی بیزاری تھی کہ امت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا، جماعت صحابہ کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی شہادت ہے لم ار احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الا سلام یعنی منہ. میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ بدعت سے زیادہ اور کسی چیز سے بغض رکھتا ہو (ترمذی شریف ج ا ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفےٰ

یعنی: پرہیزگاری و پارسائی و سچائی اور صفائی میں کوشش کر لیکن آنحضرت ﷺ سے آگے نہ بڑھ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا اور جتنا کیا ہے اسی طرح کر اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جو شخص پیغمبر ﷺ سے الٹی راہ اختیار کرے گا وہ بھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز بر پئے مصطفےٰ

سعدی! ایسا گمان ہرگز نہ کر کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراط مستقیم اور صفائی کا راستہ پاسکو گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہنچ سکے گا کہ تو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ترکستان کا ہے۔

بدعت کی نحوست

جس قوم میں بدعت ایجاد ہوتی ہے اس کی نحوست کی وجہ سے وہ قوم سنت کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعةً الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱) یعنی: جس قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو (اس کی نحوست سے) اس جیسی سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ وہ سنت تا قیامت ان کو دوبارہ نہیں دی جاتی یعنی وہ قوم اس سنت کی برکت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے عن حسان قال ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزل اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها (اللہ تلک الحسنة) الیهم الی یوم القیامة رواہ الدارمی ایضاً (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱) (دارمی ج ا ص ۴۵)

احیاء العلوم میں ہے ان للہ ملکا ینا دی کل یوم من خالف سنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لم تنله شفاعته، ومثال الجانی علی الدین با بداع ما یخالف السنة بالنسبة الی من یذنب ذنباً مثال من عصی الملک فی قلب دولته بالنسبة الی من خالف أمره فی خدمة معینة ـ ـک قد یغفر له فاما قلب الدولة فلا.

یعنی۔ خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے ہر روز پکارتا ہے کہ جو کوئی سنت کے خلاف کرے گا تو اس کو آنحضور ﷺ کی شفاعت حاصل نہ ہوگی، اور جو شخص دین میں سنت کے خلاف بدعت ایجاد کر کے خطاوار ہوتا ہے اس کی نسبت دوسرے گنہگار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا۔ کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے کسی ایک حکم میں خلاف ورزی کرے تو بادشاہ کبھی یہ تقصیر معاف کر دیتا ہے مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے والے کو معاف نہیں کرتا، یہی حال بدعت ایجاد کرنے والا کا ہے (کہ وہ باغی سنت ہے، سنت کا مٹانے والا ہے اور بدعت کو اس کی جگہ جاری کرنے والا ہے، جو خدا اور رسول کا دشمن ہے) (احیاء العلوم ص ۸۷ جلد اول)

آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:۔ اما بعد ! فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشرا لامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ. رواہ مسلم ۔ یعنی بہترین فرمان خدا کی کتاب ہے اور بہترین سیرت اور نمونہ حضور ﷺ کی سیرت اور اسوۂ حسنہ ہے اور بدترین امور محدثات (بدعات) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے (چاہے بظاہر اچھی نظر آتی ہو) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اورارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذوا یا کم ومحدثات الا مور فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (یعنی میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو اس کو دانتوں اور کچلیوں سے مضبوط پکڑلو ہر نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو کیونکہ ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اورارشاد فرمایا۔ من احدث او اویٰ محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل جس نے (دین میں) کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہے اور نہ نفلی عبادت۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۸ باب حرم المدینہ حرسہا اللہ تعالیٰ)

اورارشاد فرمایا۔ من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الا سلام جس نے بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ ایضاً)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے ابغض الا مور الی اللہ البدعۃ خدا کے نزدیک مبغوض ترین چیز بدعت ہے۔ (بیہقی)

اورارشاد فرمایا لا یقبل لصاحب بدعۃ صوماً ولا صلوٰۃ ولا صدقۃً ولا حجاً ولا عمرۃً ولا جھاداً ولا صرفاً ولا عدلاً یخرج من الا سلام کما تخرج الشعر من العجین. یعنی خدا تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت نہ نفلی عبادت، بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔ (ابن ماجہ ص ۶ باب اجتناب البدع والجدل)

جب کوئی قوم بدعت پر عمل کرنے کی عادی ہوجاتی ہے تو بتدریج بدعت اس قوم میں اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ ان کے ہر عمل میں بدعت کی آمیزش ہوتی ہے، ایک حدیث میں حضور پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں انہ سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بھم تلک الا ھواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لایبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں خواہشات (بدعات) اس طرح سرایت کریں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کرجاتا ہے اور رگ وریشہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بلکتاب والسنۃ)

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیشین گوئی نقل فرماتے ہیں۔

عـن عـكـرمة عن ابن عباس رضى الله عنه قال لايأ تى على ا لناس زمان الا اماتوا فيه سنة واحيوا بدعة ۔ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ سنت کو مٹائیں گے اور بدعت کو زندہ کریں گے۔
(غنیۃ الطالبین ص ۵۸ الفصل الثانی فی بیان الفرق الضالۃ)

یہ وہی زمانہ ہے طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کر لی گئی ہیں، مثلاً قبر پر اذان، قبر کا طواف قبروں پر سجدہ، بزرگوں کے مزارات پر صندل، عرس، قوال، پھولوں کی چادریں، ناریل کے چڑھاوے، ان کے نام کی نذر و نیاز، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ آنا اور ان کا افعال ناکردنی کرنا، مزارات پر ڈھول، تاشہ بجانا، اسی طرح شادی وغمی کی سینکڑوں بدعات، اللہ مسلمانوں کو ان بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آج اس بات کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو ان بدعات سے روکا جاتا مگر اس کے بجائے ان اعمال کو اعمال اسلامیہ بتایا جاتا ہے رضا خانی فرقہ کی کتاب ''تجانب اہل السنۃ'' میں ہے نماز روزہ ومیلا د گیارہویں شریف وسوم وچہلم وعرس وغیرہا اعمال اسلامیہ میں نہایت خاموشی کے ساتھ مشغول ہیں (تجانب ص ۹۱) دیکھا آپ نے رضا خانی فرقہ کے نزدیک اسلامی اعمال میں نماز روزہ کے بعد میلاد گیارہویں شریف، سوم، چہلم، عرس وغیرہ یعنی صندل، مزارات کے سجدے، طواف، قوالی ناریل کے چڑھاوے اعمال اسلامیہ میں شامل ہیں۔ سچ ہے۔

اذا كـــان الــغـــراب دليـل قـوم
سيـــديهـم طـريـق الهـا لـكيـن

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: وترویج بدعت موجب تخریب دین است وتعظیم مبتدع باعث ہدم اسلام۔ الی قولہ۔ بدعت را دررنگ کلندی داند کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید وسنت را دررنگ کوکب درخشاں می نماید کہ درشب جور ضلالت ہدایت می فرماید (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۳۸ فارسی)

ترجمہ:۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے۔ الی قولہ۔ بندہ بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرمارہا ہے (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۶۳ مکتوب نمبر ۱۰)

نیز تحریر فرماتے ہیں: وعمل بدعت از دیاد آں ظلمت می نماید وتقلیل نور سنت می سازد، وعمل [illegible] باعث تقلیل آں ظلمت است وتکثیر آں نور فمن شاء فـلـيـكـثـر ظـلـمـة البدعة ومن شاء فـ[illegible]ـر نور السنة ومن شاء فـلـيـكـثـر حـزب الشيـطان ومن شاء فليكثر حزب الله الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون الا ان حزب الله هم المفلحون.

(مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۴۹ مکتوب نمبر ۲۳ فارسی)

ترجمہ:۔ بدعت پر عمل کرنا اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعتوں کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور جو چاہے شیطان کے گردہ کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کے گروہ کو زیادہ کرے الا ان حـزب الشيـطـان هم الخاسرون ۔ اور الا ان حزب الله هم المفلحون جان لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ

میں ہے اور خدائی فوج کامیاب ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج۔۲ص ۶۴ مکتوب نمبر ۲۴)

اور ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں النصیحة هی الدین ومتابعة سید المرسلین علیه وعلیهم الصلوٰة والسلام واتیان السنة السنیة والاجتناب عن البدعة اللامرضیة وان کانت البدعة تری مثل فلق الصبح لانه فی الحقیقة لانور فیها ولا ضیاء ولا للعلیل منها شفاء ولا للداء منها دواء کیف والبدعة اما رافعة للسنة اوساکتة عنها والساکتة اما لا بد وان تکون زائدة علی السنة فتکون ناسخة لها فی الحقیقة ایضاً لان الزیادة علی النص نسخ له فالبدعة کیف کانت تکون رافعة للسنة نقیضةً لها فلا خیر فیها ولا حسن فیها .

(مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۳۱ مکتوب نمبر ۱۹ فارسی)

ترجمہ:۔ سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنت سنیہ کو بجالائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں اگر چہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند (بظاہر) روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیمار کی دوا اور بیمار کی شفاء ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں، یا تو سنت کی رافع ہوگی، یا رافع سنت ہونے سے ساکت ہوگی، ساکت ہونے کی صورت میں سنت پر ضرور زائد ہوگی جو درحقیقت سنت کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے، پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں۔

(ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۵۲۔۵۳ مکتوب نمبر ۱۹)

اور ہدایت فرماتے ہیں: از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرع وزاری والتجا وافتقار وذل وانکسار در سر وجہار مسالت می نماید کہ ہر چہ در دین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمانہ خیر البشر وخلفائے راشدین او نبودہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اگر چہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را جمع کہ باو مستند اند گرفتار عمل محدث مگردانا و مفتون حسن آن مبتدع مکند بحرمۃ سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ وسیئہ، حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنحضور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید وسیئہ آن کہ رافع سنت باشد ایں فقیر در ہیچ بدعتے ازیں بدعتہا حسن ونورانیت مشاہدہ نمی کند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطۂ ضعف بصارت بطراوت ونضارت بیند فردا کہ حدید البصر کردن دانند کہ جز خسارت وندامت نتیجہ نداشت (مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۱۸۶ مکتوب نمبر ۱۸۶)

ترجمہ:۔ عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت وخواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے اور جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہ تھا اگر چہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کے مانند ہو اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور اس مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے بحرمة سید المختار وآله الابرار علیه وعلیهم الصلوٰة والسلام . بعض علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہی حسنہ وسیئہ،

حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوا ہو، اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور سیئہ اس بدعت کو کہتے ہیں جو سنت کو رفع کرے، یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگر چہ آج اس مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوٹ و تازگی میں دیکھیں لیکن کل جبکہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ص ۳۰۸۔۳۰۹ جلد اول مکتوب نمبر ۱۸۶)

خدارا سنت کی قدر پہچانو! حضور اقدس ﷺ کی نورانی سنتوں کو زندہ کرو، آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مَنْ تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد جس نے میری امت میں فساد کے وقت (یعنی غلبۂ بدعت کے وقت) میری ایک سنت اختیار کی تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) نیز فرمایا ومن احب سنتي فقد احبني ومن احبني كان معي في الجنة جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) نیز ارشاد فرماتے ہیں من حفظ سنتي اكرمه الله باربع خصال المحبة في قلوب البررة، والهيبة في قلوب الفجرة والسعة في الرزق والثقة في الدين جس نے میری سنت کی حفاظت کی (یعنی دل و جان سے اس کو مضبوط پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا۔ (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کردے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) رزق فراخ کردے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا (شرح شرعۃ الاسلام لسید علی زادہ ص ۸)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، ان السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجى ومن تخلف عنها غرق. سنت کی مثال نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوگیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہوگیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا)

خدا تعالیٰ کا اعلان ہے۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم (محمد ﷺ) آپ فرما دیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو اس کی عملی صورت یہ ہے کہ میری اتباع کرو، اور میرے نقش قدم پر چلو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت اور آپ کے مبارک طریقہ پر چلنے سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی؟ لہذا سعادت مندی اسی میں ہے کہ بدعت سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے بلکہ جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو تو ایسے فعل کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے وما تردد بين البدعة والسنة يترك لان ترك البدعة لازم یعنی جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۵۵ باب سجود السہو)

مجالس الابرار میں ہے وقد صرح العلماء بان مالم يعلم صحته لا يصح اتباعه وان لم يعلم بطلانه فضلا عما علم بطلانه. علماء اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس چیز کی صحت یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا

جائز نہیں اگر چہ اس کا باطل ہونا بھی معلوم نہ ہو چہ جائے کہ اس کا باطل ہونا معلوم ہو جائے (یعنی جب اس چیز کا باطل ہونا معلوم ہو جائے تو بطریقہ اولیٰ اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا) (مجالس الابرار ص ۱۳۵ مجلس نمبر ۱۹)

بحرالرائق میں ہے ان الحکم اذا تردد بین سنة وبدعة کان ترک البدعة راجحاً علی فعل السنة جب کوئی حکم سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو بدعت کو چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بنسبت بہتر اور راجح ہوگا۔ (بحرالرائق ج ۲ ص ۲۰ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے وما تردد بین البدعة والسنة یترک جو چیز سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ (ج ۱ ص ۷۹ امصری)

شامی میں ہے اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علیٰ فعل البدعة جب کوئی حکم سنت اور بدعت ہونے میں متردد ہو تو سنت کا چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے راجح ہوگا۔

(شامی ج ۱ ص ۶۰۰)

بلکہ یہاں تک ہدایت ہے کہ اگر کوئی بات دل میں آئے جو اسے اچھی معلوم ہو تو فوراً اس پر عمل شروع نہ کر دینا چاہئے تا آنکہ اس کا موافق سنت ہونا معلوم نہ ہو جائے حضرت سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **لا ینبغی لمن الھم شیئاً من الخیر ان یعمل به حتی یسمع به فی الاثر فیحمد اللہ تعالیٰ اذا وافق مافی نفسه وانما قال ھذا لان ما قد ابدع من الآراء قد قرع الا سماع وعلق بالقلوب وربما یشوش صفاء القلب فیتخیل بسببه الباطل حقاً فیحتاط فیه بالاستظھار.** (احیاء العلوم ج ۱ ص ۸۶)

یعنی: جس شخص کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا آثار کے موافق ہونا معلوم نہ ہو جائے۔ اگر آثار میں اس امر کا وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جو بات اس کے دل میں آئی وہ آثار کے مطابق ہوئی، اور یہ بات آپ نے (یعنی سلیمان دارانیؒ نے) اس لئے فرمائی کہ اب جو بہت سی نئی نئی راہیں پیدا ہوگئی ہیں ان کو سن کر آدمی کبھی دل میں جمالیتا ہے اور اس سے بعض اوقات دل کی صفائی میں فرق آجاتا ہے اور اس کے سبب سے وہ امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہے اس لئے احتیاط ضروری ہوا کہ جو امر دل میں پڑے اس کی تائید آثار سے کرے۔ (مذاق العارفین ص ۹۳ جلد اول)

اہل بدعت اذان قبر کے بارے میں کہتے ہیں کہ شیطان قبر میں داخل ہو کر مردہ کو بہکاتا ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے لہذا اذان دینا چاہئے تا کہ مردہ اس کی شرارت سے محفوظ رہ سکے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس دعویٰ کے ثبوت پر کوئی صحیح اور صریح حدیث اور حضور ﷺ وصحابہ کا عمل پیش کرنا چاہئے مگر اہل بدعت اس کے ثبوت پر کوئی صحیح اور صریح حدیث پیش نہیں کرتے، جب صحیح طریقہ سے اس کا ثبوت نہیں اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا اس پر عمل نہیں تو اسے کس طرح مسنون سمجھا جاسکتا ہے! اور بلا دلیل نقلی اس پر عمل پیرا ہونا (بلکہ دوسروں کو اس پر مجبور کرنا اور نہ کرنے والوں پر لعن طعن کرنا) کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاذ

اللہ، ثم معاذ اللہ خاکم بدہن۔حضور ﷺ کو اس کا علم نہیں تھا، اور اگر علم تھا تو آپ نے امت کو اذان کی ہدایت نہ فرما کر مردے کی خیر خواہی میں کوتاہی فرمائی (معاذ اللہ) اور اس کمی کو اب یہ اہل بدعت پوری کر رہے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

گرہمیں مکتب وہمیں ملاں

کار طفلاں تمام خواہد شد

اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جہاں شیطان شرارت کرے وہاں اذان دینا چاہئے۔حدیث میں ہے ان الشیطان یجری منّ الا نسان مجری الدم (متفق علیہ) شیطان انسان کے بدن میں داخل ہوکر خون کی طرح دوڑتا ہے (اور انسان کو گمراہ کرتا ہے) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ باب فی الوسوسہ) اہل بدعت بتلائیں کیا اس وقت اذان دینا مسنون ہے؟

اسی طرح حدیث میں ہے کہ میاں بیوی جب صحبت کرتے ہیں تو شیطان شرارت کرتا ہے اور شامل ہونے کی کوشش کرتا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے امت کو تعلیم دی کہ صحبت سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے بسم اللہ الھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان مارزقتنا ۔ اے اللہ تو ہمیں شیطان سے دور رکھ اور جو اولاد تو عطا کرے اسے بھی شیطانی اثر سے محفوظ رکھ۔اور بوقت انزال دل میں یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی اللھم لا تجعل للشیطان فیما رزقتنی نصیباً اے اللہ جو کچھ تو ہمیں عطا فرمائے اس میں شیطان کا حصہ نہ رکھ۔ (حصن حصین ص ۱۲۰)

کیا اہل بدعت بوقت مصاحبت اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ ہے؟ اسی طرح حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں خبیث جنات مرد اور عورتیں رہتی ہیں جو انسان کی شرم گاہ سے کھیلتے ہیں اور شرارت کرتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ نے امت کو ہدایت فرمائی کہ بیت الخلاء جانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث.

کیا یہ بدعتی بیت الخلاء میں جاتے وقت شیطانی شرارت سے محفوظ رہنے کے لئے اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ ہے؟؟؟ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ان مواقع میں اذن دینا ثابت نہیں اس لئے نہیں دیتے، اسی طرح قبر پر اذان دینا ثابت نہیں اس لئے قبر پر اذان نہیں دیتے اور نہ اسے مسنون سمجھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ امت کو سنت رسول اللہ ﷺ اور تعامل صحابہ پر عمل کرنے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ واھل بیتہ اھل طاعتہ اجمعین

میت والے مکان پر عید کے روز کھانا بھیجنا کیسا ہے؟:

(سوال ۵۴) ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو یہ رواج ہے کہ عید کے روز مختلف احباب کھانا لے کر حاضر ہوتے ہیں اس سے گویا صاحب خانہ کی تعزیت اور ہمدردی اور احسان کرنا مقصود ہوتا ہے تو یہ دستور کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عید کے روز میت والے کے مکان پر کھانا بھیجنے کا دستور غلط اور قابل ترک ہے، تعزیت تین دن تک ہے، اور ایک مرتبہ تعزیت کے بعد دوسری دفعہ تعزیت نہیں ہے اور میت کے گھر کھانا بھیجنا پہلے دن مسنون ہے اس کے بعد خصوصاً عید کے دن کھانا بھیجنے کی رسم کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے غیروں کا ہوسکتا ہے۔ (۱)
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چلہ کی اصلیت:

(سوال ۵۵) تبلیغ والے چلہ میں نکلنے پر بہت زور دیتے ہیں، کیا چلہ کی کوئی اصلیت ہے؟ کہ جس کی بنا پر لوگ چلہ لگانے کے لئے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) چلہ یعنی چالیس دن لگا تار عمل کی بہت برکت اور تاثیر ہے چالیس دن تک عمل کرنے سے روح اور باطن پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ طور پر چالیس یوم کا اعتکاف فرمایا اس کے بعد آپ کو تورات ملی، صوفیائے کرام کے یہاں بھی چلہ کا اہتمام ہے لہٰذا یہ بالکل بے اصل نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا من صلی للہ اربعین یوماً فی جماعۃ بدرک التکبیرۃ الا ولی کتب له براء تان برائۃ من النار وبراء ۃ من النفاق. جس شخص نے صرف خدا کی رضامند کے لئے چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لئے دو پروانے لکھے جاتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے نجات کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا (ترمذی شریف ج ا ص ۳۳) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق۔) (الفصل الثانی) اس سے معلوم ہوا کہ چلہ کو حالات کے بدلنے میں خاص اثر ہے۔ دیکھئے! جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو پہلے چلہ میں وہ نطفہ علقہ (یعنی بندھا ہوا خون) بنتا ہے اور دوسرے چلہ میں وہ علقہ مضغہ (گوشت کی بوٹی) بنتا ہے، اور تیسرے چلہ میں اس مضغہ کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا جاتا ہے اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے، پھر اس کے بعد (یعنی تین چلوں کے بعد جس کے چار ماہ ہوتے ہیں) اس میں جان پڑتی ہے (بیان القرآن)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہوگیا اور اس کی محبت میں دیوانہ ہوگیا، وہ عورت بڑی پاک دامن، عفیفہ اور سمجھدار تھی اس نے اس شخص کو کہلوایا کہ چالیس دن تک حضرت عمرؓ کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھو اس کے بعد فیصلہ ہوگا، اس نے چالیس دن تک اسی طرح نماز پڑھی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور اس کا عشق مجازی عشق حقیقی سے بدل گیا، ابھی تک وہ اس عورت کا عاشق تھا اب اللہ کا عاشق ہوگیا اور عشق بھی ایسا کہ اللہ کی محبت اس کے رگ وپے میں سرایت کرگئی، حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا صدق الله ورسوله ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر بے شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا یقیناً نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ویستحب لجیران اهل المیت والا قرباء الاباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یو مهم ولیلتهم لقوله صلی الله علیه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جآء هم ما یشبعهم، شامی جنائز مطلب فی الثواب علی المصیبة ج ۲ ص ۲۴۰.

شب برأت کی چھ رکعتیں:

(سوال ۵۶) ہماری مسجد میں لوگ شب برأت کو مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں، پہلی دو رکعت درازی عمر کی نیت سے دوسری دو رکعت دفع بلاء کی نیت سے اور اخیر کی دو رکعت کسی کا محتاج نہ ہونے کی نیت سے، ہر دوگانہ کے بعد سورۂ یٰسین بھی پڑھتے ہیں اور اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے تو کیا یہ چھ رکعتیں مسنون ہیں؟ ہم پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) پندرہویں شعبان کو بعد مغرب جو چھ رکعات جس مقصد اور جس نیت سے پڑھی جاتی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس کو مسنون سمجھنا غلط ہے، اس رات میں نفل نمازیں جتنی بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اور درازی عمر، وسعت رزق اور بلاؤں سے حفاظت وغیرہ کی دعا کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ایک غیر مقلد نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ بات صحیح ہے یا ان پر الزام ہے؟:

(سوال ۵۷) ایک رسالہ ''مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام'' ترجمہ و تلخیص مختار احمد ندوی نظر سے گذرا، اس رسالہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور ص ۳۹ پر ایک عنوان ہے...... ''شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کہ یہ مذاہب بدعت ہیں۔'' اور اس کے بعد ''الانصاف'' کے حوالہ سے لکھا ہے۔

''شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''الانصاف'' میں لکھا ہے کہ ''لوگ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں کسی ایک مذہب کی تقلید سے واقف نہ تھے اور نہ ہی اس وقت تک مسلمانوں میں کسی خاص مذہب کا رواج تھا، سلف صالح مذہب کے تصور سے واقف نہ تھے، اس وقت سب لوگ صرف شرع محمدی کی اتباع کرتے تھے اور تمام اعمال میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل کی اتباع کرتے تھے، اور تمام صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اس بات پر اجماع تھا کہ لائق تقلید و اتباع صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے، یہ سب لوگ اس بات سے منع کرتے تھے کہ کوئی مسلمان صرف کسی ایک شخص کے قول و فتویٰ پر عمل کرے۔''

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تقلید ائمہ کے منکر ہیں؟ اور مروجہ مذاہب اربعہ کی تقلید کو بدعت قرار دیتے ہیں؟ امید ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابوں کے حوالوں سے جواب مرحمت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں گے فقط والسلام۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلیاً و مسلما۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف یہ انتساب بالکل غلط اور حضرت شاہ صاحب پر سخت بہتان ہے، ہم بعد میں حضرت شاہ صاحبؒ کے اقوال نقل کریں گے ان سے اس بات کی تردید ہوگی اور یہ ثابت ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ تقلید کے منکر نہیں تھے اور خود اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے مذہب اربعہ کے دائرہ میں رہنے کی وصیت فرمائی ہے اور مذہب حنفی سنت نبوی کے مطابق ہے، اس کی شہادت خود آنحضرت

ﷺ نے دی ہے۔الانصاف کے باب چہارم میں چوتھی صدی سے پیشتر لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے پورے باب کا بنظر غائر مطالعہ کر لیجئے، حضرت شاہ صاحبؒ کا منشأ ہر گز ہر گز تقلید کی مذمت اور اس کو بدعت قرار دینا نہیں ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے پہلی اور دوسری صدی کے لوگوں کی حالت بیان کرتے ہوئے ابو طالب مکیؒ کا مقولہ قوت القلوب سے نقل فرمایا ہے، آپ نے الانصاف کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ ابو طالب مکیؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے، علمی دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ یہ عبارت ابو طالب مکیؒ کے حوالہ سے پیش کی جاتی ،اس عبارت کا انتساب حضرت شاہ صاحب کی طرف علمی خیانت ہے، نیز اس عبارت کو تقلید کے خلاف قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے ،ترجمہ میں بھی خیانت کی گئی ہے،انصاف کی عبارت مع ترجمہ حسب ذیل ہے۔

واعلم ان الناس کا نوافی المائۃ الاول والثانیۃ غیر مجتمعین علی التقلید لمذھب واحد بعینہ قال ابو طالب المکی فی قوت القلوب ان الکتب والمجموعات محدثۃ والقول بما قالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قولہ والحکایۃ لہ فی کل شیٍٔ والثقۃ علی مذھبہ لم یکن الناس قدیماً علی ذلک فی القرنین الاول والثانی ، انتھیٰ (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۷)

جاننا چاہئے کہ پہلی اور دوسری صدی میں لوگ ایک مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے چنانچہ ابو طالب مکیؒ نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ کتابیں اور مجموعے سب نئی نکلی ہوئی ہیں اور لوگوں کے اقوال بیان کرنا اور ایک شخص کے مذہب پر فتویٰ دینا اور اس کے قول کو اختیار کرنا اور ہر چیز میں اس کی نقل کرنی اور اس کے مذہب پر اعتماد کرنا اول اور دوم دو قرنوں میں لوگوں کا دستور نہ تھا،تمام ہوا قول ابو طالب کا۔

اصل عربی عبارت کو سامنے رکھ کر ان کا پیش کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ کیجئے، جو بات وہ کہنا اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصل عربی عبارت اور اس کے صحیح ترجمہ سے ثابت ہوتی ہے؟ یہ دھوکہ دہی اور بہتان تراشی نہیں تو کیا ہے؟ " **غیر مجتمعین لمذھب واحد بعینہ**" کا جو ترجمہ انہوں نے کیا ہے۔"کسی ایک مذہب کی تقلید سے واقف نہ تھے۔" یہ ترجمہ بھی قابل دید ہے،اس سے یا تو ان کی علمی صلاحیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے یا پھر دھوکہ دہی کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے!ابو طالب مکیؒ کی عبارت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ "پہلی اور دوسری صدی میں تقلید شخصی کا عام رواج نہ تھا" مگر بتدریج اس کا رواج ہوتا گیا، چنانچہ اسی بات میں آگے چل کر حضرت شاہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

وبعدالمائتین ظھر فیھم التمذھب للمجتھدین باعیا نھم وقل من کان لا یعتمد علیٰ مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھو الواجب فی ذلک الزمان (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۹)

اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور ایسے کم آدمی تھے کہ مجتہد معین کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب ہو گئی۔

یہ بحث کافی طویل ہے کہ صحابہ،تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں نفس تقلید اور تقلید شخصی کا رواج تھا یا نہیں؟ نیز تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ تقلید شخصی پر امت کا اجماع ہوا اس میں

کیا مصلحت ہے اور تقلید سے متعلق دیگر مباحث پر ہم نے تفصیل سے اپنے ایک رسالہ ''تقلید شرعی کی ضرورت'' میں کلام کیا ہے اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کریں انشاء اللہ دل کو تشفی حاصل ہوگی اور تقلید سے متعلق جو شکوک وشبہات پیش کئے جاتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے، اب ہم شاہ صاحبؒ کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

باب تاکید الأخذ بمذاهب الاربعة والتشديد في تركها والخروج عنها . اعلم ان في الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة (عقد الجيد مع سلک مرواريد ص ۳۱)

ترجمہ:۔ باب سوم، ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید کے بیان میں اعلم...... جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور سب سے اعراض اور روگردانی میں بڑا مفسدہ ہے۔

اور اسی کتاب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

وثانيا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة فاتباعها اتباعاً للسواد الاعظم. (عقد الجيد مع سلک مرواريد ص ۳۳)

اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ سواد اعظم یعنی بڑے معظم جتھے کی پیروی کرو اور چونکہ مذاہب حقہ سوائے ان چاروں مذہب کے باقی نہیں رہے تو ان کی پیروی کرنا بڑے گروہ کی پیروی کرنا ہے اور ان سے نکلنا بڑی معظم جماعت سے باہر نکلنا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مذاہب اربعہ کے مقلدین کو سواد اعظم بتلا رہے ہیں، لہذا جو لوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید نہیں کرتے وہ شتر بے مہار کی طرح ہیں اور در حقیقت وہ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔

نیز آپ امام بغویؒ کا قول بطور تائید نقل فرماتے ہیں۔

ويجب على من لم يجمع هذه الشرائط تقليده فيما يعن له من الحوادث. (عقد الجيد ص ۹)

اور اس شخص پر جو ان شرائط (یعنی اجتہاد کے شرائط) کا جامع نہیں اس پر کسی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے ان حوادث (مسائل) میں جو اس کو پیش آویں)

اور فرماتے ہیں۔

و في ذلك (اى التقليد) من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جداً واشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي رأى برأيه (حجة الله البالغة مترجم ۱، ۲۶۱)

اور اس میں (یعنی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں) بہت سے مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں

ہیں خاص کر اس زمانہ میں جب کہ ہمتیں بہت پست ہوگئی ہیں اور نفوس میں خواہشات نفسانی سرایت کرگئی ہیں اور ہر رائے والا اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

وبعد المأتين ظهرت فيهم التمذهب للمجتهدين باعيا نهم وقل من كان لا يعتمد علىٰ مذهب مجتهد بعينه و كان هذا هوا لواجب فى ذلك الزمان. (انصاف مع ترجمه كشاف ص ۵۹)

اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی (یعنی تقلید شخصی) کا رواج ہوا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں (یعنی عموماً تقلید شخصی کا رواج ہوگیا) اور یہی چیز اس وقت واجب تھی۔

اور فرماتے ہیں:

وهذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الا مة او من يعتد بها منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا (حجة الله البالغة ۱/ ۳۶۱)

اور یہ مذاہب اربعہ جو مدون اور مرتب ہوگئے ہیں پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ (مشہورہ) کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے (اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ موجب گمراہی ہے)

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سراً الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون او لا يشعرون (انصاف عربى ص ۴۷. انصاف مع كشاف ص ۶۳)

الحاصل! ان مجتہدین (ائمہ اربعہ) کے مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور ان کو اس پر متفق کیا ہے خواہ وہ تقلید کی مصلحت اور راز کو جانیں یا نہ جانیں۔

انسان جاهل فى بلاد الهند وبلاد ماوراء النهر وليس هناک عالم شافعي ولا مالكى ولا حنبلى ولا كتاب من كتاب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب ابى حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة ويبقىٰ سدىً مهملاً. (انصاف عربى ص ۵۳، انصاف مع كشاف ص ۷۰، ۷۱)

کوئی جاہل عامی انسان ہندوستان اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں عام طور پر مذہب حنفی پر عمل ہوتا ہے) اور وہاں کوئی شافعی مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس وقت اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ہی کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ حنفی مذہب کو ترک کردے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنے گردن سے نکال پھینکنا ہے اور مہمل و بیکار بن جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے دور کے بلند پایہ محدث، بے مثال فقیہ، جامع المعقول والمنقول اور مجتہد تھے، غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا صدیق حسن خان صاحب شاہ صاحبؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی بود امام الائمہ وتاج المجتہدین شمردہ می شود" یعنی: اگر شاہ صاحب کا وجود صدر اول

(متقدمین کے زمانہ) میں ہوتا تو اماموں کے امام اور مجتہدین کے سردار شمار ہوتے ، یہ ہے شاہ صاحبؒ کا علمی مقام اور محدثانہ شان ۔ اس علوشان کے باوجود حضور اقدس ﷺ کی جانب سے آپ کو تقلید پر مامور کیا گیا اور دائرۂ تقلید سے خروج کی ممانعت کی گئی ، چنانچہ حضرت شاہ صاحب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں ۔

واستفدت منه صلی الله علیه وسلم ثلثة امور خلاف ما کان عندی وما کانت طبعی تمیل الیه اشد میل فصارت هذه الا ستفادة من براهین الحق تعالیٰ علی الی قوله . وثانیهما الو صاة بالتقلید بهذه المذاهب الاربعة لا اخرج منها الخ .(فیوض الحرمین ص ۶۴ ،ص ۶۵ مطبوعه رحیمیه دیو بند)

ترجمہ : حضور اقدس ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں کہ پہلے میرا خیال ان کے موافق نہ تھا اور اس طرف بالکل قلبی میلان نہ تھا ، یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق ہوگیا ، ان تین امور میں سے دوسری بات یہ تھی ، حضور اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید کروں اور ان سے باہر نہ نکلوں ۔

مذکورہ عبارت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ہے جسے شک ہو فیوض الحرمین کھول کر دیکھ لے ، اس عبارت میں ائمہ اربعہ کے مقلدین کے لئے بشارت عظمیٰ اور غیر مقلدوں کے لئے بڑی عبرت ہے کیا اس کے بعد بھی حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف یہ بات منسوب کی جاسکتی ہے کہ آپ تقلید کے منکر اور مذہب اربعہ کے بدعت ہونے کے قائل ہیں !!! مزید آپ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں ۔

وعرفنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی المذهب الحنفی طریقةً انیقةً هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابه .(فیوض الحرمین ص ۴۸ کتب خانه رحیمیه دیو بند)

ترجمہ : حضور اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی ۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ فرامین عالیہ کا خلاصہ یہ ہے ۔

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے مبارک زمانہ میں نفس تقلید کا رواج و دستور بلا خلاف جاری وساری تھا ۔

(۲) مذاہب اربعہ (حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی) کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے (جو از روئے حدیث واجب ہے) اور مذاہب اربعہ کے دائرہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہے (جو گمراہ کن ہے)

(۳) دوسری صدی کے بعد تقلید شخصی (یعنی مذاہب اربعہ میں سے صرف کسی ایک کی تقلید) کی ابتدا ہو چکی تھی ۔

(۴) مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید یعنی تقلید شخصی منجانب اللہ ایک الہامی راز ہے ۔

(۵) مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے ۔

(۶) غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔
(۷) تقلید شخصی میں دینی مصالح وفوائد ہیں۔
(۸) مجھے مذاہب اربعہ کے دائرہ میں رہنے کی (یعنی تقلید کی) آنحضور ﷺ نے وصیت فرمائی ہے۔
(۹) مذہب حنفی سنت کے مطابق ہے اس کی شہادت خود حضور اقدس ﷺ نے دی ہے۔
(۱۰) عوام (یعنی غیر مجتہد) کے لئے تقلید چھوڑنا حرام ہے بلکہ دائرۂ اسلام سے نکل جانے کا پیش خیمہ ہے (جس کا اعتراف غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے کیا ہے جسے ہم آئندہ پیش کریں گے۔ (تلک عشرۃ کاملۃ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فرامین بار بار پڑھئے اور فیصلہ کیجئے جس بات کی سنت حضرت شاہ صاحب کی طرف کی جارہی ہے وہ کس قدر غلط ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس فرقہ کے متعلق جو بات تحریر فرمائی ہے وہ بھی قابل دید ہے، اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کر کے فقہاء کرام پر طعن وتشنیع اور ان کی شان میں بدزبانی، گستاخی، اور بدگمانی سے باز آنا چاہئے ملاحظہ ہو۔

فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث والا ثرفان الا كثرين منهم انما كدهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى اكثره موضوع او مقلوب لا يراعون المتون ولا يتفهمون المعانى والا يستنبطون سرها ولا يستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولا يعلمون انهم عن مبلغ ما او توه من العلم قاصرون وبسوء القول فيهم الا ثمون (الا نصاف مع ترجمه كشاف ص ۵۳).

طبقۂ اہل حدیث والاثر کا حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کی کوشش (صرف) روایتوں کا بیان کرنا ہے اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو تلاش کرنا ہے جن کا اکثر حصہ موضوع یا مقلوب ہے، یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور نہ اس کے دفینے اور فقہ کو نکالتے ہیں اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر سنن واحادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کی جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں اور فقہاء کو برا بھلا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین ترک تقلید کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں، جس طرح خود آزاد ہیں دوسروں کو بھی آزاد رہنے کی تلقین کرتے ہیں مگر ترک تقلید سے جو دینی نقصان ظاہر ہو رہا ہے اور برسوں کے تجربہ کے بعد ان کے بڑوں نے اس آزادی کے متعلق جو تحریر کیا ہے اسے نہیں دیکھتے، حق یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ہٹ دھرمی کٹ حجتی کو چھوڑ کر دیانت داری اور سنجیدگی سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں، غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اپنی جماعت اہل حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

فقد نبت فى هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعى انفسها علم الحديث والقرآن

والعمل والعرفان . الی قوله . فیا للعجب ان یسمون انفسهم الموحدین المخلصین وغیرهم بالمشرکین وهم اشد الناس تعصباً وغلواً فی الدین. الیٰ قوله . فما هذا دین الا فتنة فی الا رض وفساد کبیر .(الحطه فی ذکر صحاح السته ص ۶۷، ۶۸ بحواله تقلید ائمه ص ۱۷، ۱۸)

اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند ریا کار ظاہر ہوا ہے جو ہر طرح کی خامی کے باوجود اپنے قرآن وحدیث پر علم وعمل کا مدعی ہے (حالانکہ اس کو علم وعمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے)۔الی قولہ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کس بنیاد پر خود کو موحد کہتے ہیں اور مقلدین کو (تقلید ائمہ کی وجہ سے) مشرک (اور بدعتی) قرار دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود تمام لوگوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں، اس مضمون کے اختتام میں لکھتے ہیں فما ہذا...... یہ طریقہ (جو غیر مقلدوں کا ہے) کوئی دین نہیں یہ تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم ہے۔

ان کے ایک دوسرے پیشوا مولانا محمد حسینؒ بٹالوی تحریر فرماتے ہیں۔

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنی کرشمہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود، شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔''

(اشاعت السنہ جلد ۱۱، شمارہ ۱۱ ص ۵۳ بحوالہ سبیل الرشاد ص ۱۰ اور کلمۃ الفصل ص ۱۰ اور تقلید ائمہ ص ۱۶، ۱۷ از مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تقلید کے متعلق غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

(سوال ۵۸) آج کل سورت میں نام نہاد اہل حدیث (غیر مقلدین) کی طرف سے ایک کتابچہ (رسالہ) تقسیم کیا جارہا ہے جس میں تقلید سے متعلق کچھ ایسی باتیں لکھی ہیں، جن کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے، مثلاً اس کتابچہ کے ص ۶ پر لکھا ہے ''اہل حدیث کے علاوہ دوسرے بہت سے مذاہب بھی قرآن وحدیث کا دم بھرتے ہیں مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے تقلیدی مذاہب میں پہلی بنیاد اماموں کے اقوال کو قرار دیا گیا ہے، پھر قرآن مجید واحادیث...... الخ'' کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

اور اسی طرح حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کا قول بھی پیش کیا ہے جس سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت غوث پاکؒ بھی تقلید کے مخالف تھے، اور آیت اتخذوا احبار هم ورهبانهم اربابا من دون الله اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث بھی پیش کی ہے جس سے بظاہر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنے مذہبی رہنماؤں کو اللہ کا درجہ دے رکھا تھا۔ اور تحلیل وتحریم اشیاء کا اختیار ان کے حوالے کر رکھا تھا، یہی حال مقلدوں کا اپنے

اماموں کے ساتھ ہے، کیا یہ باتیں صحیح ہیں؟ امید ہے کہ آپ جواب عنایت فرمائیں گے اور مختصراً ان باتوں کے متعلق بھی وضاحت فرمائیں تا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو، بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) تقلید سے متعلق غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) نے جولکھا ہے وہ سراسر غلط اور بہتان ہے، یہ ان کی جانب سے دھوکہ دہی، کذب بیانی اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے: دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے، اللہ رب العزت وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات اقدس ہی مستقل مطاع بالذات ہے اور اللہ کے رسول حضور اقدس ﷺ نے اپنے اقوال واعمال سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی لابدی اور ضروری ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ**۔

قرآن وحدیث میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحۃً اور قطعی طور پر ثابت ہیں، اس قسم کے مسائل ''منصوصہ'' کہلاتے ہیں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ اور حج کی فرضیت وغیرہ وغیرہ ان مسائل منصوصہ میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں، لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہوتا ہے، اور بعض احکام ایسے ہیں جن میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، ایسے مسائل واحکام کا حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث کا بہت گہرا علم اور منصب اجتہاد پر فائز ہونا اور طرق استنباط سے واقف ہونا ضروری ہے، ظاہر ہے کہ ایسا عمیق علم ہمیں حاصل نہیں کہ ہم اپنے طور پر کوئی حکم معلوم کرسکیں، ہمارے اسلاف عظام جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کا بہت وسیع اور عمیق علم عطا فرمایا تھا اور جو حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ سے ہماری نسبت بہت قریب تھے، اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بہت ہی اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ان اسلاف عظام نے خداداد صلاحیت سے قرآن وحدیث اقوال صحابہ، اجماع امت وقیاس شرعی کی روشنی میں ان احکام ومسائل کا جو حکم بیان فرمایا ہے مناسب بلکہ ضروری یہ ہے کہ ہم ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بات تسلیم کرلیں اور ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں، اس عمل کرنے کو اصطلاح میں ''تقلید'' (اتباع) کہا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین کا اصول یہ ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ کا حکم سب سے پہلے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید میں تلاش کرتے ہیں، پھر سنت مبارکہ میں پھر اجماع امت میں، اور جب کسی مسئلہ کا حکم مذکورہ تینوں حجتوں میں نہ ملے تو قرآن وحدیث واجماع امت کی روشنی میں اجتہاد واستنباط کرتے ہیں، جسے قیاس شرعی کہا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب ''حسامی'' میں ہے:

ان اصول الشرع ثلثۃ الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ والاصل الرابع القیاس المستنبط من ھذہ الاصول (حسامی ص ۲)

اصول شرع تین ہیں، کتاب، سنت اور اجماع امت اور چوتھی اصل وہ قیاس ہے جو قرآن وحدیث واجماع امت سے مستنبط ہو۔

نورالانوار میں ہے۔ اعلم ان اصول الشرع ثلثة الكتاب والسنة واجماع الامة...... والاصل الرابع القياس (ص ٦، ص ٧)

اصول الشاشی میں ہے۔ ان اصول الفقه اربعة كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الامة والقياس. (ص ۵)

احقر کے برادر خورد مولوی سید عبدالاحد قادری کوثر نے کیا خوب کہا ہے۔

لفظ ''فقہ'' کے معنی کسی شئی کا جاننا
احکام شرع جو بھی ہیں ان کو پہچاننا
اب اس کے بعد سنیئے ذرا محترم عزیز
علم فقہ کے مأخذ و منبع ہیں چار چیز
قرآن اور حدیث ہے اس کے لئے اساس
اجماع اس کے بعد ہے آخر میں ہے قیاس
ہے مجتہد کے واسطے یہ صورت جواز
ہر فرد اجتہاد کا ہوتا نہیں مجاز

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین کا جو طریقہ اور اصل ہے وہ مندرجہ ذیل حدیث سے مستفاد ہے۔

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لمابعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لک قضاء قال اقضىٰ بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فان لم تجد فى سنة رسول الله صلى الله على وسلم قال اجتهد برائى ولا آلو فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على صدره وقال الحمد لله الذى وفق رسولَ رسولِ الله (صلى الله عليه وسلم) لما يرضىٰ به رسول الله. (باب العمل فى القضاء والخوف منه مشكوٰة شريف ص ۳۲۴) (باب اجتهاد الرأى فى القضآء ابو داؤد شريف ص ۱۴۹)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو دریافت فرمایا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آ جائے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا، کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ فرمایا پھر اجتہاد اور استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا، اور اس مسئلہ کا حکم تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا، حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی کہ جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش ہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مقلد نے جو بات لکھی ہے وہ سراسر غلط ہے ہرگز ہمارا یہ عمل نہیں ہے، ہمارے نزدیک تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ دراصل وہ

قرآن وسنت ہی پر عمل کررہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کررہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ ''امام'' اس کی اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے، جیسے بڑی جماعت میں مکبر مقرر کئے جاتے ہیں، پچھلی صف والے مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ وغیرہ ادا کرتے ہیں مگر سب کا تصور یہی ہوتا ہے کہ ہم امام کی اقتداء کررہے ہیں مکبر ہمارے اور امام کے درمیان ایک واسطہ ہے اور خود مخبر کا بھی یہی تصور ہوتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں، میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے، ہم سب اسی کی اقتداء میں نماز ادا کررہے ہیں، بالکل یہی تصور تقلید میں ہوتا ہے۔

غور کیا جائے تو تقلید ایک امر فطری ہے اور انسان کے ساتھ مثل سائے کے لگی ہوئی ہے، خود غیر مقلدین بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں، رات دن تقلید کرتے ہیں، وہ خود قرآن وحدیث کے ماہر نہیں ہیں دوسروں سے پوچھ کر عمل کرتے ہوں گے، ان کے گھر کی عورتیں محدثہ عالمہ فاضلہ نہیں ہوتیں مردوں سے پوچھ کر عمل کرتی ہوں گی، ان کے گھر کے چھوٹے بڑوں کو دیکھ کر عمل کرتے ہوں گے، یہ تقلید کی صورت نہیں تو کیا ہے؟ اور اہل دنیا کا طریقہ ہے کہ جو شخص جس علم وفن کا ماہر نہ ہو وہ اس فن کے ماہرین سے پوچھ کر اور اس کی رہنمائی میں اس کام کو انجام دیتا ہے، بیمار ہو تو ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرتا ہے، مکان بنانا ہو تو ماہر انجینئر کی تلاش ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ جب دنیوی معاملات میں ماہرین فن کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تو دینی معاملات میں کیوں نہ ہو؟ بلکہ نسبتاً زیادہ ضرورت ہوگی، وہاں تو صرف دنیا برباد ہوگی، یہاں دین ودنیا دونوں کا خسارہ ہوگا اور **خسر الدنیا والاخرۃ** کا مصداق ہوگا۔

غور کیا جائے تو امت پر مجتہدین وفقہاء کا بڑا احسان ہے (اللہ تعالیٰ ہماری اور پوری امت کی طرف سے ان کو جزاء خیر عطا فرمائے آمین) ان حضرات نے قرآن وحدیث آثار صحابہ اور قیاس شرعی کی روشنی میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ ہر قسم کے مسائل الگ الگ کر کے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے امت کے لئے قرآن وحدیث پر عمل کرنا نہایت آسان ہوگیا اگر فقہاء عظام کا یہ عظیم الشان کارنامہ نہ ہوتا تو نہ معلوم آج امت کا کیا حال ہوتا!! کیا امت کے ہر فرد میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل کا حکم براہ راست قرآن وحدیث سے معلوم کر سکے؟ آج کل تو حال یہ ہے کہ صحیح طریقہ سے قرآن مجید با تجوید پڑھنا نہیں آتا، عربی کے ابجد سے واقف نہیں کیا یہ لوگ براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل کا حکم معلوم کریں گے؟ بس تھوڑی دیر کے لئے رک کر غور کیجئے! غیر مقلدین جن کا مبلغ علم چند حدیثوں کا اردو ترجمہ ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ چاہے آپ بالکل جاہل ہو مگر اسلاف (۱) عظام اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی اتباع مت کرو، براہ راست قرآن وحدیث پر عمل کرو۔ خدا کے بندو! جب علم نہیں تو قرآن وحدیث پر تو کیا عمل کریں گے اپنی نفسانی خواہشات پر عمل پیرا ہوں گے، اس کے برعکس امت کے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ انسان اپنی ناقص فہم پر ناز نہ کرے، اور امت کے بڑے بڑے علماء، محدثین اور اولیاء کرام جس طریقہ پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اسی طریقہ پر عمل کرے، بس یہ ہے تقلید، بتلائیے اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر اس کو بدعت و شرک کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تعالیٰ علماء محدثین اور اولیاء کرام بدعت وشرک میں مبتلا تھے؟ اور جب ان کے اس گمان کے مطابق اسلاف کا یہ حال ہو تو اپنے حال وایمان کا خدا ہی حافظ! لہذا ہمارے غیر مقلدین

(۱) اور پھر خود کو سلفی کہتے ہیں جب کہ اسلاف سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ ان کی شان میں گستاخی اور بدگوئی کرتے ہیں۔

بھائیوں کو اگر اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر ہے تو پہلی فرصت میں غیر مقلدیت سے توبہ کریں اور جمہور امت جس طریقہ پر عمل پیرا ہے اس طریقہ پر آجائیں اور علمی مباحث علماء کے لئے چھوڑ دیں، چند حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر انسان عالم نہیں بن جاتا جیسے طب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے انسان طبیب اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا، رائے زنی اور معالج بننے کے قابل نہیں ہو جاتا، یہی حال دوسرے فنون کا ہے، اسی طرح چند حدیثوں کا ترجمہ یاد کر کے بخاری اور مسلم کا نام لینے لگنا اور خود کو بڑا محدث سمجھنا اور بحث ومباحثہ کرنا بہت ہی نازیبا حرکت ہے، علم کے بغیر علمی مباحث کرنا بہت ہی خطرناک ہے، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وانما حق العوام ان یؤ منوا ویسلموا ویشتغلوا بعبادتهم ویتر کوا العلم للعلماء فالعامی لو یزنی ویسرق کان خیراً له من ان یتکلم فی العلم فانه من تکلم فی الله وفی دینه من غیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لایدری کمن یرکب لجة البحر وهو لا یعرف السباحة.

(احیاء العلوم ص ۳۵ جلد نمبر ۳)

ترجمہ:۔ عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لاکر اپنی عبادتوں میں مشغول رہیں، علمی باتوں میں مداخلت نہ کریں، یہ کام علماء کے لئے چھوڑ دیں، عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصاندہ اور خطرناک ہے، کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اسے اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور سمندر میں کود پڑے۔

عام مسلمانوں کو شرعی حکم معلوم کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، باریکیوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے، حدیث میں ہے، ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آپ مجھے علمی دقائق بتلائیے، آپ ﷺ نے چند سوالات کئے (۱) تو خدا کی معرفت حاصل کر چکا؟ (۲) تو نے اللہ تعالیٰ کے کتنے حقوق ادا کئے؟ (۳) تجھے موت کا علم ہے؟ (۴) تو موت کی تیاری کر چکا؟ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جا اولاً بنیاد مضبوط کر پھر میرے پاس آ تو میں تجھے علمی دقائق سے باخبر کروں۔"

(جامع بیان العلم ص ۱۴۳)

اور آنحضور ﷺ کی پیشین گوئی ہے اتخذ الناس رؤساً جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا. حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (ایک ایسا زمانہ آئے گا) کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

(کتاب العلم الفصل الاول مشکوٰۃ شریف ص ۳۳)

غیر مقلدین آیت قرآنی اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله، اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث سے نہایت غلط استدلال کر کے یہ آیت اور حدیث مقلدین پر چسپاں کرتے ہیں اور معاذ اللہ مقلدین اور یہود و نصاریٰ کو ایک صف میں کھڑا کر دینا چاہتے ہیں مگر مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہو گیا کہ یہ استدلال نہایت غلط ہے، یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبان کو تحلیل و تحریم کا مستقل اختیار دے رکھا تھا اور مقلدین کا اپنے اماموں کے متعلق جو

سوء اور خیال ہے وہ اوپر واضح ہوگیا، کسی بھی صورت میں یہ آیت اور حدیث مقلدین پر صادق نہیں آتی، اس آیت کا تفصیلی جواب فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۳، ص ۱۹۴ ج ۴، اور تقلید کی شرعی ضرورت ص ۵۷ پر چھپ چکا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

جاہل لوگ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے ہیں، قرآن مجید میں اس کی مذمت آئی ہے **قالوا وجدنا علیھا آباء نا اولو کان آباء ھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون**، غیر مقلد یہ آیت بھی مقلدین پر چسپاں کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ اس آیت کا تعلق جاہلانہ رسوم ورواج سے ہے، کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کردہ فقہ معاذ اللہ جاہلانہ رسوم ہیں؟ کس قدر الزام تراشی، دھوکا دہی اور کذب بیانی ہے؟

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

نفس تقلید کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے اختصار کے پیش نظر صرف ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی جاتی ہے (تفصیل تقلید کی شرعی کی ضرورت اور فتاویٰ رحیمیہ میں ملاحظہ ہو) قرآن مجید میں ہے **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**. ترجمہ: اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر (اہل علم) سے پوچھو (قرآن مجید سورۂ نحل پ ۱۴) یعنی جو لوگ مجتہد نہ ہوں اور قرآن وحدیث سے براہ راست مسائل کا حکم معلوم کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں تو انہیں اہل علم سے پوچھنا چاہئے، یہی تو تقلید کا حاصل ہے۔

حدیث میں ہے: **عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فا قتدوا باللذین من بعدی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ** حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں میں تم لوگوں میں کب تک زندہ رہوں لہذا میرے بعد ان دو شخصوں یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ کی اقتداء کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰ باب مناقب ابی بکر وعمر الفصل الثانی)

ان دونوں دلیلوں سے نفس تقلید کا ثبوت ہوتا ہے پھر اس تقلید کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ تقلید کے لئے کسی خاص امام مجتہد کو متعین نہ کیا جائے، کبھی ایک امام کے مسلک کو اختیار کرلیا تو کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیا اسے ''تقلید مطلق'' کہا جاتا ہے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین کرلیا جائے، ہر مسئلہ میں اسی کی اتباع کی جائے اسے ''تقلید شخصی'' کہا جاتا ہے، عہد صحابہ وتابعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل درآمد رہا ہے اور بکثرت اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ اس عہد (زمانہ) میں یہ بات عام تھی کہ جو خود فقیہ، مجتہد نہ تھے وہ فقہاء صحابہ وتابعین سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابۃ الیٰ ان ظھرت المذاھب الاربعۃ یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکارہ، ولو کان ذلک باطلاً لا نکرہ. (عقد الجید مع سلک مروارید ص ۲۹)

صحابہ کرامؓ سے لے کر مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگوں کا یہی دستور رہا کہ جو عالم مجتہد مل جاتا اس کی تقلید کرلیتے تھے اس پر کسی بھی معتبر اور مستند شخصیت نے نکیر نہیں کی، اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات (صحابہ وتابعین)

ضرور اس پر نکیر فرماتے۔

حضرت شاہؒ کے اس فرمان سے عہد صحابہؓ وتابعین میں ''تقلید مطلق'' کا واضح طور پر ثبوت ملتا ہے، تقلید مطلق کے ساتھ عہد صحابہؓ وتابعین بلکہ عہد رسالت میں بھی تقلید شخصی کی مثالیں ملتی ہیں۔

(۱) حضرت معاذؓ کی حدیث پہلے گذر چکی ہے، حضور ﷺ نے اہل یمن کے لئے اپنے فقہاء صحابہ میں سے صرف ایک جلیل القدر صحابی حضرت معاذؓ کو بھیجا اور انہیں حاکم، قاضی اور معلم بنا کر اہل یمن پر لازم کر دیا کہ ان کی اتباع کریں، یہ حدیث اجتہاد استنباط اور تقلید شخصی کے ثبوت میں واضح دلیل ہے۔

(۲) عہد صحابہ وتابعین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مکہ مکرمہ میں، حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ منورہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں فتوی دیتے تھے، صحابہ وتابعین ان کے فتاوی پر بلا دلیل دریافت کئے عمل پیرا ہوتے تھے، یہ تقلید شخصی نہیں تو اور کیا ہے؟

بخاری، مسلم، اور ابوداؤد میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا، دونوں کا جواب الگ الگ تھا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا: **لا تسئلو نی ما دام هذا الحبر فیکم** جب تک یہ تبحر عالم تمہارے درمیان موجود ہیں تمام مسائل انہیں سے دریافت کرو، مجھ سے مت پوچھو۔ یہ تقلید شخصی ہی تو ہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۲۶۴ باب الفرائض الفصل الثانی)

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے: **ان اهل المدینة سئالوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر، قالوا لا نأ خذ بقولک و ندع قول زید**. یعنی: اہل مدینہ نے ابن عباسؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، کہ ایک عورت طواف فرض (طواف زیارۃ) کے بعد حائضہ ہوگئی تو وہ (طواف وداع کئے بغیر) جاسکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا'' جاسکتی ہے۔'' اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول (فتوی) پر عمل کر کے زید بن ثابتؓ کے قول (فتوی) کو ترک نہیں کریں گے۔ (بخاری شریف ج اص ۲۳۷ باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے، اور حضرت ابن عباسؓ نے اہل مدینہ کے جواب پر نکیر نہیں فرمائی کہ تم اتباع اور اقتدار کے لئے ایک معین شخص کو لازم کر کے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو، اگر تقلید نا جائز اور حرام ہوتی تو ابن عباسؓ ضروری نکیر فرماتے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ تابعین کے دور میں فقہاء سبعہ کے فتووں پر عمل ہوتا تھا۔

الحاصل عہد صحابہؓ وتابعینؒ میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا رواج تھا، مگر وہ زمانہ خیر القرون کا تھا، لوگوں میں تقوی کا دور دورہ تھا، خدا ترسی غالب تھی، ان کا متعدد حضرات سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا تھا یا یہ مقصد ہوتا کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس کے قول پر عمل کریں گے اس لئے تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں پر عمل ہوتا تھا، اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا لوگوں کی ہمتیں پست ہوتی گئیں، دین کی طرف سے سستی بڑھنے لگی تو امت کے نباض علماء نے محسوس کیا، بلکہ منجانب اللہ محسوس کرایا گیا (اس لئے کہ پوری امت کا کسی ایک بات پر متفق ہو جانا مشیت ایزدی اور القاء ربانی کے بغیر بہت مشکل ہے) کہ ''تقلید شخصی'' میں منحصر کر دیا جائے چنانچہ بتدریج اسی طرف علماء کا میلان ہونے لگا اور ہوتے ہوتے تقلید شخصی کے وجوب پر امت کا اجماع ہوگیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه و كان هو الواجب في ذلك الزمان .(الا نصاف عربی ص ۴۴ مع ترجمه ص ۵۹)

دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہوگیا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔

اور فرماتے ہیں۔

وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سرٌّ الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون اولا يشعرون .(انصاف عربی ص ۴۷ مع ترجمه كشاف ص ۶۳)

الحاصل: ان مجتہدین (ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کی) پابندی (یعنی تقلید شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور اس پر ان کو متفق کیا ہے وہ تقلید کی مصلحت اور راز کو جانیں یا نہ جانیں۔

اور فرماتے ہیں:

انسان جاهل في بلاد الهند وبلاد ما وراء النهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لا نه حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة ويبقى سدىً مهملاً......(انصاف عربی ص ۵۳ مع ترجمه كشاف ص ۷۰، ۷۱)

ترجمہ:۔ کوئی جاہل عامی انسان جو ہندوستان اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں عام طور پر مذہب حنفی پر عمل ہوتا ہے) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی، اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ہی کے مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ مذہب حنفی کو ترک کردے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنے گردن سے نکال پھینکنا ہے اور مہمل اور بیکار بن جانا ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

وثانيا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الا عظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم.(عقد الجيد مع سلك مرواريد ص ۳۳)

ترجمہ:۔ اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا سواد اعظم یعنی بڑے جتھے کی پیروی کرو اور چونکہ مذاہب حقہ سوائے ان چاروں مذہب کے باقی نہیں رہے تو ان کی پیروی کرنا سواد اعظم کی پیروی کرنا ہے اور ان سے نکلنا سواد اعظم (بڑی معظم جماعت) سے باہر نکلنا ہے۔

حدیث میں حضور اکرم ﷺ سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کا حکم فرما رہے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تقلید ضروری ہونے کے لئے اسی فرمان نبوی ﷺ سے استدلال فرما رہے ہیں اور سواد اعظم کا مصداق ائمہ اربعہ کے مقلدین کو قرار دے رہے ہیں، لہٰذا جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر ہیں وہ سواد اعظم سے خارج ہیں۔

اور فرماتے ہیں۔

باب تاکید الاخذ بمذاهب الاربعة والتشديد فی ترکها، والخروج عنها اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها کلها مفسدة کبيرة.(عقد الجيد مع سلک مرواريد ص ۳۱)

ترجمہ: باب سوم ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکیداوران کو چھوڑنے اوران سے باہر نکلنے کی ممانعت شدیدہ کے بیان میں ...... اعلم ...... جاننا چاہئے کہ ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اوران سب سے اعراض اور روگردانی کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (جن کے بلند پایہ محدث بیمثال عالم وفقیہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے، خود غیر مقلدین بھی ان کو محدث تسلیم کرتے ہیں) کی ارشادات غور بار بار پڑھئے، آپ عامی شخص (غیر مجتہد) پر تقلید کو واجب قرار دے رہے ہیں اور ایسے شخص کے لئے تقلید چھوڑنے کو حرام فرمار ہے ہیں اور فرمایا کہ اس صورت میں شریعت کی رسی گردن سے نکال پھینکنا ہے، غور کیجئے! تقلید میں دین کی حفاظت ہے یا بربادی ؟ اور ترک تقلید کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اور یہ بات تنہا شاہ صاحبؒ نے نہیں تحریر فرمائی ہے، خود غیر مقلدوں کے گھر سے واقف اوران کے بڑوں نے بھی طویل تجربہ کے بعد اسی طرح کی بات لکھی ہے۔

چنانچہ غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے ''اشاعت السنہ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۱۱ کے ص ۵۳ پر لکھا ہے۔''

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جولوگ بے علمی کے باوجود مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے نسق وخروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنی کرشمہ ہے۔'' الخ (بحوالہ سبیل الرشاد ص ۱۰ اور کلمۃ الفصل ص ۱۰ اور تقلید ائمہ ص ۱۶، ص ۱۷) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تقلید شرعی کی ضرورت ۳، ۴، ۵ اور فتاوی رحیمیہ اردو ص ۷۱، ۷۲ ج ۱)

غیر مقلدین۔محدثین کا اس انداز سے تذکرہ کرتے ہیں گویا وہ سب کے سب ان کے ہم مشرب، ہم خیال، تقلید کے منکر، تین طلاق کو ایک کہنے والے ائمہ اربعہ کی بدگوئی کرنے والے، بیس رکعت تراویح کے منکر اور اسے بدعت عمری کہنے والے، جمعہ کی اذان اول کو بدعت عثمانی کہنے والے (وغیرہ وغیرہ) تھے، کہاں یہ نام نہاد اہل حدیث اور کہاں وہ محدثین کی مقدس جماعت۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

البتہ روافض اور شیعہ سے ان کا رشتہ جڑا ہوا ہے، اس لئے کہ بہت سے مسائل میں یہ لوگ روافض اور شیعہ کے ساتھ ہیں مثلاً

(۱) شیعہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر ہیں اور مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں اسی طرح غیر مقلدین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر تقلید کو بدعت اور شرک کہتے ہیں۔

(۲) روافض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو معیارِ حق تسلیم نہیں کرتے ،اسی طرح غیر مقلدین بھی صحابہؓ کے معیارِ حق ہونے کے منکر ہیں۔
(۳) روافض ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع کو تسلم نہیں کرتے ،اسی طرح غیر مقلدین بھی تین طلاق کے وقوع کے منکر ہیں۔
(۴) روافض نے بیس رکعت تراویح کو بدعت کہا تو غیر مقلدین بھی بیس رکعت تراویح بدعت عمری کہتے ہیں۔
(۵) روافض جمعہ کے دن اذان اول کو جو منارہ پر دی جاتی ہے بدعت کہتے ہیں اسی طرح غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت عثمانی کہتے ہیں۔
(۶) حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عورتوں کی آزاری و بے احتیاطی دیکھی تو صحابہ کے مشورہ سے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا فیصلہ فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر حضور اکرم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو آپ بھی روک دیتے اس فیصلہ کو شیعہ وروافض نے قبول نہیں کیا، اسی طرح غیر مقلدین بھی منظور نہیں کرتے۔

اب محدثین کا حال ملاحظہ فرمایئے! جتنے محدثین گذرے ہیں باوجود یہ کہ ان کی زندگیاں حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں گذریں، حدیث کی ضخیم ضخیم کتابیں تصنیف کیں مگر الحمد للہ وہ سب مقلد تھے، صحاح ستہ کے مصنفین کا حال سنیئے! امام بخاری مقلد تھے اور شافعی تھے، غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا نواب صدیق حسن صاحب نے اپنی کتاب ''الحطہ فی ذکر صحاح الستہ'' میں تحریر کیا ہے کہ امام بخاری کو امام ابو عاصمؒ نے جماعت شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلمؒ ،امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ یہ سب بھی مقلد اور شافعی ہیں، امام ابو داؤد کے متعلق بعضوں نے کہا کہ وہ حنبلی تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ شافعی تھے، امام نسائیؒ شافعی تھے، یہ ہے صحاح ستہ کے مصنفین کا حال۔ اب بتلایئے غیر مقلدین کس منہ سے کہتے ہیں کہ محدثین ہم جیسے تھے، الحمد للہ وہ سب ہمارے ہیں اور یقیناً جس طرح حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہیں اور صحیح معنی میں اہل قرآن اور اہل حدیث ہیں اسی طرح صحاح ستہ کے مصنفین تھے، اور ملاحظہ فرمایئے، صحاح ستہ کی سوا جتنے محدثین گذرے ہیں وہ سب بھی مقلد تھے، مثلاً امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ مقلد تھے اور شافعی تھے، امام یحییٰ بن معینؒ، محدث یحییٰ بن سعید قطانؒ، محدث یحییٰ بن ابی زائدہ محدث وکیع بن جراحؒ، امام طحاویؒ، امام زیلعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ یہ سب مقلد تھے اور حنفی تھے، علامہ ذہبیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن جوزیؒ، یہ سب حنبلی تھے وغیرہ وغیرہ۔

محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مبارک نام سے کون ناواقف ہوگا؟ علم اور ولایت کے اس رفیع مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ مقلد تھے اور حنبلی تھے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر موت آنے اور حشر میں ان کے ساتھ ہونے کی تمنا اور دعا فرماتے تھے، آپ کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے۔ '' قال الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانیؒ واماتنا علی مذھبہ اصلاً و فرعاً وحشرنا فی زمرتہ. '' (غنیۃ الطالبین ص ۲۰۵ باب فی الصلوٰۃ الخمس ،فصل وینبغی للماموم۔)(۱)

۱؎ حق تو یہ ہے کہ غیر مقلدین کو ان کی کوئی عبارت پیش کرنے کا حق نہیں جب کہ وہ اپنے طریقہ کے علاوہ تمام مقلدین کو ''باطل راستہ'' پر سمجھتے ہیں تو ان کی عبارت ان کے مقصد و منشاء مسلک کے خلاف اپنا غلط مقصد ثابت کرنے کے لئے کیوں پیش کرتے ہیں؟ ایک طرف ان بزرگوں کے اقوال صرف دکھلانے کے لئے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے پیش بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے مقلد ہونے کی بنیاد پر ان کو باطل راہ پر بھی سمجھتے ہیں۔

ان بزرگوں کے علاوہ اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدین چشتیؒ خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ علاء الدین صابر کلیریؒ امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ عارف باللہ بیہقی وقت مرزا مظہر جان جاناں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ وغیرہ ہزار ہا محدثین، مفسرین فقہاء اور مشائخ مقلدین گذرے ہیں، کیا یہ سب کے سب معاذ اللہ باطل راستہ پر تھے اور تقلید کے مرتکب ہو کر گناہ کا ارتکاب کیا تھا؟

غیر مقلدین بڑی صفائی سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کو بھی اپنی زمرہ میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حضرت کے منشاء کے خلاف آپ کی کتابوں سے عبارتیں اپنے غلط مقصد کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شاہ صاحب خود مقلد تھے اور حنفی تھے، آپ کی طبیعت ابتداء تقلید پر آمادہ نہ تھی مگر حضور اقدس ﷺ کی طرف سے آپ کو تقلید پر مامور فرمایا گیا خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

واستفدت منه صلى الله عليه ثلاثة امور خلاف ما كان عندى وما كانت طبعى تميل اليه اشد ميل فصارت هذه الاستفادة من براهين الحق تعالىٰ على . الى قوله. وثانيهما الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربعة الا اخرج منها .(فيوض الحرمين ص ۶۴، ص۶۵ مطبوعه رحيميه ديو بند)

ترجمہ:۔ مجھے حضور اقدس ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں کہ میرا خیال پہلے ان کے موافق نہ تھا اور اس طرف بالکل قلبی میلان نہ تھا، یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق ہو گیا، ان تین امور میں سے دوسری بات یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید کروں اور دائرہ تقلید سے باہر نہ نکلوں۔

اور جب پابند کیا گیا تو ظاہر بات ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے سامنے یہ مسئلہ بھی درپیش ہوا ہوگا کہ چار مسلکوں میں سے کس کو منتخب فرمائیں تو یہ عقدہ بھی حضور اکرم ﷺ نے حل فرمایا، حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

وعرفنى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى المذهب الحنفى طريقة انيقةهى اوفق الطرق بالسنة المعروفة التى جمعت ونقحت فى زمان البخارى واصحابه .(فيوض الحرمين ص ۴۸ رحيميه ديو بند)

ترجمہ:۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسری طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔

تقلید سے متعلق مزید وضاحت اور تقلید پر اعتراضات کے جوابات کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۰ تا ۱۴۳، ج ۱۔ احقر کا فتاویٰ رحیمیہ والا پورا جواب مستقل رسالہ کی صورت میں بھی ''تقلید شرعی کی ضرورت'' کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو صحیح بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ضلالت و گمراہی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ختم بخاری شریف کی مجالس کے اہتمام پر ایک بزرگ کا خلجان، اور اس کا جواب:

(سوال ۵۹) مکرم ومحترم جناب مفتی سید عبدالرحیم صاحب زیدہ مجدہ السامی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس وقت آپ کی خدمت میں دو باتوں کی گذارش کا داعیہ پیدا ہوا۔ ایک معاملہ ختم بخاری شریف کا ہے، دوسرا معاملہ حالات خاصہ یعنی بیماری ومصائب وغیرہ میں ختم بخاری شریف کرنے اور کرانے کا اہتمام ختم بخاری شریف پر دعاء کا قبول ہونا اور مشکلات وتکالیف کے موقع پر اس کے ختم کی برکت سے سکون ملنا، اور آسانی کی صورت پیدا ہوجانا، یہ صرف اکابر کے مجربات میں سے ہے، البتہ ختم قرآن پاک یا تلاوت قرآن پاک پر دعاء۔ کا قبول ہونا اس سے پریشان کن حالات میں تسلی وتشفی کی صورتیں پیدا ہونا اس پر نہ صرف یہ کہ تجربات شاہد ہیں بلکہ یہ نص سے بھی ثابت ہے اس لئے اس کا اختیار کرنا اہم ومؤکد ہے، اب معاملہ یہ ہے کہ ختم بخاری شریف پر پہلے سے تاریخ کا تعین اور اس پر مستزاد یہ کہ بعض جگہ عمومی خصوصی دعوت ناموں کے ذریعہ اس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے پھر آنے والوں کے لئے طعام کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ حالات خاصہ میں اس کے ختم کا اہتمام کرنا جوکہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے، نیز یہ کہ اس میں نسبۃً دشواری بھی ہے مشقت بھی ہے اس کے بالمقابل جو چیز منصوص ہونے کے ساتھ ساتھ سہل وآسان بھی ہے اور سراپا خیر وبرکت ورحمت بھی ہے اس کو چھوڑنا حد سے تجاوز معلوم ہوتا ہے، اب نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ اکثر مقامات پر جہاں بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے وہاں ختم قرآن پاک کا ذکر بھی نہیں آتا اور نہ ایسے اجتماع میں ختم کرایا جاتا ہے، ایسے معاملات سے غیر منصوص کی منصوص پر ترجیح عملاً لازم آتی ہے اس طرح کے ختم میں شرکت کے دعوت نامہ پر حاضری سے معذرت کر دیا کرتا ہوں، لہذا آپ سے دریافت ہے کہ احقر کا یہ خلجان وعمل صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو تائید فرمادیں ورنہ اس کی اصلاح کی گذارش ہے۔ والسلام۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً و هو الموفق.

حضرت والا دامت برکاتہم نے جو دو باتیں تحریر فرمائی ہیں ان کے متعلق عرض ہے کہ حفظ قرآن کی تکمیل کے وقت دعاء کی قبولیت سے انکار کی گنجائش نہیں ہے، ختم بخاری شریف پر دعاء کا قبول ہونا اکابر کا مجرب ہے، تکمیل بخاری کے موقع پر دعاء کا اہتمام ہوتا ہے اس پر مداومت تو ہے مگر اصرار نہیں ہے، جو حضرات تکمیل حفظ قرآن مجید کے موقع پر دعا کا اہتمام کرتے ہیں نہ ان پر نکیر کی جاتی ہے اور نہ اس کی اہمیت سے انکار کیا جاتا ہے اور نہ اس پر اس کی ترجیح دینا مقصود ہے، لہذا یہ بھی صحیح ہے اپنے اپنے موقع پر ہر ایک پر عمل ہوتا ہے، بحالت اعتکاف معتکف قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بہشتی زیور یا اور کوئی دینی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ نہ کہا جائے گا کہ بہشتی زیور کو قرآن مجید پر ترجیح دے دی گئی، دونوں اپنے اپنے موقعہ پر بالکل صحیح ہیں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرے اور موقعہ ہونے پر بہشتی زیور یا اور کوئی دینی کتاب کا مطالعہ کرے، دونوں صحیح ہیں۔

نیز یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ آج کل دنیوی تعلیم کو دینی تعلیم پر جو اہمیت دے دی گئی ہے وہ سب پر ظاہر ہے، کسی پر مخفی نہیں ہے، اگر کوئی شخص دنیوی تعلیم کی کوئی اعلیٰ ڈگری حاصل کرتا ہے تو اس کی کس قدر حوصلہ افزائی اور

عزت افزائی کی جاتی ہے، چاروں طرف سے مبارک بادی پیش کی جاتی ہے، اس کے اعزاز میں جلسوں اور محفلوں کا انعقاد ہوتا ہے ہر موقع پر اس کی ڈگری بڑے نمایاں انداز میں فخریہ ظاہر کی جاتی ہے۔ نکاح کی دعوت نامہ ہو یا کوئی اور موقع ہو بڑے اہتمام سے اسے لکھا جاتا ہے، ایسے ماحول میں دینی تعلیم کی اہمیت واضح کرنے اور طلبۂ علوم کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی بھی سخت ضرورت ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے بچوں کو عالم بنانے کا جذبہ اور شوق پیدا ہو، نیز اس بہانے علمائے اسلام اور محدثین عظام کی دینی اور حدیث پاک کی عظیم الشان خدمات بھی لوگوں کے سامنے آتی ہیں، اور ان کے قلوب میں ان کتابوں کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ان کے دلوں اور عقیدہ کی اصلاح کا سبب بھی ہو سکتا ہے، اس مقصد سے پہلے سے تاریخ بھی متعین کر دی جاتی ہے کہ شریک ہونے والوں کو سہولت رہے، اگر طعام پر شرح صدر نہ ہو تو طعام سے احتراز کرے۔

امراض ومصائب، شدائد وبلیات کے وقت بخاری شریف کا ختم بطور علاج ہے، مقصود دفع امراض وبلیات ہے، مقصود عبادت نہیں نہ اسے شرعی حکم یا سنت سمجھ کر کیا جاتا ہے، جس طرح ہمارے اکابر کے یہاں ختم خواجگان اور ختم یٰس کا معمول ہے یہ بھی بطور عبادت نہیں ہے لہٰذا اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

اس تحریر میں کوئی کمزوری معلوم ہو تو اسے رائ العلیل علیل پر محمول کریں اور آپ کے نزدیک جو محقق ہو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اس کے مطابق عمل ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ تم واحکم ۴ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ۔

جنازہ لے جاتے وقت کلمہ وغیرہ بآواز بلند پڑھنا:

(سوال ۶۰) جنازہ لے جاتے وقت آواز ملا کر زور سے کلمہ وغیرہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جنازہ کو خاموشی کے ساتھ لے جانے کا حکم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جنازہ لے جاتے وقت خاموشی اختیار کرنا خدا تعالیٰ کو پسندیدہ ہے ان اللہ تعالیٰ یحب الصمت عند ثلاث عند تلاوۃ القرآن وعند الزحف وعند الجنازۃ (طب) عن زید بن ارقم (جامع الصغیر للسیوطی ص ۷۵) اسی لئے حضرات صحابہ جنازہ کے ساتھ زور سے پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے عن قیس بن عبادۃ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکرھون الصوت عند ثلاث الجنائز والقتال والذکر والمراد بالذکر الوعظ (بحر الرائق ۷۶/۵) کتاب السیر اس لئے فقہاء احنافؒ جنازہ کے ہمراہ بآواز بلند ذکر کرنے اور قرآن پڑھنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی کہتے ہیں ویکرہ النیاح والصوت خلف الجنازۃ وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقرائۃ القرآن وقولھم کل حیی یموت ونحو ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ (فتاویٰ سراجیہ ص ۲۳)

وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقرائۃ القرآن کذا فی شرح الطحاوی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۴ کتاب الجنائز الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ) ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقرأۃ القرآن وغیر ھما فی الجنازۃ والکراھۃ کراھۃ تحریم (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۲ کتاب الجنائز تحت قولہ ومشی قدامھا) کلمہ وغیرہ آہستہ پڑھنا ممنوع نہیں، بلا کراہت جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ویکرہ رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر اللہ یذکر فی نفسہ یعنی جنازہ کے ہمراہ بآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے، اگر خدا تعالیٰ کا ذکر

کرنا چاہتا ہے تو دل میں کرے (جلد ۱/ ۹۱ کتاب الجنائز)

اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت:

(سوال ۶۱) شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بدعت کی تعریف کیا ہے اور اس میں کون سی ایسی قباحت اور خرابی ہے کہ اسے اتنا بڑا گناہ کہا جاتا ہے؟ تفصیلی دلائل سے اسے منقح فرمائیں، مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ بدعت کی قباحت سے واقف نہیں ہے بلکہ اسے ثواب اور کار خیر سمجھتے ہیں اس لئے آپ کو تکلیف دی جارہی ہے کہ آپ اس پر مکمل روشنی ڈالیں اور خاص اپنے انداز میں اس کی مکمل وضاحت فرمائیں اللہ پاک آپ کی سعی کو قبول فرمائے اور بار آور فرمائے اور امت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے کہ امت بدعت کی اندھیریوں سے نکل کر سنت کی روشنی میں آکر دین دنیا اور آخرت کو سنوارے، بینوا تو جروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً! جس طرح شرک توحید کی ضد ہے اسی طرح بدعت سنت کے مدمقابل ہے، سنت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور اسے نیست و نابود کر کے اس کی جگہ لے لیتی ہے۔

بدعت کی تعریف

بدعت اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت نہ ملے، حضور اقدس ﷺ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین کے مبارک زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔

والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق فى الشرع فى مقابل السنة فتكون مذمومة (فتح الباری ص ۲۱۹ ج ۴، کتاب صلوٰۃ التراویح)

بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال کے اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہذا وہ مذموم ہی ہوگی۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

واما البدع فهو جمع بدعة وهى كل شئى ليس له مثال تقدم فيشتمل لغة بما يحمد ويذم ويختص فى عرف اهل الشرع بما يذم. وان وردت فى المحمود فعلى معناه اللغوى. (فتح الباری ص ۲۳۵ ج ۱۳، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع)

بدعت ہر وہ چیز ہے کہ اس کے لئے سابق زمانہ میں کوئی مثال (نظیر) نہ ہو لغوی معنی کے اعتبار سے یہ لفظ قابل تعریف اور قابل مذمت دونوں چیزوں کو شامل ہے اور شرعی اصطلاح میں یہ لفظ خاص کر اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے جو چیز قابل مذمت ہو اور اگر کسی جگہ قابل تعریف چیز پر بدعت کا لفظ بولا گیا ہو تو وہ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہوگا (شرعی اصطلاح کے اعتبار سے نہیں)

شامی میں ہے:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ و استحسان و جعل دیناً قویماً و صراطا مستقیماً (شامی ص ۵۲۵ ج ۱ ، باب الا مامۃ)

بدعت وہ امر ہے جس کو ایک قسم کے شبہ اور استحسان کے ساتھ اس حق کے خلاف ایجاد کیا جاوے جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے خواہ وہ از قسم علم ہو یا عمل یا حال اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم قرار دے لیا جاوے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب وسنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔'' (تفسیر فوائد عثمانی ص ۷۲ رکوع نمبر ۲۰ سورۂ حدید آیت نمبر ۲۷ ورھبانیۃ ن ابتدعوھا)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں ''بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔'' (تعلیم الاسلام ص ۲۲ حصہ چہارم، بدعت کا بیان)

علم الفقہ میں ہے:۔ اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع محدثین سے نہ قیاس شرعی سے۔

(علم الفقہ ص ۲۳۱ ج ۱۳، ایصال ثواب کا بیان، مصنفہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور شرع شریف کی ان چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجماع امت (صحابہ وتابعین وتبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو۔

(عمدۃ الفقہ ص ۶۷ ج ۱۔ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ تعالیٰ)

عقائد اسلام میں ہے:۔ شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحۃً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جاوے **کذا فی الطریقۃ المحمدیہ**، اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو چیز نبی ﷺ کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت ﷺ نے اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپ ﷺ کے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور جو چیز کہ آپ ﷺ کے عہد میں نہیں، وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہو، اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ صحابہ کے عہد میں یا تابعینؒ کے یا تبع تابعینؒ کے یا بعد اس کے، پس اگر صحابہ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہؓ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا،

چنانچہ مروان نے پڑھا اور ابوسعید خدریؓ نے منع کیا (تو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا بدعت ہوگا) روایت کیا اس کو بخاریؒ وغیرہ نے، اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پا کر اس کو منع نہ کیا ہو (اگر منع کیا تو وہ بدعت ہوگی) اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے عہد کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نهم ثم الذین یلو نهم الحدیث، (رواہ الشیخان مشکوۃ باب الا عتصام بالکتاب والسنة ص ۳۰) ۔کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر ان کا جوان کے بعد ہوں گے پھر ان کا جوان کے بعد ہوں گے یعنی تبع تابعین، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دیتے پھرا کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے، الحدیث پس بموجب بشارت آنحضرت ﷺ کے ان تینوں زمانے کا اعتبار ہے اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے اور اگر ان تینوں زمانہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو اس کو ادلہ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا پس اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا جاوے گا اور وہ کسی ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہوگئی تو بدعت نہ ہوگی اور اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانے میں نہ پایا گیا یا وہ کسی ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے گو اس کا موجد کوئی کیوں نہ ہو مولوی، درویش، مکی، مدنی، شیخ، سید۔

(عقائد اسلام ص ۱۳۳، ۱۳۴، مصنفہ علامہ مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب مفسر قرآن)

بدعت بہت سخت گناہ ہے از روئے حدیث بدعت مردود ہے، گمراہی ہے شر الامور ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت کا سبب ہے، بدعتی کی تعظیم کرنے والے پر لعنت ہوتی ہے، بدعتی کا روزہ مقبول نہیں، نماز مقبول نہیں، حج مقبول نہیں، عمرہ مقبول نہیں، صدقہ مقبول نہیں، جہاد مقبول نہیں، بدعتوں سے باز نہ آوے تو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

بدعت اس قدر سخت گناہ ہے کہ اس کی نحوست سے سنت نیست ونابود ہو جاتی ہے اور وہ قوم سنت کے نور سے محروم ہو جاتی ہے، حدیث میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة، رواہ احمد، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ باب الا عتصام بالکتاب والسنة)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو اس کی وجہ سے اس جیسی سنت اس قوم سے اٹھالی جاتی ہے، لہٰذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔ ثم لا یعیده الیهم الی یوم القیمة . پھر وہ سنت جو اٹھالی جاتی ہے قیامت تک اس قوم کو نہیں دی جاتی (بالفاظ دیگر وہ قوم اس سنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے۔

(ایضاً مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

مطلب یہ ہے کہ بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہنچتا ہے، بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے اور بالآخر سنت نیست ونابود ہو جاتی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے، گیہوں چاول باجرہ وغیرہ کے کھیت میں گھاس اُگ آتی ہے اور وہ جس قدر بڑھتی جاتی ہے فصل کو نقصان پہنچتا ہے، اس نقصان سے حفاظت کی خاطر کھیت کا مالک اس گھاس کو جڑ سے نکلوا

دیتا ہے تو گیہوں وغیرہ کے پودے پھلتے پھولتے ہیں اور فصل عمدہ ہوتی ہے، اگر وہ گھاس اکھاڑی نہ جائے تو کھیتی کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح بدعت سنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی اسے دبائے رکھتی ہے، اگر ابتداء ہی سے بدعت کو روکا نہ جائے تو بالآخر بدعت غالب آ جاتی ہے اور سنت کی جگہ لے کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً ولا صلوٰة ولا صدقةً ولا حجاً ولا عمرة ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين (باب اجتناب البدع والجدل ابن ماجه ص ٦)

اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت نہ نفلی عبادت، بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال۔

اسی بنا پر احادیث میں بدعت کی بہت ہی مذمت کی گئی ہے۔ مسلم شریف میں ہے۔

عن جابر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خطب احمرت عيناه وعلاصوته واشتد غضبه كانه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم ويقول بعثت انا والساعة كهاتين ويقرن بين اصبعيه السبابة والوسطىٰ ويقول اما بعد فان خير الحديث كتاب وغير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة (مشكوٰة شريف ص ٢٧ باب الاعتصام)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز اونچی ہو جاتی، غصہ سخت ہو جاتا جیسے کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے فرما رہے ہوں کہ تم پر صبح یا شام کو ٹوٹ پڑنے والا ہے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں (جیسے یہ دونوں انگلیاں، یعنی بغیر فاصلہ کے) اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بری چیز بدعتیں (نوایجاد چیزیں) ہیں۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

عن العرباض بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبداً حبشياً، فان من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثه بدعة وكل بدعة ضلالة، روه احمد.

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر نہایت بلیغ اور مؤثر انداز میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے جس کی وجہ سے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے

لگے اور دل لرز اٹھے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو گویا رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے ہمیں اور بھی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا میں تم کو تقویٰ اختیار کرنے اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ (تمہارا) امیر حبشی غلام ہو پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ تم اس طریقہ پر مضبوطی سے جمے رہو جو میرا طریقہ ہے اور میرے بعد ان خلفاء راشدین کا طریقہ ہے جو ہدایت یافتہ ہیں تم اس کو مضبوطی سے سنبھال لو اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑ لو اور جو نئی باتیں ایجاد ہوں ان سے پوری طرح پرہیز کرو اس لئے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹ ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

نیز حدیث میں ہے، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ **من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.** جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری شریف باب اذا اصطلحو اعلیٰ صلح فهو مردود ص ۳۷ ج ۱ باب نقض الاحکام الباطلۃ ومحدثات الامور صحیح مسلم شریف ص ۷۷ ج ۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مسلم شریف میں ایک اور حدیث میں ہے:۔**من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد:.** جو شخص ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے، وہ رد و باطل ہے۔

(مسلم شریف ص ۷۷ ج ۲ باب نقض الاحکام الباطلۃ ومحدثات الامور)

ابوداؤد شریف میں ہے:**من صنع امراً علیٰ غیر امرنا فهو رد .** جس نے ہمارے حکم کے خلاف کوئی کام کیا وہ مردود ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۲۸۷ ج ۲ کتاب السنۃ باب لزوم السنۃ)

حضور اقدس ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

فمن احدث فیها حدثا او آویٰ محدثاً فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل (مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۸ باب حرم المدینة حرسها الله تعالیٰ)

جس نے اس (مدینہ منورہ) میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی ایسے شخص پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہوتی ہے اور نہ نفلی عبادت۔

بدعتی کی تعظیم پر وعید:

حدیث میں ہے:**من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الا سلام**، یعنی جس نے بدعتی کی توقیر (تعظیم) کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی (مشکوٰۃ ص ۳۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما من نبی بعثه الله فی امته قبلی الا کان له فی امته حوار یون واصحاب یأ خذون بسنة ویقتدون بامره ثم انها تخاف من بعده خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤ من ومن جاهد هم بقلبه فهو مؤ من ولیس

وراء ذلک من الایمان حبة خردل رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص ۲۹ باب الاعتصام)

یعنی! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قبل جس نبی کو بھی ان کی امت کی طرف مبعوث فرمایا ان کی امت میں ایسے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے اور ان کے حکم کی اقتداء کرتے پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے لوگوں کو ایسی باتیں کہتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور جن باتوں کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ان کو کرتے، پس جو شخص ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے (یعنی ان باتوں کو برا سمجھے) وہ مؤمن ہے اور جو دل سے بھی ان چیزوں کو برا نہ سمجھے اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المحروم رضا مولاه من لم یعمل بما امر واشتغل بما لم یؤ مربه هذا هو الحرمان بعینه والموت بعینه والطرد بعینه .(الفتح الربانی ص ۴۴۰ مجلس نمبر ۶۰)

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے یہی اصل محرومیت ہے، یہی اصل موت ہے، یہی اصل مردودیت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

انه سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بهم تلک الاهواء کما یتجاری الکلب لصاحبه لا یبقی منه عرق ولا مفصل الا دخله .(مشکوٰة شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں خواہشات (بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کر جاتا ہے اور (بدن کے) رگ وریشہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اور صحیح مسلم شریف میں حضور اقدس ﷺ کے خادم حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

عن انس رضی الله عنه قال جاء ثلثة رهط الی ازواج النبی صلی الله علیه وسلم فلما اخبروا بها کأنهم تقالوها فقالوا این نحن من النبی صلی الله علیه وسلم وقد غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فاصلی اللیل ابداً وقال الاخر انا اصوم النهار ابدا ولا افطر وقال الاخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء النبی صلی الله علیه وسلم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی . متفق علیه . (مشکوٰة شریف ص ۲۷ باب الاعتصام)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین صحابی آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کر کے کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں آپ (ﷺ) آپ ﷺ تو وہ ہیں کہ آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی گئیں، (لہذا آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں) ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں

گا کبھی ترک نہ کروں گا، تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا (آزادرہ کر خوب عبادت کروں گا) آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟ سن لو! خدا کی قسم میں تم سے زیادہ متقی ہوں، اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں اور اس کے علاوہ نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) جس نے میرا طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں ہے۔

مذکورہ حدیث میں غور کیجئے! ایک صحابی نماز کے متعلق عہد کرتے ہیں کہ میں پوری رات نماز پڑھتا رہوں گا، اور دوسرے عہد کرتے ہیں کہ میں پوری عمر روزہ رکھوں گا اور تیسرے صحابی اپنے اوپر یہ لازم کرتے ہیں کہ میں عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت میں مشغول رہوں گا، بتلائیے ظاہراً ان چیزوں سے کیا کوئی خرابی اور قباحت ہے؟ مگر حضور اقدس ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا، دراصل اس میں قباحت یہی تھی کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ اور منشاء کے خلاف تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات صحابہ کو تنبیہ فرمائی۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ان ابلیس قال اهلكتهم بالذنوب فاهلكونى بالا ستغفار فلما رأيت ذلک اهلكتهم بالا هواء فهم يحسبون انهم مهتدون فلا يستغفرون (الترغيب والترهيب ص ۶۵ ج ۱)

یعنی! ابلیس کا مقولہ ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا (جس کی وجہ سے وہ مستحق جہنم ہو گئے) تو لوگوں نے مجھے توبہ واستغفار سے ہلاک کر دیا (اس طرح انہوں نے میری محنت رائیگاں کر دی) جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے خواہشات نفسانی میں ان کو مبتلا کر کے) ہلاک و برباد کر دیا (یعنی سنت کے خلاف ایسے امور ایجاد کئے جو ان کی خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں پس توبہ واستغفار بھی نہیں کرتے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

روى عن سفيان الثورى انه كان يقول البدعة احب الىٰ ابليس من كل المعاصى لان المعاصى يتاب عنها والبدعة لايتاب عنها وسبب ذلک ان صاحب المعاصى يعلم بكونه مرتكب المعاصى فير جى له التوبة والا ستغفار واما صاحب البدعة فيعتقدانه فى طاعة وعبادة ولا يتوب ولا يستغفر وهذا ما حكى عن ابليس انه قال قصمت ظهور بنى آدم بالمعاصى والا وزار وقصموا ظهرى بالتوبة والا ستغفار فاحدثت لهم ذنو بالا يستغفرون منها ولا يتو بون عنها وهى البدع فى صورة العبادة. (مجالس الا برابر ص ۱۳۰ مجلس نمبر ۱۸)

حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہو سکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہگار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت وعبادت کر رہا ہوں تو وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار، یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہے اسنے کہا ”میں نے

بنو آدم کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی تو انہوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑی تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ! اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں۔
(مجالس الابرار ص ۱۳۰ مجلس نمبر ۱۸)

بدعتی اور اس سے محبت کرنے والا نور ایمان سے محروم رہتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عن فضیل بن عیاض یقول من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الا سلام من قلبه.

جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔

فائدہ:۔ اس مقام سے خیال کرو کہ خود بدعتی کا کیا حال ہوگا۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۵)

بدعتی قیامت کے دن آب کوثر سے محروم رہے گا:

حدیث میں ہے۔

عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی فرطکم علی الحوض من مرعلی شرب ومن شرب لم یظمأ ابداً لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال انک لا تدری ما احد ثو ابعد ک فاقول سحقاً سحقاً لمن غیری بعدی ، متفق علیه (مشکوٰة شریف ص ۴۸۷، ص ۴۸۸ باب الحوض والشفاعة)

یعنی: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا اور جو ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہ ہوگی، کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گی جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی، میں کہوں گا یہ تو میرے آدمی ہیں جواب ملے گا آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ایجاد کیا، یہ (سن کر) میں کہوں گا سحقاً سحقاً، پھٹکار پھٹکار ان لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد طریقہ بدل ڈالا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سنتوں کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے، اس سے بڑی محرومی کیا ہو سکتی ہے؟
(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۱۰۰، ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے جو عمل جس طرح ثابت ہو اسی طرح عمل کرنا یہی اصل اتباع ہے اس کے خلاف طریقہ اختیار کرنا بظاہر وہ بڑا عمدہ ہی دکھائی دیتا ہو مگر وہ شریعت میں مذموم ہی ہوگا، ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک دعا سکھلائی جس میں " امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت " کے الفاظ ہیں، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے از روئے تعظیم نبی کے بجائے رسول کا

لفظ کہا، یعنی نبیک الذی ارسلت کے بجائے رسولک الذی ارسلت پڑھا تو آپ نے فوراً ٹوکا۔ ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ کہو نبیک الذی ارسلت یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔ قال البراء فقلت و برسولک الذی ارسلت قال فطعن بیده فی صدری ثم قال و نبیک الذی ارسلت ۔ (ترمذی شریف ص ۱۷۵ ج ۲ ابواب الدعوات باب ماجآء فی الدعآء اذا اوی الی فراشہ)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد عالی ہے:۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به یعنی تم میں سے کسی کا بھی ایمان قابل ذکر نہیں جب تک کہ یہ صورت نہ ہو کہ اس کی چاہت (اس کا جذبہ اور رجحان خاطر) اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جس کو لے کر میں آیا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارشاد الطالبین میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ ان القول لایقبل مالم یعمل به و کلا هما لا یقبل بدون النیة و العمل و النیة لا تقبل ما لم توا فق السنة سخن مقبول نیست بدون عمل کردن وہر دو مقبول نیستند بدون نیت وہر سہ مقبول نیستند کہ موافق سنت نبا باشند یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا، اور یہ دونوں (قول و عمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہیں ہوتے، اور قول و عمل اور نیت مقبول ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو۔

(ارشاد الطالبین ص ۲۸)

حضور اکرم ﷺ کی طرح حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بدعت سب سے مبغوض چیز تھی، اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور جن کو اس ''دین کامل'' کا محافظ اور مبلغ بنایا جو قیامت تک رہنے والا ہے وہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اس قدر دلدادہ اور عاشق تھے کہ امت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا اور خلاف سنت افعال اور بدعات سے ایسے بیزار تھے کہ اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی، جماعت اصحاب کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ صحابہؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔

لم ار احداً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه .(ترمذی شریف ص ۳۳ ج ۱ باب ماجآء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم)

یعنی: میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ بدعت سے زیادہ اور کسی چیز سے بغض رکھتا ہو۔

مندرجہ ذیل واقعات وامثلہ میں آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دقت نظر کا جائزہ لیجئے جو باتیں ہمیں بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں صحابۂ کرام کی نظر میں کتنی بڑی اور سخت تھیں اور برملا اس پر نکیر فرماتے تھے

اور بڑے سے بڑے صاحب شوکت وحشمت کا دبدبہ اور رعب ان کے لئے مانع نہیں بنتا تھا۔

(۱) عن ابن عبداللہ بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث . الیٰ . وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر و عمر ومع عثمان فلم اسمع احداً.

(ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند نے نماز میں سورۂ فاتحہ شروع کرتے ہوئے جہراً بسم اللہ پڑھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فوراً تنبیہ فرمائی۔ بیٹا! یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو۔الیٰ۔اور فرمایا میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے میں نے جہراً بسم اللہ کسی سے نہیں سنی۔

غور کیجئے! بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے بجائے زور سے پڑھنے کو صحابی ناپسند کرتے ہیں اور اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور دلیل یہ پیش فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ میں سے کسی کو بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) عن ابی مالک الا شجعی قال قلت لا بی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمرو عثمان وعلی بن ابی طالب ھھنا بالکوفۃ نحواً من خمس سنین اکانو یقنتون قال ای بنی محدث (ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۳ باب فی ترک القنوت) (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۳۲)

حضرت ابو مالک اشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ''طارقؓ'' سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ، صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں (ہمیشہ) قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا، بیٹا! بدعت ہے۔

ملاحظہ کیجئے! فجر کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت تو آنحضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ وغیرہ حضرات سے ثابت نہیں ہے اس بنا پر حضرت طارقؓ نے واضح الفاظ میں اس کے متعلق بدعت ہونے کا حکم لگایا۔

(۳) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے (مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا) اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہوکر اور مظاہرہ کرکے پڑھتے ہیں تو آپ نے اس سے ناپسند فرمایا اور بدعت قرار دیا۔ عن مجاھد قال دخلت انا وعروۃ بن الزبیر المسجد فاذا عبد اللہ بن عمر جالس الیٰ حجرۃ عائشۃ واذا اناس یصلون فی المسجد صلوٰۃ الضحیٰ قال فسألناہ عن صلوٰتھم فقال بدعۃ (باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف ج ۱ ص ۲۳۸)

نووی شرح مسلم میں ہے: واما ما صح عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال فی الضحیٰ ھی بدعۃ فمحمول علی ان صلوتھا فی المسجد والتظاھر بھا کما کانو ا یفعلونہ بدعۃ.

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۹ باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ وان اقلھا رکعتان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا ان کان و لا بد ففی بیوتکم اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔ (فتح الباری ص ۴۳ ج ۳)

غور کیجئے! چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن اہتمام کر کے مسجد میں جمع ہو کر علانیہ پڑھنے کا التزام حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اس وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور جمع ہو کر علانیہ پڑھنے کو بدعت قرار دیا اور ہدایت فرمائی کہ گھروں میں پڑھو۔

(۴) صبح کی نماز میں لوگ جمع ہو کر خاص طریقہ سے سو مرتبہ اللہ اکبر، سو مرتبہ لا الـــــہ الا اللہ، سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خبر دی تو ابن مسعودؓ وہاں تشریف لے گئے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم یہ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا اے ابوعبدالرحمٰن ہم ان سنگریزوں سے تکبیر اور تہلیل اور تسبیح شمار کرتے ہیں، آپؓ نے فرمایا بجائے اس کے تم اپنے اپنے گناہ شمار کرو پھر فرمایا ویحکم یا امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما اسرع هلكتكم هولاء صحابة نبيكم صلی اللہ علیہ وسلم متوا فرون هذا ثيابه لم تبل و انيته لم تكسر والذى نفسى بيده انكم لعلى ملة هى اهدى من ملة محمد صلی اللہ علیہ وسلم او مفتتح باب ضلالة اے امت محمد تم پر افسوس تمہاری ہلاکت کس قدر جلد آ گئی ابھی یہ اصحاب نبی ﷺ تمہارے درمیان بکثرت موجود ہیں اور تمہارے نبی ﷺ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن نہیں ٹوٹے (اور تم ابھی سے بدعتوں میں مشغول ہو گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے دین پر ہو جو حضرت محمد ﷺ کے دین سے (نعوذ باللہ) زیادہ راست اور صحیح ہے یا تو گمراہی کے دروازے پر پہنچ گئے جو عنقریب کھلنے والا ہے ان لوگوں نے جواب دیا واللہ یا ابا عبدالرحمن ما اردنا الا الخير اے ابوعبدالرحمٰن! قسم خدا کی ہم اس عمل سے نیکی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وکم من مريد للخير لن يصيبه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ان قوماً يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم و ايم اللہ ما ادرى لعل اكثرهم منكم ثم تولىٰ عنهم بہت سے نیکی کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں نیکی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے تجاوز نہ کرے گا قسم اللہ کی مجھے کچھ معلوم نہیں! ہوسکتا ہے کہ ان کے اکثر لوگ تم ہی میں سے ہوں، یہ کہہ کر ابن مسعودؓ تشریف لے گئے، عمرو بن سلمہ کہتے ہیں (اس بدعت کے ایجاد کرنے کا نتیجہ) ہم نے یہ دیکھا کہ جنگ نہروان میں خارجیوں کے ساتھ مل کر یہ لوگ ہم پر برچھے مارتے تھے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۲۷۹، ص ۲۸۰ جلد اول، مقصد اول، فصل پنجم، ملخصاً)

(۵) مجالس الابرار میں ہے۔ ایک جماعت مغرب کے بعد بیٹھا کرتی تھی اور ان میں ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی بار اللہ اکبر کہو اور اتنی بار سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور لوگ اس کے موافق پڑھتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہ جس انداز سے پڑھتے تھے آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

انا عبداللہ بن مسعود فو اللہ الذى لا الٰه غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فقتم على

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علماً یعنی ان ماجئتم بہ اما ان یکون بدعۃ ظلماء او انکم تدارکتم علی الصحابۃ ما فاتھم لعدم تنبھھم لہ او لتکا سلھم عنہ فغلبتموھم من حیث العلم بطریق العبادۃ والثانی منتف فتعین الاول وھو کونہ بدعۃ ظلماء .(مجالس الابرار ص ۱۲۵ مجلس ۱۸ فی احکام البدعۃ)

میں عبداللہ بن مسعود ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے یا حضرت محمد ﷺ کے اصحاب سے بھی علم میں بڑھ گئے، یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے یا تم نے وہ بات پائی ہے جو صحابہ کے بھی ہاتھ نہ آئی تھی خواہ بے خبری سے یا سستی سے پس تم طریق عبادت کے علم میں ان سے غالب ہو نکلے ، دوسری صورت ناممکن ہے پس پہلی صورت یعنی اس کام کا بدعت سیئہ ہونا ہی متعین ہے۔ (مجالس الابرار مترجم)

غور کیجئے! تسبیحات پڑھنے میں کس کو اعتراض ہوسکتا ہے مگر چونکہ پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام موافق سنت نہیں تھا اس وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ مجالس لابرابر میں ہے۔

(۶) وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحہ ان رجلا یوم العید فی الجبانۃ اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنھاہ علی فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی و انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثاً والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بما خالفتک لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم .(مجالس الابرار ص ۱۲۹ مجلس نمبر ۱۸)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عید کے دن عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں ایک شخص کو نماز پڑھنے سے روک دیا اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دیتا اور جس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہ دے تو وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بیکار و بے فائدہ ہے پس ڈر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔

(۷) ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا اس کو نماز پڑھنے سے روکا تو اس شخص نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے دریافت کیا۔ یا ابا محمد ایعذبنی اللہ علی الصلوٰۃ؟ اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر مجھے سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا لکن یعذبک لخلاف السنۃ (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے (مسند دارمی)

سوچئے نماز افضل ترین عبادت ہے حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا چونکہ خلاف سنت ہے اس لئے موجب عقاب ہے۔

(۸) مکہ معظمہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو مؤذن نے اذان کے بعد نماز کی تیاری کی اطلاع دی تو آپ نے

اسے جھڑک دیا اور فرمایا الیس فی اذانک ما یکفینا کیا تمہاری اذان میں جو چیز ہے (حی علی الصلوٰۃ) وہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے؟ کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ لما روی ان عمر رضی اللہ عنہ اتاہ مؤذن مکۃ یؤذنہ بالصلوٰۃ فانتہرہ وقال الیس فی اذانک ما یکفینا؟

(کفایہ ص ۲۱۵ ج ۱، مع فتح القدیر وعنایۃ، عند قولہ والتثویب فی الفجر، باب الاذان)

(۹) حضرت علیؓ نے مؤذن کی عشاء کی اذان کے بعد تثویب کرتا ہوا دیکھا تو خفا ہو کر فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ ان علیا رأی مؤذناً یثوب للعشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد (اقامۃ الحجۃ ص ۷) (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱ باب الاذان تحت قولہ یثوب)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان ظہر کے بعد مؤذن کو تثویب کرتے ہوئے دیکھا تو بے حد غضبناک ہوئے اور اپنے شاگرد حضرت مجاہد سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس سے ہمیں لے چلو (اس لئے کہ آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے) اور آپ مسجد چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔ روی عن مجاھد قال دخلت مع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجداً وقد اذن فیہ ونحن نرید ان نصلی فیہ فثوب المؤذن فخرج عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وقال اخرج بنا من عند ھذا المبتدع ولم یصل فیہ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۸) (باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۸۶) (الاعتصام ج ۲ ص ۲۴۴) واللفظ للترمذی۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا، اور بطور دلیل یہ فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقعہ کے) سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ یقول ان رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی الی الصدر، رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ کتاب الدعوات الفصل الثالث)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے دعا میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیتے دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(اعلاء السنن ص ۲۰۲ حصہ سوم)

(۱۳) امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا "الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ" یہ زائد کلمہ "والسلام علیٰ رسول اللہ" اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، مگر اس موقعہ پر چونکہ حضور ﷺ نے یہ پڑھنے کی تعلیم نہیں دی اس لئے اس اضافہ کو ناپسند کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح تعلیم نہیں فرمائی، اس موقعہ پر آپ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ اس طرح کہیں الحمد للہ علی کل حال۔ عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر رضی اللہ عنہ فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر رضی اللہ عنہ وانا اقول الحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل

حال' رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۶ باب العطاس والتثاؤب)

(۱۴) حضرت سعد بن مالکؓ نے ایک حاجی کو تلبیہ میں لبیک ذا المعارج کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ لفظ نہیں کہتے تھے، ان سعد بن مالک سمع رجلاً یقول لبیک ذا المعارج فقال ما کنا نقول علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم (تلبیس ابلیس ص ۱۷)

(۱۵) حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: قبح الله هاتین الیدیتین القصیرتین لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وما یزید علی هذا واشار هشیم بالسبابة. یعنی اللہ ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب (برباد) کردے میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۸ باب ماجاء فی کراہیۃ رفع الایدی علی المنبر)

ملاحظہ کیجئے! دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے مگر چونکہ خطبہ میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں، اس لئے حضرت عمارہؓ نے اس پر سخت نکیر فرمائی۔

(۱۶) حضرت کعب بن عجرہؓ نے عبدالرحمن بن ام حکم کو خلاف سنت بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا دیکھو! یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔ عن ابی عبیدة عن کعب بن عجرة قال دخل المسجدو عبد الرحمن بن ام حکم یخطب قاعداً فقال انظرو ا الیٰ هذا الخبیث یخطب قاعداً (مسلم شریف ص ۲۸۴ ج ۱ کتاب الجمعۃ)

غور کیجئے! بیٹھ کر خطبہ دینا خلاف سنت تھا، صحابہؓ سنت کی اتنے دلدادہ تھے کہ اگر خلاف سنت کوئی کام دیکھتے تو فوراً اس پر نکیر فرماتے، حالانکہ یہاں امکان تھا کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دے رہے ہوں۔

(۱۷) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی، آپ نے قبول نہیں فرمائی اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کے موقع پر نہیں جاتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی۔

(مسند امام احمد ص ۲۱۷ ج ۴)

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہؓ خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ان دونوں کونوں یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور گوشہ کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کو چھوڑ دیا جائے (بوسہ نہ دیا جائے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (تمہارے لئے رسول مقبول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے) (اگرچہ خانہ کعبہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے) حضرت معاویہؓ نے فرمایا آپ کا فرمانا صحیح ہے۔

(مسند امام احمد)

ملاحظہ کیجئے! بیت اللہ کا ہر ذرہ یقیناً متبرک ہے مگر چونکہ تمام کونوں بوسہ دینا حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، اس لئے حضرت ابن عباسؓ نے اسے گوارہ نہیں کیا اور فوراً اس پر تنبیہ فرمائی۔

(۱۹) حضرت ابو سعید خدریؓ نے خلیفہ مروان بن حکم کو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ (اقامۃ الحجہ ص ۵)

سلف صالحین کو بھی بدعت سے سخت نفرت تھی اس کا نمونہ ملاحظہ ہو

حکی ابن وضاح قال ثوب المؤذن بالمدینۃ فی زمان مالک فقال ما ھذا الفعل الذی تفعل؟ فقال اردت ان یعرف الناس طلوع الفجر فیقوموا فقال له مالک لا تفعل لا تحدث فی بلدنا شیئالم یکن فیه قد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم بھذا البلد عشر سنین وابو بکر وعمر رضی الله عنه وعثمان فلم یفعلوا ھذا فلا تحدث فی بلدنا مالم یکن فیه فکف المؤذن عن ذلک واقام زماناً ثم انه تنحنح فی المنارة عند طلوع الفجر فقال له : الم انھک ان لا تحدث عندنا مالم یکن فقال انما نھیتنی عن التثویب فقال له لا تفعل فکف زماناً ثم جعل یضرب الابواب فارسل الیه مالک فقال ما ھذا لذی تفعل ؟ فقال اردت ان یعرف الناس طلوع الفجر فقال له مالک رحمه الله لا تفعل لا تحدث فی بلدنا مالم یکن فیه .(الاعتصام از اماماشاطبی ص ۲۲۲، ص ۲۲۳ ج ۲)

حضرت ابن وضاحؒ کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ کا مؤذن امام مالکؒ کے زمانہ میں صبح صادق کے وقت لوگوں کو آواز دیتا امام مالکؒ نے اس کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تو یہ کیا حرکت کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا، لوگوں کو صبح صادق کی خبر کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہوں تا کہ لوگ اٹھ جائیں امام مالکؒ نے فرمایا تو ایسا نہ کر ہمارے اس شہر میں ایسی بات ایجاد نہ کر جو اس میں نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے اس مبارک شہر میں دس سال قیام فرمایا ہے اور حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ نے بھی (یہاں قیام فرمایا ہے) لیکن ایسا نہیں کیا اس لئے تو بھی ایسی چیز ایجاد نہ کر جو آج تک یہاں نہ کی گئی، تو موذن رک گیا، پھر کچھ دنوں کے بعد صبح صادق کے وقت منارے پر کھنکھارنا شروع کیا، امام مالکؒ نے فرمایا کیا تم کو نئی چیز ایجاد کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (پھر یہ نئی حرکت کیوں شروع کردی؟) اس نے جواب دیا آپ نے تثویب (یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے پکارنا) سے منع فرمایا تھا امام مالکؒ نے فرمایا: نہیں یہ کام بھی مت کرو، پھر کچھ مدت اس سے رکا رہا، اس کے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کیا، امام مالکؒ نے اس کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور دریافت کیا کہ پھر یہ کیا کرنا شروع کردیا؟ تو اس نے کہا (میں نہ تثویب کرتا ہوں نہ کھنکھارتا ہوں اور آپ نے مجھے اس سے منع فرمایا تھا، اب تو میں) لوگوں کو صبح صادق کی اطلاع دینے کے لئے دروازے کھٹکھٹاتا ہوں، آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز اس شہر میں نہیں ہوئی تو اسے یہاں جاری مت کر۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ عن عکرمة عن ابن عباس قال لا یاتی علی الناس زمان الا اماتوا فیه سنةً و احیوا بدعةً (غنیۃ الطالبین ص ۵۸، الفصل الثانی فی بیان الفرق الضالۃ)

یعنی: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ سنت مٹائیں گے اور بدعت زندہ کریں گے۔

یہ وہی زمانہ ہے طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کر لی گئی ہیں مثلاً قبروں کا طواف، قبروں پر سجدے، بزرگوں

کے مزارات پر صندل، عرس، قوالی، پھولوں کی چادریں ناریل کے چڑھاوے ان کے نام کی نذر و نیاز، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ جانا، ان کے نام کی منتیں ماننا، مزارات پر ڈھول تاشہ بجانا وغیرہ وغیرہ، شادی وغمی کی سینکڑوں بدعات، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: اتبعوا آثار نا ولا تبتدعوا فقد كفيتم. تم ہمارے نقش قدم پر چلو اور بدعات ایجاد نہ کرو تمہارے لئے ہماری اتباع ہی کافی ہے (کتاب الاعتصام ج اص ۵۴)

مشہور و معروف صحابی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے نہیں کی وہ تم بھی نہ کرو۔ (کتاب الاعتصام ص ۳۱۰ ج ۲)

اسی بناء پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

واما اهل السنة والجماعة فيقولون كل فعل و قول لم يثبت عن الصحابة فهو بدعة لانه لو كان خيراً لسبقونا اليه لانهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير الا وقد بادروا اليها. (بحواله المنهاج الواضح ص ٦٦)

یعنی: اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جو قول اور فعل رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے کیونکہ اگر اس کام میں خیر ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کار خیر کو ہم سے پہلے ضرور کرتے اس لئے کہ انہوں نے کسی عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت ابوالعالیہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عليكم بالامر الاول الذى كانوا عليه قبل ان يفترقوا قال عاصم فحدثت به الحسن فقال قد نصحك والله وصدقك تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے، عاصم نے کہا کہ میں نے ابوالعالیہ کا یہ قول حسن بصری سے بیان کیا تو کہا واللہ ابوالعالیہ نے سچ کہا اور تم کو خیر خواہی کی نصیحت فرمائی (تلبیس ابلیس ص ۸)

حضرت علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ " نحن متبعون لا مبتدعون فحيث وقف سلفنا وقفنا " ہم اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ) کی اتباع کرنے والے ہیں مبتدع نہیں ہیں، جہاں وہ حضرات ٹھہر گئے ہم بھی وہیں ٹھہر جائیں گے، (اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کریں گے)

(بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۴)

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اصبر نفسك على السنة وقف حيث وقف القوم وقل بما قالوا وكف عما كفوا عنه واسلك سبيل سلفك الصالحين فانه يسعك ما وسعهم (تلبيس ابليس ص ٩)

یعنی: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو جہاں قوم (صحابہؓ کی جماعت) ٹھہر گئی تم بھی ٹھہر جاؤ، جو ان بزرگوں نے کہا وہی تم بھی کہو جس کے بیان سے وہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ (اپنی عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے طریقہ پر چلو۔

امام غزالی رحمہ اللہ اپنے ایک خصوصی شاگرد کو لکھتے ہیں۔

''خلاصہ یہ کہ تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ طاعت وعبادت کیا چیز ہے؟ سنو! جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے قولاً وعملاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی، اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرو اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے دیکھو! نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقات مکروہہ میں یا غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنا گناہ ہے اسی طرح روزہ فی نفسہ عمدہ عبادت ہے مگر ایام عید وتشریق میں روزہ رکھنا گناہ ہے اس لئے کہ حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے اور لہو ولعب اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ لہو ولعب باعث اجر ہے کیونکہ بحکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے تو معلوم ہو گیا کہ عبادت کی حقیقت فرمانبرداری ہے نہ محض نماز روزہ، کیونکہ نماز روزہ کا بھی اسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے جب کہ وہ شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ہو تو بیٹا تمہارے احوال واقوال کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے اس لئے کہ کوئی علم وعمل بدون اجازت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سراسر گمراہی اور خداوند سے بعد کا سبب ہے۔'' (خط امام غزالیؒ بنام شاگرد خود ص ۷، ۸ مترجم)

خواجہ معصوم سرہندی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''سعادت دارین سرور کونین ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیاء ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے، اسی طرح خدا کی رضامندی رسول مختار ﷺ کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ، زہد وتقویٰ، توکل وتبتل آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر مقبول نہیں اور ذکر وفکر ذوق وشوق آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر نا قابل اعتبار ہے، صلوات اللہ علیہ و سلامہ (مکتوب نمبر ۱۰ بنام خواجہ دینارؒ)

دیگر ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔ سنت نبوی کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہ نبوت اختیار کئے بغیر حصول نجات محض خیال ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۲ بنام محمد حنیف)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون کو اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفےٰ

پرہیز گاری وپارسائی اور صدق وصفا میں کوشش کر لیکن آنحضرت ﷺ سے آگے نہ بڑھ۔ یعنی حضور اکرم ﷺ نے جیسا اور جتنا کیا ہے اسی طرح تم کرو اپنی طرف سے سرمو زیادتی مت کرو۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جو شخص پیغمبر ﷺ کے خلاف راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز بر پئے مصطفےٰ

سعدی! ایسا گمان ہرگز نہ کر کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراط مستقیم اور سیدھا راستہ پا سکو گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہنچ سکے گا اس لئے کہ تو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ترکستان کا ہے۔

عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں، عند اللہ کسی بھی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ اخلاص تھ ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو، ارشاد خداوندی ہے: ومن احسن دیناً ممن اسلم وجهه لله محسن یعنی اس شخص سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں ہوسکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں ایک اسلم وجهه اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کردے، ریاکاری، دنیا سازی شہرت اور ناموری کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے، دوسرے وهو محسن یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے، امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کا خود ساختہ طرز نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہو اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو۔
(بحوالہ معارف القرآن ص ۵۵۵ ج ۲ سورۂ نساء، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

امام رازی رحمہ اللہ آیت کریمہ لیبلو کم ایکم احسن عملاً کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ذکروا فی تفسیر احسن عملاً وجوهاً (احدها) ان یکون اخلص الا عمال واصوبها لان العمل اذا کان خالصاً غیر صواب لم یقبل وکذلک اذا کان صواباً غیر خالص فالخالص ان یکون لوجه الله و الصواب ان یکون علی السنة (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۳ سورہ ملک)
(رسالہ العبودیة ص ۲۰ ۔ ۲۱)

یعنی ''احسن عملاً'' سے مراد عمل مقبول ہے اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہو اور صواب ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں تو وہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح صواب ہے مگر خالص نہیں تو وہ عمل بھی مقبول نہیں، عمل خالص وہ جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: **لا یستقیم قول وعمل ونیة الا بموافقة السنة** یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو۔ (تلبیس ابلیس ص ۹)

حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا یقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابة السنة**۔ یعنی کوئی قول عمل کے بغیر قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور سنت کے مطابق نہ ہو۔ (الفتح الربانی ص ۱۴ اج ۱ مجلس نمبر ۲)

حضرت احمد ابن ابی الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **من عمل بلا اتباع سنة فباطل عمله** یعنی جو عمل بھی اتباع سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے (کتاب الاعتصام ص ۱۱۴ ج ۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم**۔ آپ فرمادیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور

تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں ۔ (سورۂ آل عمران پ ۳ رکوع نمبر ۱۱)

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت اور آپ کے مبارک طریقہ پر چلنے سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی؟ اس لئے یہی سعادت مندی ہے کہ انسان بدعات سے بالکلیہ اجتناب اور سنت کی اتباع کرے۔

اتباع سنت اور اتباع شریعت کے متعلق حضرت غوث الاعظم کے فرامین

(۱) اساس الخیر متابعة النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قوله وفعله یعنی: ساری خوبیوں کی جڑ جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے آپ کے قول میں بھی اور آپ کے فعل بھی (الفتح الربانی ص ۴۳۸ مجلس نمبر ۵۹)

(۲) اتبعوا ولا تبتدعوا (رسول برحق کی) پیروی کرو اور (احکام دین میں) بدعتیں پیدا نہ کرو (فتوح الغیب ص ۱۰، مقالہ نمبر ۲)

(۳) لاتصح متابعتک للرسول صلی اللہ علیه وسلم حتی تعمل بما قال .

ترجمہ: تیری متابعت جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے صحیح نہیں جب تک کہ تو اس شریعت پر عمل نہ کرے جس کا آپ ﷺ نے تجھے حکم دیا ہے (الفتح الربانی ص ۲۲ مجلس نمبر ۳)

(۴) علیکم بالا تباع من غیر ابتداع علیکم بمذهب السلف الصالح، امشوا فی الجادة المستقیمة لا تشبیه ولا تعطیل ، بل اتباع لسنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من غیر تکلف ولا تطبع ولا تشدد ولا تمشدق ولا تمعقل. (الفتح الربانی ص ۶۰ مجلس نمبر ۱۰)

اپنے اوپر لازم سمجھو اتباع کو بدعت ایجاد کئے بغیر، لازم پکڑو سلف صالحین کے مذہب کو، چلو راہ مستقیم پر جس میں نہ تشبیہ ہو نہ تعطیل بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع ہو بلا تکلف بلا تصنع بلا تشدد اور لسانی و عقل کے تکے چلائے بغیر۔

(۵) مالنا حاجة خارجة عن دائرة الشرع. جو چیز شریعت کے دائرہ سے خارج (باہر) ہے اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں (الفتح الربانی ص ۷ مجلس نمبر ۱۱)

(۶) تامرهم بطاعته ، وتنها هم عن معصیته ، وتنها هم عن الضلال والا بتداع واتباع الهوی وموافقة النفس وتا مرهم باتباع کتاب اللہ عزوجل وسنة رسوله صلی اللہ علیه وسلم. (الفتح الربانی ص ۷ مجلس نمبر ۱۱)

یعنی: ان کو (لوگوں کو) حکم کر اللہ کی اطاعت کا اور منع کر اس کی معصیت سے ان کو روک گمراہی اور بدعتوں کے ارتکاب اور خواہش نفس کے اتباع اور نفس کی موافقت سے اور ان کو حکم کر کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا۔

(۷) تادبوا بین یدی الحق عزوجل کما کان یتادب من سبقکم ، انتم مخانیث ونسساء

بالاضافة اليهم ، شجاعتكم عند ماتامركم به نفوسكم و اهو يتكم وطباعكم ،الشجاعة فى الدين تكون فى قضاء حقوق الحق عزو جلّ .(الفتح الربانى ص ۹۳ مجلس نمبر ۱۴)

ترجمہ: باادب بنوحق تعالیٰ کے سامنے جیسے کہ تمہارے اسلاف باادب رہتے تھے تم ان کے مقابلہ میں ہیجڑے اور عورتیں ہو تمہاری شجاعت انہیں باتوں میں ہے جن کا تم کو تمہارے نفس، تمہاری خواہش اور تمہاری طبیعتیں تم کو حکم دیتی ہیں دین کے بارے میں شجاعت اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ہوا کرتی ہے۔

(۸)اما بقولک انا من امته من غير متا بعة لا ينفعک ، اذا اتبعتموه فى اقواله وافعاله كنتم معه فى صحبته فى دار الاخرة اما سمعتم قوله عزوجل وما اتاكم الرسول فخذوه وما نها كم عنه فا نتهوا امتثلوا ما امركم ، وانتهوا عما نها كم وقد قربتم من ربكم عزوجل فى الدنيا بقلوبكم وفى الا خرة بنفو سكم واجسادكم .(الفتح الربانى ص ۱۷۸ مجلس نمبر ۲۵)

ترجمہ: اور (رسول اللہ ﷺ) کا اتباع کئے بغیر تیرا یوں کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تیرے لئے مفید نہیں ہے جب تم آپ کے اقوال اور افعال میں آپ کے متبع بن جاؤ گے تو دار آخرت میں تم کو آپ ﷺ کی مصاحبت نصیب ہوگی کیا تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ ”جو کچھ تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی بھی ممانعت کریں اس سے رک جاؤ، یقیناً دنیا میں حق تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے قلوب کے اعتبار سے اور آخرت میں قریب ہو جاؤ گے اجسام اور نفوس کے اعتبار سے۔

(۹) ليس الشرک عبادة الا صنام فحسب بل هو متابعتک بهواک .(فتوح الغيب ص ۲۱ مقاله نمبر ۷)

ترجمہ: شرک صرف بت پرستی ہی نہیں ہے بلکہ شرک یہ (بھی) ہے کہ تم اپنی خواہشات کی پیروی کرو۔

(۱۰)فتبين طريق المحبة اتباعه (صلى الله عليه وسلم) قولاً وفعلاً ،(فتوح الغيب ص ۱۰۱ مقاله نمبر ۳۶)

ترجمہ ظاہر ہوا کہ محبت کا طریقہ نبی ﷺ کی پیروی ہے قولاً اور فعلاً تلک عشرة كاملة.

عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

تعصى الرسول وانت تظهر حبه
هذا لعمرى فى الفعال بديع
لو كان حبک صادقاً لا طعته
ان المحب لمن يحب يطيع

یعنی: تم اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کس قدر عجیب بات ہے اگر فی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی نافرمانی نہ کرتے، اس لئے کہ محبت کرنے والا محبوب کے ہر فعل کی اطاعت کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سنت کے خلاف بدعت کو دینی کام سمجھنا اور سنت کے مثل اسے تھامے رہنا یہ دین میں کمی بیشی اور کتر بیونت ہے اور دین میں اس طرح کرنا سخت ناجائز اور بڑا گناہ اور خطرناک ہے۔

جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اس کو نیک کام سمجھا تو اس نے آنحضرت ﷺ کو احکام خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خائن اور کوتاہی کرنے والا ٹھہرایا اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے **الیوم اکملت لکم دینکم** آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، لہذا جو کام آپ کے مبارک زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا (کتاب الاعتصام ص ۴۸ ج ۱)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **من احب صاحب بدعۃ احبط اللہ عملہٗ واخرج نور الا یمان من قلبہ**: یعنی: جو شخص بدعتی سے محبت اور دوستی کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے اعمال ضائع فرما دیتے ہیں اور نور ایمان اس کے دل سے نکال دیتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۵۵ ج ۱ عربی)

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

وترویج بدعت موجب تخریب دین است وتعظیم مبتدع باعث ہدم اسلام۔ الیٰ قولہ۔ بدعت را در رنگ کلندمی داند کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید وسنت را دررنگ کوکب درخشاں می نماید کہ در شب دیجور ضلالت ہدایت می فرماید۔ (مکتوبات امام ربانی ص ۳۸ ج ۲ فارسی)

بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانے کا باعث ہے۔ الیٰ قولہ۔ بندہ بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے۔ (ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۶۳ مکتوب نمبر ۲۳)

آپ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں۔

وعمل بدعت از دیاد آں ظلمت می نماید وتقلیل نور سنت می سازد در عمل سنت باعث تقلیل آں ظلمت است و تکثیر آں نور فمن **شاء فلیکثر ظلمۃ البدعۃ ومن شاء فلیکثر نور السنۃ ومن شاء فلیکثر حزب الشیطان ومن شاء فلیکثر حزب اللہ . الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون الا ان حزب اللہ ھم المفلحون .**

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ج ۲ ص ۳۹ مکتوب نمبر ۲۳ فارسی)

ترجمہ: بدعت پر عمل کرنا اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعات کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھاوے اور جو چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کے گروہ کو زیادہ کرے **الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون الا ان حزب اللہ ھم المفلحون**. (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۶۴ مکتوب نمبر ۲۳)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

النصیحۃ ھی الدین ومتابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام وایتان السنۃ السنیۃ والاجتناب عن البدعۃ اللامرضیۃ وان کانت البدعۃ تری مثل فلق الصبح لانہ فی الحقیقۃ

لانور فیھا ولا ضیاء ولا للعلیل منھا شفاء ولا للداء منھا دواء کیف والبدعۃ امام رافعۃ للسنۃ او ساکتۃ عنھا والساکتۃ اما لا بد ان تکون زائدۃ علی السنۃ فتکون نا سخۃ لھا فی الحقیقۃ ایضاً لان الزیادۃ علی النص نسخ لہ فالبدعۃ کیف کانت تکون رافعۃ للسنۃ نقیضۃ لھا فلا خیر فیھا ولا حسن فیھا .(مکتوبات امام ربانی ص ۳۱ ج ۲، مکتوب نمبر ۱۹ فارسی)

ترجمہ: سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنت سنیہ کو بجالائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں اگر چہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند (بظاہر) روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفاء ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت کی رافع ہوگی یا رافع سنت ہونے سے ساکت ہوگی، ساکت ہونے کی صورت میں سنت پر ضرور زائد ہوگی جو درحقیقت سنت کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں۔

(ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۵۲، ۵۳ مکتوب نمبر ۱۹)

اور ہدایت فرماتے ہیں۔

از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرع وزاری والتجا وافتقار وذل وانکسار در سر وجہار مسالت می نماید کہ ہر چہ در دین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمانہ خیر البشر وخلفائے راشدین نبوۂ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اگر چہ آن چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را باجمع کہ باو مستند اند گرفتار عمل محدث مگردانا ومفتون حسن آں مبتدع مکنا و بحرمت سید المختار وآلہ الا برار علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ وسیئہ حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زماں آن حضور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید وسیئہ آنکہ رافع سنت باشد ایں فقیر در ہیچ بدعتے از یں بدعتہا حسن ونورانیت مشاہدہ نمی کند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطۂ ضعف بصارت بطراوت ونظارت بیند فردا کہ حدید البصر کردن دانند کہ جز خسارت وندامت نتیجہ نداشت۔(مکتوبات امام ربانی ص ۱۸۶ ج ۲ مکتوب نمبر ۱۸۶)

ترجمہ: عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت وخواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے اور جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہ تھا اگر چہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کے مانند ہو اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور اس مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمۃ سید المختار وآلہ الا برار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بعض علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ، حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور سیئہ اس بدعت کو کہتے ہیں جو سنت کو رفع کرے، یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت اور کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگر چہ آج اس مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوٹ وتازگی میں دیکھیں لیکن

کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت وندامت کے سواء کچھ نہیں تھا۔
(ترجمہ مکتوبات امام ربانی ج اص ۳۰۸،ص ۳۰۹ مکتوب نمبر ۱۸۶)

جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو اسے چھوڑ دیا جائے

لہذا سعادت مندی یہی ہے کہ سنت کے مطابق عمل کیا جائے اور بدعات سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، بلکہ جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو تو ایسے فعل کو بھی چھوڑ دیا جائے، اصول فقہ کا قاعدہ ہے۔ **وما تردد بین البدعة والسنة یترک لان ترک البدعة لازم** . یعنی: جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے، اس لئے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔ (فتح القدیر ص ۴۵۵ ج ۱، باب سجود السہو)

بحر الرائق میں ہے: **ان الحکم اذا تردد بین سنة وبدعة کان ترک البدعة راجحاً علی فعل السنة** ، یعنی: جب کسی حکم کے متعلق سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو بدعت کا چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہتر اور مباح ہوگا۔ (البحر الرائق ص ۲۰ ج ۲ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **وما تردد بین البدعة والسنة یترک** جس چیز کے متعلق تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج اص ۱۷۹)

شامی میں ہے۔ **اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة**. جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو سنت کو چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ (شامی ص ۶۰۰ ج ا مکروہات الصلوٰۃ)

یہاں تک ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی بات دل میں آئے اور اسے وہ بات اچھی معلوم ہو تو اس پر فوراً عمل شروع نہ کردے تا آنکہ یہ تحقیق نہ ہوجائے کہ یہ بات سنت کے موافق ہے، حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **لا ینبغی لمن الهم شیئا من الخیرات یعمل به حتی یسمع به فی الاثر فیحمد الله تعالیٰ اذا وافق السنة** :. یعنی شخص کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا آثار کے موافق ہونا معلوم نہ ہوجاوے، اگر آثار میں اس کا وجود ملے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ جو بات اس کے دل میں آئی وہ آثار کے مطابق ہوئی۔ (احیاء العلوم ص ۸۶ ج ۱) (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۹۳ ج ۱)

بدعت میں شدید قباحت کیوں ہے؟

اس کے متعلق صاحب مجالس الابرار کا فاضلانہ مضمون

بدعت میں اس قدر قباحت کیوں ہے، اس کے متعلق مجالس الابرار میں بہت عمدہ بات تحریر فرمائی ہے، انشاء اللہ اس سے بدعت کی قباحت سمجھنے میں مدد ملے گی، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

واما ما کان المقتضیٰ لفعله فی عهده علیه السلام موجوداً من غیر وجود المانع منه ومع ذلک لم یفعله علیه السلام فاحداثه تغییر لدین الله تعالیٰ اذ لو کان فیه مصلحة لفعله علیه السلام او حث علیه وکما لم یفعله علیه السلام ولم یحث علیه علم انه لیس فیه مصلحة بل هو بدعة قبیحة سیئة مثاله الا ذان فی العیدین فانه لما احدثه بعض السلاطین انکره العلماء وحکموا بکراهته فلو لم یکن کونه بدعة دلیلاً علی کراهته لقیل هذا ذکر الله تعالیٰ ودعاء الخلق الیٰ عبادة الله تعالیٰ فیقاس علی اذان الجمعة او ید خل فی العمومات التی من جملتها قوله تعالیٰ واذکروا الله ذکراً کثیراً وقوله تعالیٰ ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله لکن لم یقولوا ذلک بل قالوا کما ان فعل ما فعله علیه السلام کان سنة کذلک ترک ما ترکه علیه السلام مع وجود المقتضی وعدم المانع منه کان سنة ایضاً فانه علیه السلام لما امر بالاذان فی الجمعة دون العیدین کان ترک الاذان فیهما سنة ولیس لاحد ان یزیده ویقول هذا زیادة العمل الصالح لا یضر زیادته اذ یقال له هکذا تغیرت ادیان الرسل وتبدلت شرائعهم فان الزیادة فی الدین لو جازت لجاز ان یصلی الفجر اربع رکعات والظهر ست رکعات ویقال هذا زیادة عمل صالح لا یضر زیادته لکن لیس لاحد ان یقول ذلک لان ما یبدیه المبتدع من المصلحة والفضیلة ان کان ثابتاً فی عصره علیه السلام ومع هذا لم یفعله علیه السلام فیکون ترک مثل هذا الفعل سنة متقدمة علی کل عموم وقیاس. (مجالس الا برار ص ۱۲۷، ص ۱۲۸ مجلس نمبر ۱۸ فی اقسام البدع واحکامها)

ترجمہ: جس فعل کا موجب سبب دورِ نبوی میں موجود ہو اور اس فعل کے کرنے سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فعل (کام) نہ کیا ہو (مثلاً اذان قبر) تو اس کام کو جاری کرنا دین کو بدلنا ہے اس لئے کہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو حضرت سرور کائنات ﷺ اس کو ضرور کرتے، یا اس کی ترغیب فرماتے، اور جب آپ نے نہ خود اس کام کو کیا نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی اور خیر وفلاح نہیں بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے اس کی مثال عیدین میں اذان کہنا ہے کہ جب اس کو بعض سلاطین نے ایجاد کیا تو علماء نے منع کیا اور ناجائز بتلایا اگر اس کا بدعت ہونا اس کی کراہت کی دلیل نہ ہوتی تو کہا جاتا کہ یہ تو خدا کا ذکر ہے اور اللہ کی عبادت کے لئے لوگوں کو بلانا ہے (اور شیطان کو بھگانا بھی ہے) لہذا جمعہ کی اذان پر اس کو قیاس کیا جائے یا ان عام احکامات کے تحت اس کو داخل مانا جائے جن میں سے ایک اللہ کا یہ فرمان ہے واذکر و الله ذکراً کثیراً اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، نیز یہ ارشاد خداوندی ہے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللهاس سے بہتر کون ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا (لیکن ان دونوں امور میں سے کسی

پر قیاس کر کے کسی نے اذان عید کے سنت ہونے کو نہیں کہا بلکہ تمام علماء یہی کہتے رہے کہ جس کام کو حضور اکرم ﷺ نے کیا ہو اس کا اسی طرح کرنا سنت ہے اسی طرح اس کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے باوجود اقتضاء کی اور مانع نہ ہونے کے نہیں کیا، کیونکہ پیغمبر ﷺ نے جب جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین میں حکم نہیں دیا تو عیدین میں اذان نہ کہنا ہی سنت ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ اس پر زیادتی کرے اور یہ کہے کہ یہ نیک کام کی افزائش ہے اور ایسی زیادتی مضر نہیں، اس لئے کہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ اسی طرح پیغمبروں کے دین متغیر ہو گئے اور ان کی شریعتیں بدل گئیں اس لئے کہ اگر دین میں زیادتی جائز ہوتی تو یہ بھی جائز ہوتا کہ صبح کی نماز چار رکعت پڑھے اور ظہر کی چھ رکعت اور کہا جاتا کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں، لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا، اس واسطے کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت بیان کرتا ہے اگر وہ مصلحت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ثابت (موجود) تھی اور باوجود اس کے آپ نے اس کو نہیں کیا تو اس کام کا چھوڑنا ہی ایسی سنت ہے جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہے۔

تحفۂ علم وحکمت میں ہے:۔ بدعت کی تیسری شرط داعیہ کے باوجود نہ پایا جانا۔ یعنی قرون مشہود لہا بالخیر (خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے دور میں) ضرورت اور داعیہ کے باوجود نہ پایا جانا، کیونکہ سال کے یہ بارہ مہینے، ہفتے کے یہ سات دن، اور دن کے یہ چوبیس گھنٹے ان ادوار میں بھی موجود تھے مگر اس کے باوجود اگر انہوں نے کسی خاص مہینے یا خاص دن یا خاص وقت کے لئے کوئی خاص طریقہ یا خاص عمل مقرر نہیں کیا تو ہمیں اس کا کیا حق پہنچ سکتا ہے، یا مثلاً پیدائش وموت، خوشی وغمی، عیدین وجنائز وغیرہ تمام امور اس وقت بھی موجود تھے تو پھر ان امور کے متعلق کوئی ایسا کام کرنا ہمارے لئے کس طرح جائز اور درست ہوسکتا ہے جو انہوں نے ضرورت وداعیہ کے باوجود نہ کیا ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ ہم علم کے میدان میں ان کی گرد راہ کو پہنچ سکتے ہیں نہ عمل کے میدان میں۔ نہ عشق نبوی کے دعویٰ میں ان کی ہمسری کر سکتے ہیں نہ اتباع سنت کے دائرہ میں ان کی برابری کا سوال پیدا ہوسکتا ہے، تو پھر وہ کام کیونکر دین قرار پاسکتا ہے جو انہوں نے ضرورت وداعیہ کے باوجود نہیں کیا۔ (تحفۂ علم وحکمت ص ۱۹۶ مولانا ابو عامر محمد اسحاق خان)

نیز تحفۂ علم وحکمت میں ہے:۔

بدعتی دین کو ناقص سمجھتا ہے

بدعت کی ایجاد واختراع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین ناقص تھا، اور اس میں اس چیز کی کمی تھی جو بدعتی شخص بدعت ایجاد کر کے پوری کر رہا ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اور یہ خیال بھی کفر ہے کیونکہ ہمارا دین مکمل ہے اور اللہ نے تیئس سال کے طویل عرصہ میں اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی کے ذریعہ اس کی تکمیل فرمادی چنانچہ ارشاد ربانی ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا، یہ آیت کریمہ ۹ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن ''عرفات'' کے میدان میں نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے جبل رحمت کے دامن میں اس کا اعلان فرمایا، اس لئے جمہور علماء ومفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ کی بعد احکام سے متعلق کوئی آیت

نازل نہیں ہوئی، تو جب دین مکمل ہو گیا اور اس کی تکمیل کا اعلان بھی اس طرح کر دیا گیا تو پھر اس میں بدعات تک کی پیوند کاری کی گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے، تو بدعتی شخص اپنی بدعت ایجاد کر کے گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ دین نعوذ باللہ ناقص تھا اور میں اس طرح اس کی تکمیل کا سامان کر رہا ہوں اس طرح وہ اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کرتا ہے اور کلام اللہ کی تکذیب کا مجرم قرار پا رہا ہے اور اس کے ساتھ خدا اور رسول کی بھی تکذیب کا ارتکاب کرتا ہے۔ **والعیاذ باللہ** (تحفۂ علم وحکمت ص ۲۰۱، ص ۲۰۲)

مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''اور فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے) کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ بدعتی خدا اور رسول کی توہین کرتا ہے کہ اس کی کامل و مکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کر کے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کر کے اپنے لئے (تشریع احکام کا) خدائی منصب تجویز کرتا ہے، اس لئے وہ تو درحقیقت اسلام کو ڈھا رہا ہے اور جو اس کی تعظیم و تکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار ہے **نعوذ باللہ منہا**۔ (کفایت المفتی ص ۱۳۰ ج ۴، کتاب الجنائز)

کیا ہر نئی چیز بدعت ہے؟:

یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ احادیث میں جس بدعت کی مذمت آئی ہے اس سے وہ بدعت مراد ہے جسے شرعی اعتبار سے بدعت کہا جائے اور شرعی اعتبار سے بدعت کی تعریف اور اس کے متعلق کافی وضاحت از صفحہ تا صفحہ پر آ چکی ہے، اس لئے ہر نئی بات کو بدعت ممنوعہ نہیں کہا جا سکتا، بلکہ جو عمل ''فی الدین'' یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کے ہو اور اسے دین قرار دے کر اور عبادات وغیرہ دینی امور کی طرح ثواب اور رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کیا جائے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو نہ قرآن و سنت سے نہ قیاس و اجتہاد سے جیسے عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا اضافہ وغیرہ وغیرہ یہ تو بدعت ہے اور جو نیا کام ''للدین'' ہو یعنی دین کے استحکام و مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کے لئے ہو اسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جا سکتا جیسے جمع قرآن کا مسئلہ، قرآن میں اعراب لگانا، کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ وغیرہ نام رکھنا، اسی طرح احکام فقہ کا مدون کرنا اور ان کو مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی، شافعی مالکی اور حنبلی نام رکھنا، مدارس مکاتب اور خانقاہیں بنانا، ان تمام امور کو بدعت نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح آج کل کی نو ایجاد چیزیں، سفر کے جدید ذرائع، ریل موٹر ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ، ان چیزوں کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا، اس لئے کہ ان کو دین اور ثواب اور رضائے الٰہی کا کام سمجھ کر استعمال نہیں کیا جاتا، لہٰذا جو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جب ہر نئی چیز بدعت ہے تو یہ تمام نو ایجاد اشیاء بھی بدعت ہونا چاہئے اور ان کو استعمال نہ کرنا چاہئے یہ صریح جہالت ہے یا عوام کو دھوکا دینا ہے۔

سنت کی تعریف اور اس کا حکم

خدارا سنت کی قدر پہنچانو اور حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام لو اور آپ کی مبارک اور نورانی سنتوں کو زندہ کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سنت کی تعریف اور اس کا حکم بیان کر دیا جائے۔

سنت وہ کام جس کو نبی کریم ﷺ نے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اس کی تاکید کی ہو۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ. تم اپنے اوپر میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کرلو اور دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

نیز حدیث میں ہے:۔

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی. قال. وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصحابی کا لنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم رواه رزین. (مشکوٰة شریف ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابة)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت حق تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی فرمائی، میرے نزدیک آپ کے صحابہ کا مرتبہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ بعض ستارے بعض سے قوی ہیں لیکن ہر ستارہ میں نور ہے، جن چیزوں میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا ان میں کسی کے قول کو اختیار کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ان میں سے جن کی اقتدا کرو گے ہدایت کی راہ پاؤ گے۔

مزید احادیث فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۷ تا ص ۱۰۶ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

(۱) سنت مؤکدہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کی تاکید کی ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو اس کا حکم بھی عملاً واجب کی طرح ہے یعنی بلا عذر اس کا تارک گنہگار اور ترک کا عادی سخت گنہگار اور فاسق ہے اور حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۱ ج ۲)

ردالمختار معروف بہ شامی میں ہے:۔ اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض وواجب وسنة ونفل فما کان فعله اولیٰ من ترکه مع منع الترک ان ثبت بدلیل قطعی فرض اوبظنی فواجب ،

وبلا منع الترک ان کان مما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة والا فمندوب ونفل ، والسنة نوعان سنة الهدی وترکها یوجب اساء ة وکراهیة کالجماعة والاذان والاقامة ونحوها ، وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذلک کسیر النبی علیه الصلوٰ ة والسلام فی لبسه وقیامه وقعوده الخ (شامی ص ۹۵ مطلب فی السنة وتعریفها)

درمختار میں ہے وفی الزیلعی...... الی قوله ...... کترک السنة المؤکدة فانه لا یتعلق به عقوبة النار . لحدیث من ترک سنتی لم تنل شفاعتی فترک السنة المؤکدة قریب من الحرام ولیس من الحرام انتهیٰ

ردالمحتار میں ہے۔(قوله وفی الزیلعی الخ) ...... وما فی الزیلعی موافق لما فی التلویح حیث قال معنی القرب الی الحرمة انه یتعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار وترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعة اھ ومقتضاه ان ترک السنة المؤکدة مکروه تحریماً لجعله قریباً من الحرام والمراد بها سنن الهدی کالجماعة والاذان والاقامة فان تارکها مضلل ملوم کما فی التحریر والمراد الترک علی وجه الاصرار بلا عذر ...... الخ (درمختار رد المحتار ص ۲۹۵ ج ۵، کتاب الحظر والاباحة)

شامی میں ایک اور موقع پر تحریر فرمایا ہے ا لحاصل ان السنة ان کانت مؤکدة قویة لا یبعد کون ترکها مکروها تحریماً وان کانت غیر مؤکدة فترکها مکروه تنزیهاً ...... الخ (رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۹ باب مایفسد الصلوٰة وما یکره مطلب فی بیان السنة والمستحب)

پھر سنت مؤکدہ کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت عین (۲) سنت کفایہ۔

(۱) سنت عین وہ ہے جس کی ادائیگی ہر مکلّف پر سنت ہے جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ۔

(۲) سنت کفایہ وہ ہے جس کی ادائیگی سب پر ضروری نہیں یعنی بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے جیسا کہ محلّہ کی مسجد میں جماعت تراویح وغیرہ۔

شامی میں ہے:(قوله سنة عین) یسن لکل واحد من المکلفین بعینه وفیه اشارة الی ان السنة قد تکون سنة عین وسنة کفایة ومثاله ما قالوا فی صلاة التراویح انها سنة عین وصلاتها بجماعة فی کل محلة سنة کفایة .(شامی ص ۵۰۲ ج ۱) فصل فی القرأة ، مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة.

اتباع سنت کے متعلق ارشادات نبی ﷺ

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ...... من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة رواه الترمذی (مشکوٰة شریف ص ۳۰ بالاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:۔ حضرت انس سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا......اور جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

نیز ارشاد فرمایا: **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید.**

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا (اور اس پر عمل کیا) تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ مناقب صحابہ)

فساد کے وقت ایک سنت زندہ کرنے پر سو ۱۰۰ شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے؟

حضرت شاہ محمد اسحاقؒ فرماتے ہیں......!:

اس کو سو ۱۰۰ شہیدوں کا ثواب کیوں ملتا ہے اس کے متعلق حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بڑی اچھی بات تحریر فرمائی ہے۔

"**من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید**" کہ اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا کیونکہ شہید حقیقی کو جو کفار کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہو زخم کی تکلیف ایک بار اٹھانی ہوتی ہے اس واسطے وہ ایک شہید کا ثواب پاتا ہے اور یہ شخص جو ایسے زمانہ میں کہ کفار اور فساق کا غلبہ ہو رہا ہے سنت نبوی پر چلنے میں ہر طرف سے طعن اور تشنیع کے زخم سے ہر دم جراحت جسمانی اور روحانی کے الم اور رنج میں گرفتار رہتا ہے اس لئے اس کو سو شہید کا ثواب ملے گا اور ہمیشہ مؤمنین نے مفسدوں اور بے دینوں کے ہاتھ سے اس طرح تکلیف پائی ہے جیسا فرمایا حضور ﷺ نے **قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اشد الناس بلاءً الا نبیاء ثم الا مثل فالا مثل** بہر حال رضامندی اور تابعداری اللہ اور رسول کی ہر کام میں ضروری ہے اور یہی باعث ہے فلاح اور بہتری کا، دنیا چند روزہ ہے آخر اسی اپنے مالک اور خالق سے معاملہ پڑے گا تو ایسا کرنا چاہئے کہ وہاں شرمندگی نہ اٹھاوے اور دوزخ کا کندہ نہ بنے بلکہ اچھے اعمال، عمل میں لا کے خوشی اپنے خداوند قدوس کی حاصل کر کے سزاوار بہشت کے جانے کا اس نے فضل و کرم سے ہووے۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ، اللھم اجعلنا منھم** اور حضور ﷺ کی سنت سے انکار کرنے کو اللہ کے غضب کا سبب سمجھے **ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظلمین من انصار ، فلا تجعلنا منھم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی ید خلون الجنۃ الا من ابیٰ قیل و من قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ** اور تابعداری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عین تابعداری اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ جل شانہ، نے فرمایا **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظا ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشھدین.**

(مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین ﷺ ص ۳، ص ۴)

نیز حدیث میں ہے۔من حفظ سنتی اکرمہ اللہ باربع خصال المحبة فی قلوب البررة والهيبة فی قلوب الفجرة والسعة فی الرزق والثقة فی الدين یعنی! جس نے میری سنت کی حفاظت کی (دل وجان سے اس کو مضبوط پکڑ لیا، اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کرے گا (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرے گا (۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) رزق فراخ کر دے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرعۃ الاسلام ص ۸ لسید علی زادہ)

نیز حدیث میں ہے: عن مالک بن انس رضی اللہ عنه مرسلاً قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم. رواه فی المؤطا (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ باب الا عتصام بالکتاب والسنه)

حضرت مالک بن انسؓ سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کی سنت (مشکوٰۃ ص ۳۱)

نیز حدیث میں ہے: من احییٰ سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنة. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف ص ۹۲ ج ۲ باب الأخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ)

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ان السنة مثل سفینة نوح من مرکبها نجیٰ ومن تخلف عنها غرق. یعنی سنت کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہو گیا (یعنی ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر گیا)

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۲ ج ۲ باب الأخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو، میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ کے فضل سے کرتا ہوں، اس کے بعد پھر میں نے کہا، اے رب! مجھے اسلام پر موت نصیب فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وعلی السنۃ، اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعا اور تمنا کرو۔

عن الاوزاعی رحمه الله قال رأيت رب العزة فی المنام فقال لی یاعبدالرحمن انت الذی تأمر بالمعروف وتنهی عن المنکر فقلت. بفضلک یا رب وقلت یا رب امتنی علی الاسلام فقال وعلی السنة. (تلبیس ابلیس ص ۹)

اتباع سنت سے محبوبیت کا راز

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیئت (وضع) بناتا

ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے) (کمالات اشرفیہ۔ بحوالہ مواعظ ردمحبت ص ۶۸ از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

سنت کا ہلکا سمجھنے کا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے: من تهاون بالاداب عوقب بحرمان السنة و من تهاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض ومن تها ون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة. یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف سمجھتا ہے وہ معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔(تفسیر عزیزی ص ۴۳۲ سوره بقره تحت الآية ضربت عليهم الذ لة ...... ذلک بما عصوا و كانوا يعتدون .) (نیز فضائل حج ص ۶۱ اجمالی آداب)

سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ ایک واقعہ

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی، تو حضرت خواجہ کی توجہ و دعاء سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگے، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھالاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعاء سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔(دیباچہ درلا ثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری ص ۶، ۷، ج ۳)

اولیاء کی کرامت برحق ہے

اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے، عقائد کی مشہور کتاب ”شرح عقائد نسفی“ میں ہے وکرامات الاولیاء حق ...... الخ ص ۱۰۵ ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا یہ امتی ہے اور جن کی اتباع اور پیروی کے صلہ میں اس کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا مسافت بعیدہ کو مختصر وقت میں طے کر لینا، غیر موسم کے پھل ملنا وغیرہ، ان کرامات کو کرامات حسی کہا جاتا ہے، یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عموماً

حسی کرامتوں کو ہی کمال سمجھا جاتا ہے مگر اہل کمال کے نزدیک ''کرامت معنوی'' کمال ہے یعنی شریعت مصطفویٰ ﷺ پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر ایک موقعہ پر سنت اور غیر سنت کے فرق کو سمجھ کر سنت رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع اس کا شوق اس کی لگن اور دل سے توجہ الی اللہ اور اشتغال باللہ کہ ایک دم اور ایک سانس بھی غفلت میں نہ گذرے، اور یہ بات مندرجہ بالا واقعہ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہے، تو اصل کمال اتباع شریعت اور اتباع سنت ہے ،اسی بنا پر محقق فرماتے ہیں کہ طریقۂ سنت کی اتباع کے بغیر اگر کوئی تعجب کی چیز دیکھنے میں آئے تو وہ ہرگز کرامت نہیں استدراج اور شیطانی حرکت ہے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری نظروں میں ایسا کمال والا آدمی ہو جو ہوا پر مربعاً چوکڑی مار کر اور آلتی پالتی لگا کر بیٹھتا ہو اور پانی پر چلتا ہو تو جب تک تم امتحان نہ کرلو کہ احکام اسلام اور شرعی حدود کی پابندی میں کیسا ہے ہرگز اس کو نظر میں نہ لاؤ۔

حضرت بسطامی سے کہا گیا کہ فلاں شخص ایک رات میں مکہ پہنچ جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ شیطان تو ایک جھپک میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہ اللہ کی لعنت میں گرفتار ہے۔ (بصائر العشائر ص ۶۱۲)

پیشوائے طریقت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واصل الی اللہ ہونے کے بے شمار طریقے اور راستے ہیں مگر مخلوق کے لئے تمام راستے بند ہیں اس کے لئے صرف وہی راستہ کھلا ہوا ہے جو اتباع رسول اللہ ﷺ کی شاہراہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے فرزند! آنچہ فردا بکار آید متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ،احوال ومواجیہ علوم ومعارف واشارات ورموز اگر باآن متابعت جمع شوند فبہا ونعمت والا جز خرابی واستدراج ہیچ نیست۔

(مکتوبات امام ربانی ص ۱۸۵ ج ۱ مطبع مرتضوی دھلی)

یعنی اے فرزند جو چیز کل کو (قیامت میں) کار آمد ہوگی وہ صاحب شریعت ﷺ کی متابعت اور پیروی ہے درویشانہ حالات اور عالمانہ وجد، علوم ومعارف صوفیانہ رموز واشارات اگر آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی کے ساتھ ہوں تو بے شک بہت بہتر ہیں، اور اگر یہ باتیں پابندی شریعت اور اتباع سنت کے جوہر کے بغیر ہوں تو خرابی اور استدراج کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

ناظرین کرام! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس کو بغور اور بار بار پڑھئے، اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ہمارا معاشرہ اتباع سنت کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا، ہماری خوشی کی تقریب ہوتی یا غمی کا موقع ہوتا سنت ہی کو اپنا مشعل راہ بنانا چاہئے تھا مگر از حد افسوس اور قلق ہے کہ جب ہم یا آپ اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں عجیب عجیب بدعات رواج پا رہی ہیں اور ان پر بڑی پابندی سے عمل کیا جاتا ہے، اسی پر بس نہیں جو ان بدعات پر عمل نہیں کرتے ان پر جملے کسے جاتے ہیں ان پر لعن وطعن کیا جاتا ہے، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے ان کی توہین کی جاتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم.

چند مروجہ بدعات

یہاں ہم چند بدعات مروجہ بیان کرتے ہیں، مقصد نیک ہے الدین النصیحۃ (یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے) کے پیش نظر یہ سطریں تحریر کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بدعات اور اس کے علاوہ تمام بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

غمی کی تقریبات اور ضیافتیں

تیجہ، دھم، چھلم، ششماہی، برسی

موت جو غم کا موقعہ ہوتا ہے اس موقعہ پر تیجہ، دہم، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ کیا جاتا ہے اور بڑے اہتمام سے اسے ادا کیا جاتا ہے دعوتیں دی جاتی ہیں، اگر اپنی گنجائش نہ ہو تو قرض لے کر بھی ان رسوم کو ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس میں شرکت کرنیوالے اس طرح شرکت کرتے ہیں جیسے شادی کی تقریب ہو خاص کر عورتیں زرق برق لباس کا اہتمام کرتی ہیں، یہ سب چیزیں بدعت اور ناجائز ہیں۔

کچھ پڑھ کر یا غرباء کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر ایصال ثواب اور میت کے لئے دعاء مغفرت یقیناً ثابت ہے اور اس کے لئے فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد ہفتم، ص ۹۱ تا ص ۹۴ پر ہمارا جو فتویٰ چھپ چکا ہے اسے ضرور ملاحظہ کیا جائے، اس فتویٰ میں ہم نے مدلل اس بات کو ثابت کیا ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب بلا شک وشبہ جائز ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کرے یا کوئی بدنی عبادت نوافل روزہ، قرآن مجید کی تلاوت درود شریف وغیرہ پڑھ کر جس کو چاہے بخش دے یا اہل میت اپنے خاص اعزہ واقرباء دوست احباب کو خبر دے کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کریں اور وہ لوگ کچھ پڑھ کر یا خیرات کر کے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کریں۔ شامی میں ہے۔

روی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة (جنائز، مطلب فی کراهیة الضیافة من اهل المیت شامی ص ۸۴۲ جلد اول)

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم (جماعت صحابہ) اہل میت کے یہاں جمع ہوتے اور کھانے کے انتظام واہتمام کو نوحہ (اور ماتم) کے سلسلہ کی رسم سمجھتے تھے (اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ حضور ﷺ نے نوحہ سے منع فرمایا ہے)

فقیہ حافظ الدین ابن شہاب کردری (المتوفی ص ۸۲۷ھ فرماتے ہیں۔

ویکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام غم فلا یلیق فیها ما یختص باظهار السرور وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً.

(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۳۷۹ کتاب الکراهیة فصل نمبر ۹)

ایام مصیبت میں دعوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ غم کے دن ہیں جو کام اظہار خوشی کے لئے مخصوص ہوں وہ ان ایام کے لائق نہیں۔ اور اگر غرباء کے لئے کھانا تیار کرے تو بہتر ہے۔

فقیہ علامہ شرنبلالی (المتوفی ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں۔

وتکرہ الضیافۃمن اھل المیت لا نھا شرعت فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ، (مراقی الفلاح ص ۱۲۰ مع طحطاوی ص ۳۳۹ فصل فی حملھا ودفنھا)

ترجمہ: اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت (مہمانی) خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر اور اس موقع پر ضیافت بدعت قبیحہ ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

قال فی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۹ فصل فی حملھا ودفنھا)

بزازیہ میں ہے: اہل میت کے یہاں پہلے دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔

امام نوویؒ شرح منہاج میں فرماتے ہیں۔

واتخاذ الطعام فی الایام المصیبۃ کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ۔ (شرح منھاج).

یعنی خاص ایام میں کھانا کھلانے کا رواج جیسے تیجہ کے دن اور پانچویں، نویں، دسویں، بیسویں، چالیسویں دن، نیز ششماہی اور برسی یہ سب بدعت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسانی ہیچ نہ کنند۔

(مالابد منہ، وصیت نامہ ص ۱۶۰)

میرے انتقال کے بعد دنیوی رسوم جیسے دسواں، بیسواں، چالیسواں ششماہی اور برسی نہ منائی جائے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

(۱۴۷) جواب:۔ اموات کو ثواب پہنچانا مستحسن ہے عبادات مالیہ وعبادات بدنیہ دونوں کا ثواب پہنچتا ہے لیکن ایصال ثواب کے لئے شریعت مقدسہ نے جو صورتیں مقرر نہیں کیں ان کو مقرر کرنا اور ایصال ثواب کی شرط سمجھنا یا مفید جاننا بدعت ہے، شرعی صورت اس قدر ہے کہ اگر کسی میت کو ثواب پہنچانا ہے تو کوئی بدنی عبادت کرو مثلاً نماز پڑھو روزہ رکھو، قرآن مجید کی تلاوت کرو درود شریف پڑھو وغیرہ، اور اس عبادت کا ثواب جس کو پہنچانا ہو اس کو اس طرح پہنچاؤ کہ یا اللہ! میں نے جو نماز پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے یا تلاوت کی ہے یا درود شریف پڑھا ہے اس کا ثواب اپنے فضل ورحمت سے فلاں میت کو پہنچا دے اسی طرح اگر عبادات مالیہ کا ثواب پہنچانا ہے تو جو میسر ہو اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا مسجد بنواؤ، کنواں بنواؤ، سرائے مسافر خانہ تعمیر کرو، دینی مدرسہ قائم کرو وغیرہ، اور مذکورہ بالا طریقے پر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان چیزوں کا ثواب اس میت کو پہنچا دے جسے تم پہنچانا چاہتے ہو، یہ تو ایصال ثواب کا شرعی طریقہ

ہے، اب اس کے لئے خاص تاریخ یا دن معین کرنا اور اس تعیین کو وصول ثواب کی شرط یا زیادت ثواب کے لئے بغیر شرعی دلیل کے مفید سمجھنا یا خاص چیزیں مقرر کرنا یا خاص مقام مثلاً خاص قبر پر صدقہ کرنے کی تعیین یا مردے کے جنازے کے ساتھ لے جانے کو ضروری یا مفید سمجھنا اور بھی اکثر امور جو رسم و رواج کے طور پر قائم ہو گئے ہیں یہ سب خلاف شریعت اور بدعت ہیں کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی بے اصل ہے اگر کھانے کا صدقہ کرنا مقصود ہے تو صدقہ کردو. کسی مستحق کو دے دو اگر تلاوت قرآن مجید یا درود کا ثواب پہنچانا ہے وہ بھی کر دو مگر دونوں کا ثواب پہنچنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی پڑھا جائے یہ اشتراط نہ شریعت سے ثابت ہے اور نہ معقول، کیونکہ کھانے پر فاتحہ دینے والے بھی کپڑے یا پیسے کا ثواب پہنچانا چاہتے ہیں تو اس پر وہ بھی فاتحہ نہیں پڑھتے، الغرض ایصال ثواب فی حد ذاتہ جائز اور مستحسن ہے لیکن اس کی اکثر مروج صورتیں جائز اور بدعت ہیں۔

(کفایت المفتی ص ۱۱۲، ص ۱۱۳ ج ۴، کتاب الجنائز)

آپ کا دوسرا فتویٰ۔ (۱۶۲) جواب :۔ایصال ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اس کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کر دے اگر کوئی بدنی عبادت مثلاً نماز نفل، نفل روزہ، تلاوت قرآن مجید کرے اور اس کا ثواب جس کو بخشنا چاہے بخش دے اس میں کسی دن اور تاریخ یا کسی معین چیز کی تخصیص اور تعین نہ کرے نہ اس کو لازم اور ضروری قرار دے، تیجہ اور دسواں اور چہلم ان تخصیصات کی وجہ سے اور ان کو مستقل رسم قرار دے لینے کی وجہ سے بدعت ہیں ان کی بطور رسم ادائیگی موجب ثواب ہی نہیں پھر ایصال ثواب کہاں؟ (کفایت المفتی ص ۱۲۲ ج ۴، کتاب الجنائز)

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب اور دیگر رضا خانی علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے جاتے ہیں، جو لوگ مذکورہ رسوم دین اور ثواب کا کام سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور ان رسوم پر نکیر کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ان حضرات کے فتاویٰ ملاحظہ کریں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ کس قسم کی چیزوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں غور سے پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔ اور ان رسوم سے توبہ کر کے ان رسوم کو چھوڑ دیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کا مفصل فتویٰ

مسئلہ:۔ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزاء و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے یعنی عمدہ لباس پہن کر آتی ہیں، پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں اس مدت اقامت میں عورت کے کھانے پینے، پان چھالیہ کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کرے تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب، سبحان اللہ! اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے۔ یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے، اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ وقبیحہ ہے، امام احمدؒ اپنے مسند اور

ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر ابن عبداللہ البجلیؓ سے راوی ہیں کنا نعد الا جتماع الیٰ اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ ! ہم (گروہ صحابہ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اوران کے لئے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے ، جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں ، امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ فتح القدیر ، جنائز فصل فی الدفن ، یعنی اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں ،اور یہ بدعت شنیعہ ہے اسی طرح شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا۔

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لا نھا شرعت فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ جنائز فصل فی حملھا و دفنھا۔

۳ فتاویٰ خلاصہ،۴ فتاوی سراجیہ،۵ فتاوی ظہیریہ،۶ فتاوی تاتارخانیہ،اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔

واللفظ للسراجیۃ لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام فی المصیبۃ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ تتخذ عند السرور!

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے فتاویٰ امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھاایام تأسف فلا یلیق بھا مایکون للسرور .غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس و رنج وملال کے دن ہیں تو جو کچھ خوشی میں ہوتا ہے وہ اس حال کے لائق نہیں ،تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے لا بأس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والا طعمۃ من اھل المیت مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کاارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلّف فرش بچھانا اور میت والوں کی طرف سے کھانا وغیرہ ،امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں: یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الا ول والثالث وبعد الا سبوع یعنی میت کے لئے پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ مکروہ اور ممنوع ہے علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں اطال ذلک فی المعراج وقال ھذہ الا فعال کلھا للسمعۃ والریا جنائز مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ من اھل المیت فیحترز عنھا صاحب معراج الدرایہ (شرح ہدایہ) نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاویٰ یعنی تین دن یا کم تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اوران دنوں میں ضیافت بھی ممنوع ہے اوراس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں اس کی تصریح ہے۔

فتاویٰ القروی اور واقعات المفتیین میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام و اکلھا لانھا مشروعۃ للسرور تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے) کہ دعوت تو خوشی میں کی جاتی ہے۔ کشف العطاء میں ہے۔ ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را و پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد و تہیۂ آن دشوار ست۔

اسی میں ہے: پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آں میان اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع ست و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شریعت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور!

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے ان کا اذن لیا جاتا ہے، اللہ عزوجل فرماتے ہیں ان الذین یأ کلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یأ کلون فی بطو نھم ناراً و سیصلون سعیراً بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کی گہرائی میں جائیں گے، لاتأ کلو اموالکم بینکم بالباطل خانیہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ میں ہے۔ واللفظ لھا تین ان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا، ان اتخذولی المیت طعاماً للفقراء کان حسناً الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ من الترکۃ.

ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں، مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الیٰ غیر ذلک، اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔

ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان! نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، اس مجمع ناجائز کے لئے کشف العظاء میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ!

رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے پان چھالیہ، کھانا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے، ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے، پھر اس کے باعث جو قتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں، پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا، غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں! اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الھادی الی سواء السبیل.

تنبیہ:۔ اگر چہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا

کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار کھلائیں مگر کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے، اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں ہے اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطاء میں ہے: مستحب ست خویشاں وہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند ودر خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصاً۔

عالمگیری میں ہے: **حمل الطعام الی صاحب المصیبة والا کل معهم فی الیوم الا ول جائز لشغلهم بالجهاز وبعده یکره کذا فی التاتار خانیة.**

(احکام شریعت صفحہ ص ۶۱، ص ۶۲، ص ۶۳، ص ۶۴ ج ۳ مولفہ مولوی احمد رضا خان صاحب)

مولوی امجد علی رضا خانی "بہار شریعت" میں لکھتے ہیں۔ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز وبدعت قبیح ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غمی کے وقت اور اگر غرباء کو کھلائیں تو بہت رہے۔

(بہار شریعت ج ۳ ص ۱۵۹)

ان کے ایک دوسرے مقتدا مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب رضوی تحریر کرتے ہیں۔ "اہل برادری واہل میت کے یہاں کا کھانا کھانا، ان کی ضیافت قبول کرنا ناجائز اور گناہ ہے، ہندوستان کے بعض شہروں میں یہ بہت بری رسم ہے کہ اہل برادری میت کے یہاں جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں، پان تمبا کو وغیرہ چیزوں میں ان کا خرچ کراتے ہیں، اور اہل میت مجبوراً ایسا کرتے ہیں بلکہ بہت سے بدنامی کے باعث قرض لے کر یا یتیموں کا مال اس میں صرف کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا اور بہت بچنا چاہئے۔ (اسوۂ حسنہ۔ از مولوی حکیم محمد حشمت علی ص ۱۲)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

(سوال) اگر فاتحہ دیتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں اور کھانا سامنے نہ رکھیں اور زبان سے یہ نہ کہیں کہ یہ فلاں کی فاتحہ ہے صرف دل میں خیال کرلیں......

(الجواب) حقیقتاً امر یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب یعنی اموات کی اراوح کو ثواب پہنچانے کا نام ہے، اور وہ ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے، زبان سے کہنے نہ کہنے کھانا سامنے رکھنے نہ رکھنے پر موقوف نہیں، صرف کھانا وغیرہ فقراء کو دیتے وقت قرآن عظیم وغیرہ اعمال کا ثواب ان کی روح کو بخشتے وقت ان کی

نیت کرنا کہ اس کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچے کافی ہے...... (مجمع الوسائل ص ۱۲۵)

الغرض تیجہ دسواں بارہواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی یہ اسلامی تقریبات نہیں ہیں غیر اقوام کی ہمسائیگی اور تقلید کا نتیجہ ہے۔

رسمی قرآن خوانی

اسی طرح قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ہو تو جتنا ہو سکے قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کر دیں، یہ اسلاف کے طریقہ کے مطابق ہوگا اور اس میں اخلاص بھی ہوگا اور انشاء اللہ مردہ کو فائدہ ہوگا، رسمی قرآن خوانی اسلاف سے ثابت نہیں۔ شامی میں اس قسم کی قرآن خوانی اور رسمی تقریبات کے متعلق معراج الدرایہ سے نقل فرماتے ہیں۔

هذه الا فعال كلها للسمعة و الريا فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالىٰ جنائز مطلب فى كراهية الضيافة من اهل الميت ج ٢ ص ٢٧٠ یعنی یہ سارے افعال محض دکھاوے اور نام ونمود کے لئے ہوتے ہیں، لہذا ان افعال سے احتراز کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ صرف شہرت اور نام ونمود کے لئے ہوتا ہے، رضاء الٰہی مطلوب نہیں ہوتی۔ (شامی ج ۱ ص ۸۴۲)

اور جو لوگ قرآن خوانی میں شرکت کرتے ہیں عموماً ان میں بھی اخلاص نہیں ہوتا بہت سے لوگ اس لئے شرکت کرتے ہیں کہ اگر نہیں جائیں گے تو اہل میت ناراض ہوں گے اور بہت سے لوگ صرف شیرینی اور کھانے کی غرض سے حاضری دیتے ہیں۔ تو جب اخلاص ہی نہیں ہے تو ثواب کہاں ملے گا؟ اور جب پڑھنے والا ہی ثواب سے محروم ہے تو پھر ایصال ثواب کس طرح ہوگا؟؟؟

علامہ شامیؒ کی تحقیق

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمدہ بحث فرمائی ہے جو قابل مطالعہ ہے کچھ حصہ ملاحظہ ہو۔

قال تاج الشريعة فى شرح ان القرآن بالا جرة لايستحق الثواب لا للميت و لا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا و الآخذ و المعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زمانـنا من قرأة الا جزاء بالا جرة لا يجوز لان فيه الا مر بالقراء ة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستا جر ولولا الا جرة ماقرأ احد لا حد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله و انا اليه راجعون . الى. قوله. وقد رده الشيخ خير الدين رملى فى حاشية البحر فى كتاب الوقف حيث قال اقول المفتى به جواز الا خذ استحساناً على تعليم القرآن الا على القراء ة المجردة كما صرح به فى التتارخانية حيث قال لا معنى لهذه الوصية ......لان هذا بمنزلة الا جرة والاجارة فى ذلک باطلة وهى بدعة ولم يفعلها احد من الخلفاء وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على استحسان اه يعنى للضرورة ولا ضرورة فى الاستئجار على القرأ ة على القبر. الى قوله . ونقل العلامة الخلوتى فى حاشية المنتهى الحنبلىؒ عن شيخ الا سلام تقى الدين مانصه' ولا يصح الا ستئجار على القرائة واهد ائها الى الميت لا نه لم ينقل عن احد من الا ئمة الا ذن فى ذلک وقد قال العلماء ان القارى اذا قرأ لا جل المال فلا ثواب له' فاى شئى يهديه الى الميت وانما يصل الميت العمل الصالح و...

الاستئجار علی مجردۃ التلاوۃ لم یقل بہ احد من الا ئمۃالخ .(شامی ج ۵ ص ۴۷،۴۸ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطلب فی الا ستئجار علی الطاعات)

تاج الشریعۃ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے اجرت لے کر قرآن پڑھنے پر نہ میت کوثواب پہنچتا ہے اور نہ قاری مستحق ثواب ہوتا ہے، علامہ عینیؒ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے جوشخص دنیا کے لئے قرآن پڑھتا ہوا سے اس سے روکا جائے قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کی اجرت لے کر پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے وہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں قرأت کا حکم کرنا آمر کو ثواب دینا اور مال کے لئے قرأت کرنا ہے پس جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قاری کوثواب نہیں ملتا تو مستاجر (اجرت دے کر پڑھوانے والا) کو کہاں ثواب پہنچے گا؟ اگر پیسے (شیرینی) ملنے کی امید نہ ہوتو اس زمانہ میں کوئی کسی کے لئے تلاوت نہ کرے حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے قرآن مجید کو کمائی اور دنیا جمع کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون. الی قولہ. علامہ مفتی خیر الدین حاشیہ بحر کے کتاب الوقف میں تحریر فرماتے ہیں، اقول ۔ میں کہتا ہوں مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قران پر استحساناً اجرت لینا جائز ہے، تلاوت مجردہ پر اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ تتارخانیہ میں بیان فرمایا ہے، حیث قال . لا ینبغی لھذہ الوصیۃ ...... اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد اجرت دے کر قرآن خوانی کرانا تو یہ وصیت معتبر نہیں اس لئے کہ یہ بمنزلۂ اجرت کے ہے اور محض قرآن خوانی کے لئے اجرت دینا باطل ہے اور یہ بدعت ہے خلفاء میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے مسئلہ کو ہم نے استحساناً بیان کیا ہے، یعنی (قرآن کی حفاظت ہو جائے اس) ضرورت کی وجہ سے اور قبر پر اجرت لے کر قرآن خوانی کرنے کے لئے کوئی ضرورت نہیں ۔ الیٰ قولہ ۔ علامہ خلوتی نے حاشیۃ المنتہی الحنبلی میں شیخ الاسلام تقی الدین سے نقل فرمایا ہے میت کے ایصال ثواب کے لئے اجرت دے کر قران خوانی کرانا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ کسی بھی امام سے اس کی اجازت منقول نہیں ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ قاری جب مال کے لئے قرأت کرے تو اس کوثواب نہیں ملتا تو وہ کون سی چیز میت کو پہنچائے گا میت کو عمل صالح پہنچتا ہے تلاوۃ مجردہ کے لئے اجرت دینا کوئی بھی امام اس کا قائل نہیں الخ ۔

شرح سفر السعادت میں ہے: وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خانند نہ بر سر گورونہ غیر آں داین مجموع بدعت است ومکروہ ۔ یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ وغیرہم سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لئے سواء نماز جنازہ کے دوسرے کسی موقعہ پر جمع ہوتے ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر پر اور نہ دیگر کسی مقام پر یہ تمام رواج ورسوم بدعت اور مکروہ ہیں ۔ (شرح سفر السعادت ص ۲۷۳)

زاد المعاد میں ہے ۔

ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقرء لہ القرآن لا عند قبرہ ولا غیرہ وکل ھذہ بدعۃ حادثۃ مکروھۃ .(زاد المعاد . ص ۱۵۰ ج ۱ ، مصری)

یعنی: آنحضرت ﷺ کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں اور قرآن خوانی کرتے ہوں نہ قبر کے پاس نہ کسی اور جگہ، یہ سب باتیں بدعت ہیں، ایجاد کردہ ہیں مکروہ ہیں ۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ۔

واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ.

(بزازیہ علی ھامش الھندیہ ص ۸۱ ج ۴ جنائز (فصل) نوع آخر)

(ایصال ثواب کا یہ طریقہ) کہ ختم قرآن یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کے لئے صلحاء اور قراء کو دعوت دے کر جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچا دیں۔الیٰ قولہ۔ چاہے تین مرتبہ قل ھو اللہ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائے گا یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں، اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے، اور اللہ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے، چنانچہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا، تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ پاتا، یہ فرق خلوص اور عدم خلوص کا ہے، کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کا ہوگا وہ غیر صحابی کا نہیں ہوسکتا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۱۵ ج ۱)

مزارات پر عرس اور قوالی

زیارت قبور یقیناً مسنون ہے، مزارات پر عبرت حاصل کرنا، دعاء مغفرت اور فاتحہ خوانی کے لئے جانا اور بخشنا یہ سب جائز ہے، منع نہیں ہے، لیکن رسمی عرس جسے شرعی حکم اور ضروری سمجھ کر ہر سال وفات کے دن اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے یہ ناجائز اور بدعت ہے، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ اہل کتاب کا (یعنی غیروں کا) رواج ہے، اگر اسلامی حکم اور دینی امر ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا عرس کرتے، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عرس کیا جاتا، حالانکہ حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لا تجعلوا قبری عیداً میری قبر کو عید (تہوار) مت بنائیو (مشکوٰۃ شریف ص ۸۶ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا) یعنی جس طرح تہوار میں لوگ ایک ہی تاریخ میں جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر جمع نہ ہونا عید (تہوار) میں یہ تین چیزیں خاص طور پر ہوتی ہیں۔ (۱) تاریخ متعین کرنا (۲) اجتماع (۳) خوشی منانا۔ لہذا اس حدیث سے مزاروں پر ایک متعین تاریخ پر جمع ہونے اور خوشی منانے کی ممانعت ثابت ہوئی، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ لا تجتمعوا لزیارتہ اجتماعکم للعید فانہ یوم لھو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ وکان داب اھل الکتاب فاورثھم القسوۃ یعنی: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی زیارت کے لئے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہئے کیونکہ عید کا دن تو کھیل اور خوشی (اور کھانے پینے) کا دن ہے اور زیارت قبر کی شان تو اس سے علیحدہ ہے (زیارت کا مقصد عبرت حاصل کرنا ہے موت اور آخرت کو اور اپنے انجام کو یاد کرنا ہے) قبر پر عرس منانے کا رواج اہل کتاب کا ہے، جس

کی وجہ سے ان کے قلوب بھی سخت ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے سال بھر درمیان کتنے ہی عشاق آتے رہتے ہیں، اور زیارت کر کے اجر و ثواب سے مالا مال ہوتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ کی روضۂ اقدس پر عرس اور اجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگان دین کے مزاروں پر کیونکر جائز ہو سکتا ہے اسی لئے بزرگان دین، محدثین اور فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عرس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص بیہقیٔ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں۔

لا یجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن اجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرساً (تفسیر مظہری)

یعنی: جہلا اولیاء اور شہداء کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کے اردگرد طواف کرنا اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جسے عرس کہتے ہیں یہ سب امور ناجائز ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مقرر ساختن روز عرس جائز نیست

عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے (مسائل اربعین۔ ص ۴۲)

مجالس الابرار میں ہے۔

ونهیٰ عن اتخاذها عیداً وهم یخالفونه ویتخذونها عیداً ویجتمعون لها کما یجتمعون للعید او اکثر. (مجالس الابرار ص ۱۱۸ مجلس نمبر ۱۷)

اور قبروں کو عید بنانے سے منع فرمایا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ مخالفت کرتے ہیں اور میلہ مناتے ہیں اور اس پر ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے عید کے لئے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اسی طرح قوالی، طبلہ، سارنگی، باجا، وغیرہ قطعی حرام ہے، مسند ابن ابی الدنیا میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اخیر زمانہ میں اس امت میں ایک قوم بندر اور خنزیر بن جائے گی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے ہوں گے؟ فرمایا کیوں نہیں، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا پھر اس سزا کی کیا وجہ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، وہ باجہ بجانے اور گانے کا پیشہ اختیار کریں گے، مزید فرمایا استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر، باجے کی آواز سننا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے، اور اس سے لذت اندوزی کفر ہے (نصاب الاحتساب ص ۱۰۳ باب ص ۵۳)۔ (درمختار مع الشامی ص ۳۰۶ ج ۵، کتاب الحظر والاباحۃ)

حدیث میں ہے الغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع، گانا دل میں نفاق اگاتا ہے جیسے کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں الغناء رقیة الزنا، راگ زنا کا رقیہ (یعنی منتر) ہے۔
(تلبیس ابلیس ص ۲۳۸)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ

جولوگ عرس قوالی وغیرہ کو بڑے اہتمام اور پابندی سے کرتے ہیں، دین اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں وہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے فتاویٰ بغور ملاحظہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں۔

(سوال) آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے میں وہاں چلا گیا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں، کیا اس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

(الجواب) ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو! نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ الخ (احکام شریعت ج ا ص ۳۳)

خان صاحب کا دوسرا فتویٰ:

عرض، کیا روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرمارہے تھے؟

ارشاد۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی، آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیا ہے، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں، حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے، حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیروں کے سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرماتے تھے، ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی، مجلس میں تشریف لے چلئے، حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جاننے والے ہو مواجہ اقدس میں حاضر ہوا گر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں، انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا، دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ ''ایں بد بختان وقت مارا پریشان کردہ اند'' وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا آپ نے دیکھا؟ (ملفوظات ج ا ص ۹۰)

رضا خانی برادران کے دوسرے پیشوا مولانا حکیم محمد حشمت علی صاحب کا فتویٰ۔

(سوال) مستورات کو قبروں پر جانا اور مردوں کو سفر کر کے قبروں پر جانا جیسے پیران کلیر واجمیر وغیرہ کیسا ہے؟
(الجواب) اصح الاقوال میں تو زیارت قبور مرد وعورت دونوں کے لئے جائز بلکہ مندوب ومستحب ہے، نورالایضاح میں ہے۔ ندب زیارتھا للرجال والنساء علی الاصح ،مگراس زمانے میں مستورات کو زیارت قبر کے لئے جانا مکروہ بلکہ حرام ہے۔ قال بدرا لعینی فی شرح البخاری وحاصل الکلام انھا تکرہ للنساء بل تحرم فی ھذا الزمان لا سیما نساء مصر لان خروجھن علی وجه فیه فساد وفتنة ۔رہے مرد!ان کے لئے ہر حال میں زیارت قبور کے واسطے سفر کر کے جانا، مزارات اولیائے کرام وقبور آباءواجداد کی زیارت کرنا مستحب ہے کما مرو قال فی الغنیة وتستحب زیارة القبور للرجال حضور اقدس سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کنت نھیتکم عن زیارة القبور الا فزوروھا بلکہ خود آنحضرت ﷺ کے فعل سے زیارت قبور ثابت ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے جا کر دعا فرماتے تھے مگر بہتر یہ ہے کہ زیارات پیران کلیر واجمیر وغیرہ کو بعد میلوں کے جانا چاہئے کہ میلوں میں بدعات وامور نا مشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے کا قابو نہیں رکھتے اور اولیاء کرام کے دربار میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت! (مجمع المسائل ص ۱۱۰ ج ۱)

قبروں کا طواف

مزارات پر حاضر ہو کر قبروں کا طواف اور سجدے کئے جاتے ہیں، آستانے چومے جاتے ہیں یہ افعال بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی شرح مناسک کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔
(سوال) از طواف کردن قبر سہ بار کافر شود یا مشرک یا فاسق۔
(سوال) قبر کے گرداگرد تین مرتبہ پھرنے سے (طواف کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا مشرک یا فاسق ہوتا ہے؟
(الجواب) طواف کردن قبر سہ بار باشد یا غیر سہ بار شرعاً غیر جائز وحرام است ومرتکب حرام کہ اصرار برآن سازد فاسق می شود واگر جائز ومستحب دانستہ طواف نمودہ باشد موجب کفر است فی شرح المناسک للقاری ولا یطوف ای لا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفةفیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ...... الخ.

(مائۃ مسائل۔ص ۶۸ سوال سی وچہارم)

(الجواب) قبر کے گرداگرد تین مرتبہ پھرے یا تین سے کم یا زائد شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور ایسا مرتکب جو حرام پر مصر ہو فاسق ہو جاتا ہے اور اگر جائز ومستحب سمجھ کر کسی نے طواف کیا ہو تو یہ موجب کفر ہے ملا علی قاریؒ کی شرح مناسک میں ہے ولا یطوف الخ. نہ طواف کرے یعنی حضور ﷺ کے مزار مطہرہ کے گرداگرد نہ پھرے اس لئے کہ طواف کعبہ مقدسہ کے لئے مخصوص ہے پس انبیاء واولیاء کی قبروں کے گرداگرد طواف کرنا حرام ہے...... الخ۔

(امداد المسائل ترجمہ مائۃ مسائل ص ۵۸ ص ۶۷)

قبروں پر سجدہ

اسی طرح قبر پر سجدہ کرنا حرام ہے۔ام المومنین حضرت۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے آخری ایام میں فرماتے تھے۔ **لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد.** یعنی: اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری شریف ج اص ۱۷۷ کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور) مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ باب المساجد وموضع الصلوٰۃ)

نیز حدیث میں ہے: **عن جندب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد انی انھا کم عن ذلک رواہ مسلم .**
حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے) نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے میں تم کو اس سے روکتا ہوں (تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا)۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے: **عن عطاء بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم لا تجعل قبری وثناً یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذ وا قبور انبیاء ھم مساجد .** یعنی: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا جس کو پوجا جائے (جس کی عبادت کی جائے یعنی سجدہ کی جائے) اللہ کا غضب بھڑکتا ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔(مشکوٰۃ شریف ص ۷۲ باب المساجد)

ایک اور حدیث میں ہے: **عن قیس بن سعد** ...... حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ گیا، وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے ،اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو دیکھا تھا وہ بیان کر کے اپنا خیال ظاہر کیا کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ' فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت امر احداً ان یسجد لا حد لامرت النساء ان یسجدن لا زواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق، رواہ ابو داؤد. باب عشرۃ النساء وما بکل واحد من الحقوق.**

یعنی: دیکھو! اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کیا ہر گز نہیں، فرمایا پھر (زندگی میں بھی سجدہ) نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس حق کی وجہ سے جو اللہ نے مردوں کا ان پر رکھا ہے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۲ باب عشرۃ النساء)

نیز ایک حدیث میں ہے: ایک موقعہ پر ایک اونٹ نے آکر آپ ﷺ کو سجدہ کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو حیوانات اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **اعبدو اربکم واکرموا اخاکم** تم اپنے رب کی عبادت کرو (یعنی سجدہ عبادت ہے اور

عبادت کے لائق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس ہے) ہاں تم اپنے بھائی کا اکرام کرو...... عنْ عائشة رضى الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فى نفر من المهاجرين والا نصار فجاء بعير فسجد له فقال اصحابه يا رسول الله تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم ولو كنت امر احداً ان يسجد لا حد لا مرت المرأة ان تسجد لزوجها ...... الخ(مشكوٰة شريف ص ۲۸۳ باب عشرة النساء)

ان احادیث مبارکہ میں غور فرمائیے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت کے متعلق قبر پرستی کا خطرہ کتنی شدت سے تھا اور کسی قدر سختی سے اس کی ممانعت فرمائی جس قبر کو سجدہ کیا جائے اسے بت قرار دے کر سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور اسے غضب الٰہی کے بھڑکنے کا سبب فرمایا۔

قبر پر سجدہ کے متعلق بیہقئ وقت حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی ؒ مالا بدمنہ میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ:۔ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا ازآں بکفر می رساند، پیغمبر ﷺ برآنہا لعنت گفتہ وازاں منع فرمودہ وفرمودہ کہ قبر مرا بت نہ کنید۔ (مالا بدمنہ ص ۸۰ کتاب الجنائز)

یعنی: انبیاء اور اولیاء کے قبروں پر سجدہ کرنا اور قبروں پر طواف کرنا اور ان سے دعاء مانگنا اور ان کے نام کی نذر ماننا حرام ہے بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں، پیغمبر ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنالینا (یعنی جس طرح کفار بتوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اس طرح میری قبر کے ساتھ معاملہ نہ کرنا)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(سوال) سی وسوم: سجدہ کردن قبر رابرائے تعظیم مقبور در شرع حرام است یا کفر یا شرک یا کبیرہ؟

(ترجمہ)(سوال ۳۳)صاحب قبر کی تعظیم کے لئے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر ہے یا شرک ہے یا گناہ کبیرہ؟

(الجواب) سجدہ کردن غیر خدا را قبر باشد یا غیر قبر حرام وکبیرہ است واگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کند موجب کفر وشرک است واگر غیر خدا را قبر باشد یا غیر قبر سجدہ بدون حضور نیت کند آنہم موجب کفر است، چنانچہ از کتب فقیہہ معلوم می شود وسجدۂ تحیہ کہ در زمان سابق بود در شریعت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام منسوخ شدہ چنانچہ کتب تفسیر وحدیث وفقہ دلالت برآں دارند، ......الخ (مائۃ مسائل ص ۶۳)

(الجواب) سوائے خداوند تعالیٰ کے کسی قبر کو یا قبر کے علاوہ اور کسی چیز کو سجدہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر عبادت کے ارادے سے سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرے گا تو موجب کفر وشرک ہے اور اگر غیر خدا کو قبر ہو یا غیر قبر بلا کسی نیت کے سجدہ کرے گا تو یہ بھی موجب کفر ہے، چنانچہ روایات فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدہ تحیۃ (سجدۂ تعظیمی) جو گذشتہ امتوں میں رائج تھا شریعت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ سجدہ منسوخ ہوگیا چنانچہ کتب تفسیر اور حدیث وفقہ اس پر دال ہیں (اس کے بعد حضرت ؒ نے نقل فرمائے ہیں۔ (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۷۰)

قبر پر سجدۂ تعظیمی اور طواف کے متعلق فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے، خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے، پھر تقبیل کیونکر متصور ہے، یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال! نسئال اللہ حسن المآل وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال. واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ج ۳ ص ۴،۳)

دیکھئے قبر کے تعظیمی سجدہ کو ناجائز کہا اور سجدۂ غیر اللہ کو حرام بتلایا اور تقبیل قبر کے ممنوع ہونے کو احوط فرمایا۔

اور بہار شریعت میں ہے کہ۔

مسئلہ:۔ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے (اشعۃ اللمعات) اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے، اور اگر برکت لینے کے لئے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں مگر منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کچھ کا کچھ سمجھیں گے، (بہار شریعت ص ۱۵۷ ج ۴)

"الزبدۃ الزکیۃ لتحریم السجود التحیۃ" (مصنفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) میں ہے۔ سجدۂ تعظیمی حرام ہے اور سور کھانے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ ہے۔ جس کو قرآن عظیم نے کفر سے تعبیر فرمایا، اور رکوع کی حد تک جھکنا بھی حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۹)

اور رسالہ " جواھر القرآن فی اسرار الارکان میں لکھتے ہیں۔

وقت زیارت دیوار حجرہ محترمہ کو مس نہ کرے (ہاتھ نہ لگائے) اس سے نہ چمٹے گرد روضۂ انور طواف نہ کرے، زمین نہ چومے، پیٹھ مثل رکوع نہ جھکائے، تعظیم رسول اللہ ﷺ ان کی اطاعت میں ہے۔

(ص ۱۹۹ احسن الفتاویٰ، مفتی مدرسہ مظہر اسلام بریلی ص ۹)

دیگر رضا خانی علماء کے فتاویٰ

احسن المسائل (مصنفہ مفتی سید محمد افضل حسین صاحب مونگیری) میں ہے۔

''محض ان منکرات شرعیہ (قبروں کو بوسہ دینا، زمین چومنا، سجدہ کرنا، عورتوں کا آنا، قبروں پر گانا بجانا، مزامیر ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی) کے انکار پر فریق ثانی کو وہابی بتانا ظلم بالائے ظلم ہے، توبہ لازم ہے بلکہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا بھی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سید محمد افضل حسین مونگیری غفرلہٗ۔ مفتی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی، ۲۳ صفر ۱۳۷۴ھ۔

(الجواب صحیح)

(۱) فقیر مصطفیٰ رضا قادری۔

(۲) ثناء اللہ الاعظمی غفرلہٗ خادم الطلبہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی۔

(۳) فقیر محمد اخلاق احمد مدرس الطلبہ مدرسہ مظہر اسلام بریلی۔

(۴) معین الدین اعظمی، مدرس مظہر اسلام بریلی۔

(۵) محمد رجب علی القادری۔

(۶) فقیر ابو محمد سنی رضوی مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف۔

(۷) فقیر ابوالظفر محبّ الرضا محمد محبوب علی خاں قادری، برکاتی، رضوی، لکھنوی۔

(۸) فقیر مظفر پوری صدر مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی۔

(۹) محمد عرف جہانگیر صدر مدرس مدرسہ رضویہ مقام مچھا سرا (گجرات)

(۱۰) محمد حبیب اللہ مفتی جامعہ نعیمہ مراد آباد۔

(۱۱) فقیر عبدالحفیظ مفتی آگرہ۔

(''بحوالہ احسن الفتاویٰ'' مفتی سید افضل حسین مونگیری ص ۱۲، ص ۱۳، ص ۱۴)

عرس کے موقعہ پر عورتیں زرق برق لباس پہن کر بے پردہ آتی ہیں، بے حیائی کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں اور حدیث میں ہے۔ لعن الله الناظر والمنظور اليه. اللہ کی لعنت ہے۔ غیر محرم کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر بھی جس کو دیکھا جائے ایسا عرس کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

عورتوں کے مزار پر جانے کے متعلق مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ

عرض:۔ حضور اجمیری شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:۔ غنیۃ میں ہے، یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھوں کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا...... بخلاف دیگر قبور و مزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود۔ اور احتمال مفسدہ موجود، اگر عزیزوں کی قبریں ہیں بے صبری کریں گی، اولیاء کے مزار ہیں تو محتمل ہے کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے لہذا ان کے لئے طریقۂ اسلم احتراز ہی ہے۔

(ملفوظات مولانا احمد رضا خان صاحب ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ حصہ دوم)

بہار شریعت میں ہے: مسئلہ عورتوں کے لئے بھی بعض علماء نے زیارت قبور جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع، فزع کریں گی، لہذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لئے جائیں تو بوڑھیوں کے لئے حرج نہیں اور جوانوں کے لئے ممنوع (ردالمحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع وفزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گذر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

قبروں پر چراغ جلانا

قبروں پر چراغ جلانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے نہ صرف ممانعت فرمائی ہے بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی. (مشکوٰۃ شریف ص ۷۱ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاتی ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور ان پر جو چراغ جلاتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

والنهی عن اتخاذ السرج لما فیه من تضیع المال لانه لا نفع لاحد من السراج ولا نها من آثار جهنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کالنهی عن اتخاذ مساجد الخ.

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص. ۲۱۹ ج ۳ مطبوعه مکتبه امدادیه، ملتان، پاکستان)

قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت یا تو اس لئے ہے کہ اس میں مال کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے، کیونکہ اس کا کسی

کو نفع نہیں اور اس لئے کہ آگ تو جہنم کے آثار میں سے ہے (اس کو قبر سے دور رکھنا چاہئے) یا یہ ممانعت قبروں کی (غیر شرعی) تعظیم سے بچانے کے لئے ہے جیسا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت بھی اسی بناء پر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید اور حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خاص خلیفہ بیہقیٔ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

لایجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرساً. (تفسیر مظهری بحواله فتاویٰ رحیمیه ج ۲ ص ۹۵ اردو)

یعنی جاہل لوگ اولیاء اور شہداء کی قبروں سے جو برتاؤ کرتے ہیں یعنی قبروں کو سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا، اس پر چراغاں کرنا اور ہر سال عید کی طرح وہاں جمع ہونا جسے عرس کا نام دیتے ہیں یہ سب امور ناجائز ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب (نواسے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال سی و نهم) روشنی کردن برائے تعظیم میت جائز یا گناہ، کدام گناہ؟

(سوال) تعظیم میت کے لئے (قبر پر روشنی کرنا جائز ہے یا گناہ اور کس قسم کا گناہ۔

(الجواب) غیر جائز بلکہ مستوجب لعن است کما ہو مذکور فی الحدیث فی المشکوٰۃ **عن ابن عباس لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج، رواه ابو داؤد والنسائی والترمذی . الی قوله** . در ترجمہ شیخ عبدالحق تحت ایں حدیث مرقوم است ولعنت کردہ است رسول خدا ﷺ کسانیکہ می گیرند قبور را مسجد یعنی سجدہ برندگان بجانب قبور بقصد تعظیم چنانکہ گذشت وکسانی را کہ میگرند چراغہا را بر قبور بقصد تعظیم ونزد بعضے حرام است اگر چہ نہ تعظیم باشد از جہت اسراف وتضیع مال وبعضے گویند کہ اگر برائے رہگذر مردم باشد یا در سایۂ چراغ کارے می کردہ جائز است ودریں صورت چراغ گرفتن بجہت قبر نیست بلکہ بجہت کاری دیگر است کہ روشنی قبر ازاں منظور نیست انتہی ۔ پس ازیں روایات معلوم شد کہ روشنی کردن بر قبور غیر جائز است ومقرون بلعنت شدن فعلی دلیل گناہ ست ونزد بعضے علامت کبیرہ است کما ذکرہ الشیخ عبدالحق فی شرح العربی علی المشکوٰۃ۔ (مأتہ مسائل ص ۲۷، ص ۷۳)

(الجواب) ناجائز ہے بلکہ قابل لعنت ہے چنانچہ مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد ونسائی اور ترمذی نے (مشکوٰۃ)۔ الیٰ قولہ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث بالا کے ذیل میں اپنے ترجمہ مشکوٰۃ میں ارقام فرماتے ہیں:۔ رسول خدا ﷺ نے ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں یعنی تعظیم کے ارادہ سے قبروں کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو تعظیم کے ارادہ سے قبروں پر چراغ جلاتے ہیں اور بعض علماء کے نزدیک حرام ہے اگر چہ تعظیماً (ان کا یہ فعل نہ ہو) لیکن اسراف اور تضیع مال کی وجہ سے حرام ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کی آمد ورفت کے لئے ہو یا چراغ کی روشنی میں کوئی کام کرتے ہوں تو جائز ہے اور اس صورت میں قبر

کے لئے چراغ جلانا مقصود نہیں بلکہ ایک دوسرے ہی کام کے لئے اور قبر کی روشنی منظور نہیں ہے لیکن اگر قبر کی روشنی مقصود ہے تو چراغ جلانا حرام ہوگا انتہی (ترجمہ مشکوٰۃ للشیخ) پس ان روایات سے معلوم ہوگیا کہ قبروں پر روشنی کرنا، ناجائز ہے، اور کسی فعل کا ملعون ہونا موجب گناہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک تو علامت گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشکوٰۃ کی عربی شرح میں بیان فرمایا ہے۔ (امداد المسائل ترجمہ مائۃ مسائل ص ۸۰، ۸۱، ۸۲)

قبروں پر پھول چڑھانا

حدیث سے اتنا تو ثابت ہے کہ ایک موقع پر حضور اقدس ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور آپ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی لے کر درمیان سے اس کو چیرا اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ (بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۲ باب آداب الخلاء) اگر حقیقت میں حدیث پر عمل ہی کرنا ہے تو کوئی سبز ٹہنی قبر پر گاڑنا چاہئے جیسا کہ دفناتے وقت تازہ شاخ گاڑی جاتی ہے اس کو پھولوں کے ساتھ ہی کیوں خاص کر دیا گیا؟ ٹہنی بآسانی اور مفت میسر ہوسکتی ہے پھولوں کو تو خریدنا پڑے گا اگر یہی پیسے ایصال ثواب کی نیت سے غریب کو دے دیئے جائیں تو مردہ کو زیادہ فائدہ پہنچنے کی امید ہے، معلوم ہوتا ہے کہ پھول یا تو تقرب میت کی نیت سے چڑھائے جاتے ہیں جس کا ناجائز اور حرام ہونا ظاہر ہے یا صرف رسماً جس میں اضاعت مال اور تشبہ بالہنود ہے و مسلم راتشبہ بالکفار و فساق حرام است، مسلمان کو کفار اور فساق کی تشبہ اختیار کرنا حرام ہے (مالا بدمنہ ص ۱۳۱) مردہ کے ایصال ثواب کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر یا صدقہ وخیرات کر کے ایصال کی روح بہت ہی خوش ہوگی، اور یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ مفصل فتویٰ

(سوال چهل ویکم) چادر گل انداختن بر قبر چہ حکم دارد جائز یا گناہ؟ کدام گناہ؟

(سوال ۴۱) پھولوں کی چادر قبر پر چڑھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ ہے؟

(الجواب) اگر برائے تقرب میت می اندازند غیر جائز است وحرام کما یفهم من الدر المختار وغیره عبارته هکذا اعلم ان النذر الذی یقع للاموات وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو بالا جماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الا نام وابتلی الناس بذلک ولا سیما فی هذه الا عصار ، انتهی واگر برائے تزئین قبر و تجمل آں باشد آنہم مکروہ است زیرا کہ قبر محل زینت و تجمل نیست بلکہ نزد قبر فعلے باید کرد کہ تذکر آخرت شود کہ در حدیث شریف وارد است زوروا القبور فانها تزهد الدنیا وتذکر الا خرة ، پس امری کہ خلاف زہد و تذکر آخرت باشد مطلوب از زیارت قبور نیست پس زینت و تجمل قبر خلاف مقصود شارع خواہد شد و کسانیکہ انداختن سبزہ وگل بر قبور جائز داشتہ اند تمسک کردہ اند بحدیثی کہ در مشکوٰۃ وغیرہ است مرا النبی صلی الله علیه وسلم بقبرین فقال انهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احد هما فکان لا یستتر من البول وفی روایة مسلم لا یستنزه من البول واما الا خر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ

جریدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة. قالوا يارسول الله بما صنعت هذا فقالک لعله ان يخفف عنهما مالم ييبسا شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحت ایں می نویسند تمسک می کند جماعۃ بایں حدیث در انداختن سبزہ و گل وریحان برقبور۔ وخطابی کہ از ائمہ اہل علم وقدوۃ شراح حدیث ایں قول را رد کردہ است و انداختن سبزہ وگل را برقبور متمسک بایں حدیث انکار نمودہ و گفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد و درصدر اول نبودہ وبعضے گفتہ اند بنا برآں تحدید وتوقیت بدانست کہ آنحضرت شفاعت خواست در تخفیف عذاب پس قبول کردہ شد از وی تامدت خشک شدن آں شاخ کلمۂ لعل ناظر است دریں معنی......الخ (مأتہ مسائل ص ۴۷، ۵، ۶۷، ۷۶)

(الجواب) اگر تقرب میت کے لئے وہ چادر ڈالتے ہیں تب تو ناجائز وحرام ہے چنانچہ درمختار وغیرہ سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے، درمختار کی عبارت یہ ہے۔ ترجمہ: جان تو کہ جو نذریں اموات کے لئے مانی جاتی ہیں اور وہ روپیہ پیسہ اور چراغ اور تیل اور اس کے مثل اور چیزیں جو اولیاء کرام کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے چڑھائی جاتی ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں جب تک کہ ان چیزوں کے خرچ کا ارادہ فقیروں کے لئے نہ ہو اور اس آفت میں خصوصاً اس زمانہ میں سب لوگ مبتلا ہیں۔ انتہیٰ (درمختار) اور اگر پھولوں کی چادر قبر کی زیب وزینت کے لئے ہو تب بھی مکروہ ہے اس لئے کہ قبر زینت وآرائش کی جگہ نہیں ہے بلکہ قبرستان میں تو ایسے افعال کئے جائیں جس سے آخرت کی یاد زیادہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے۔ قبر کی زیارت کرو اس لئے کہ قبر کی زیارت کرنا دنیا کی طرف سے بے رغبت کر دیتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے پس جو کام زہد اور یاد آخرت کے خلاف ہوگا وہ زیارت قبور کا مقصود نہیں اس لئے کہ قبر کی زینت وآرائش شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصود کے خلاف ہو جائے گی اور جو لوگ سبزہ وگل قبروں پر چڑھانا جائز سمجھتے ہیں انہوں نے مشکوٰۃ کی اس حدیث سے تمسک کیا ہے، نبی ﷺ دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں لیکن کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا تھا پھر آپ ﷺ نے ایک گیلی شاخ لے کر بیچ میں سے چیرا اور ہر ایک قبر پر گاڑ دی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے کس لئے ایسا کیا تو آپ نے فرمایا شاید ان سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے جب تک یہ شاخ نہ سوکھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایک جماعت قبروں پر سبزہ وگل اور ریحان چڑھانے پر استدلال کرتے ہیں۔ (۱) لیکن علامہ خطابیؒ نے جو امام العلماء اور شارحین حدیث کے پیشوا ہیں اس قول کا رد فرمایا ہے اور اس حدیث سے قبروں پر سبزہ وگل ڈالنے کے استدلال پر انکار فرمایا ہے اور فرمایا ہے

---

(۱) میں کہتا ہوں کہ بدعتیوں کا حدیث مذکور سے استدلال سراسر باطل ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑے تھے پھول نہیں ڈالے تھے پس اگر ان لوگوں کا مقصود اتباع ہوتا تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ بھی کھجور کی شاخ کے ٹکڑے گاڑتے نہ کہ پھول چڑھاتے تو ثابت ہوا کہ ان کا مقصود ابتداع ہے نہ کہ اتباع، دوسرے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل گنہگاروں کی قبروں پر کیا تھا نہ کہ صلحاء کی قبروں پر، اب اگر ان کا مقصود اتباع ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ فساق وفجار کی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھاتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ ایسے لوگوں کی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں جن کی متعلق ان کو عذاب کا احتمال تو کیا امکان بھی نہیں ہوتا، پس ثابت ہوا کہ آپ کی اتباع مقصود نہیں بلکہ ابتداع مقصود ہے، اور ان کا یہ استدلال از قبیل استنباط احکام نہیں بلکہ از قبیل تحریف کلم ہے۔ "اعاذنا الله من ذلک" حبیب احمد کیرانوی (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۸۴)

کہ یہ بیلت کچھ بھی اصلیت نہیں رکھتی اور قرون اولیٰ میں بھی نہیں تھا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس حد اور وقت مقرر فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تخفیف عذاب کی شفاعت فرمائی تھی جو اس ٹہنی کے خشک ہونے کی مدت تک کے لئے قبول فرمالی گئی او رلفظ لعل یہی بات بتلارہا ہے الخ (امداد المسائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۸۲،ص ۸۳،ص ۸۴)

ایک نئی بدعت

نماز جمعہ کے بعد اجتماعی صلوٰۃ وسلام

بعض جگہ مسجد میں نماز کے بعد خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد قیام کر کے لوگ اجتماعی طور پر ایک خاص طرز سے جھوم جھوکر زور زور سے التزاماً درود وسلام پڑھتے ہیں اور اس طریقہ کو ''اہل سنت'' (سنی) ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے جو لوگ ان کے ساتھ اس فعل میں شرکت نہیں کرتے ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہتے ہیں، بدعقیدہ سمجھتے ہیں، درود اور معاذ اللہ حضور ﷺ کا مخالف اور گستاخ کہتے ہیں اور بعض متشدد تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ بھی لگادیتے ہیں، انا للہ. معاذ اللہ.

یقیناً درود وسلام بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور بہت عظیم عمل ہے قرآن مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان کئے گئے ہیں، اس عظیم عبادت کے لئے بھی دیگر عبادات کے مانند کچھ اصول اور آداب ہیں ان کی رعایت کرنا اور ان کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے اور ان کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور اپنے من گھڑت اور خود ساختہ طریقے کے مطابق عمل کرنا بجائے ثواب کے گناہ اور بجائے قرب کے بعد کا سبب بن سکتا ہے۔

غور کیجئے! اگر کوئی شخص نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ کے بجائے درود شریف سے کرے، سورۂ فاتحہ کی جگہ درود پاک پڑھے، سورہ ملانے کے بجائے درود شریف پڑھتا رہے، تکبیرات انتقالات کے موقعہ پر درود پاک کا ورد کرتا رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی درود پڑھتا رہے، تشہد چھوڑ کر درود پاک کا شغل رکھے تو آپ خود بتلائیے کہ ان مقامات پر درود پاک پڑھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے صحیح طریقہ کہا جاسکتا ہے؟ نماز صحیح ہوجائے گی؟ اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے موقعہ اور بے محل درود شریف پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

صلوٰۃ وسلام انفرادی طور پر (تنہا تنہا) پڑھا جاتا ہے صلوٰۃ وسلام کے لئے اجتماع، اہتمام اور التزام ثابت نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ کے قول وعمل، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین، تبع تابعین، محدثین ائمہ مجتہدین اولیاء عظام، مشائخ کرام، حضرت غوث الاعظم، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ سے نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر کھڑے ہوکر زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ایک نمونہ اور ایک مثال بھی پیش نہیں کرسکتے لہذا یہ طریقہ یقیناً بدعت ہے اسے ایجاد کرنے والے اور اس پر عمل کرنے اور اس پر اصرار کرنے والے اور اسے دین سمجھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق ہیں۔ اور بدعت کے سلسلہ میں جو وعیدیں ہیں آپ اسے تفصیل سے ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

جس عبادت میں اجتماع ثابت نہ ہو اس میں اجتماع سے روکا جائے گا اس کے چند نمونے

جس عبادت کے لئے اجتماع ثابت نہ ہو اگر اہتمام والتزام کے ساتھ اجتماعی طریقہ سے اس کو ادا کیا جائے گا تو وہ مناسب طریقہ نہ ہوگا اور اس سے روکا جائے گا اور اسلاف عظام سے اس کا بھی ثبوت ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)...... چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر اس کے لئے مساجد میں اجتماع اور اہتمام ثابت نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور سے بدعت قرار دیا عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون فى المسجد صلوٰة الضحىٰ قال فسئالناه عن صلوتهم فقال بدعة.

(بخاری شریف باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۸ ج ۱)

(۲)...... شہاب الدین شیخ رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ويستحب التكبير فى طريق المصلى ...... لكن لا على هيئة الا جتماع والا تفاق فى الصوت ومراعات الا نغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه.

ترجمہ: عیدگاہ جاتے آتے راستہ میں تکبیر " الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله والله اكبر ، الله اكبر ولله الحمد" پڑھنا مستحب ہے لیکن سب مجتمع ہو کر آواز سے راگ کی رعایت کرتے ہوئے نہ پڑھیں کہ یہ حرام ہے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھے۔ (مجالس الابرار ص ۲۱۳ م نمبر ۳۲)

(۳)...... عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں، شب برأت میں، رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتوں میں، ذی الحجہ کے دس دن اور ان کی دس راتوں میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن فقہائے کرام رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان راتوں میں عبادت کرنے، نوافل وغیرہ پڑھنے کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔ البحر الرائق میں ہے۔ ومن المندوبات احياء ليالى العشر من رمضان وليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الاحاديث وذكر ها فى الترغيب والترهيب مفصلة والمراد باحياء اليل قيا مه ...... ويكره الا جتماع على احياء ليلة من هذه الليالى فى المسا جد (البحر الرائق ص ۵۳ ج ۲، باب الوتر والنوافل)

(۴)...... علامہ ابن الحاج "کتاب المدخل" میں فرماتے ہیں۔ وانما اجتماعهم لذلك فبدعة كما تقدم. یعنی جمعہ کے دن سورہ کہف مسجد میں اجتماعی طور پر پڑھنا بدعت ہے۔

(انفرادی طور پر پڑھنا بہت عظیم ثواب کا کام ہے) (کتاب المدخل ص ۸۱ ج ۲)

(۵)...... امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے " الحمد لله والسلام على رسول الله" کہا، حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا میں بھی یہ کلمات پڑھ سکتا

ہوں مگر اس موقعہ پر یہ کلمات پڑھنے کی رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم نہیں دی، اس موقعہ پر ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ یہ کلمات کہیں ’’ الحمد للہ علی کل حال‘‘

عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمر رضی اللہ عنہ فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال . (ترمذی شریف باب مایقول العاطس اذا عطس ج ۲ ص ۹۸) (مشکوٰۃ شریف باب العطاس والتثاؤب ص ۴۰۶)

ان کلمات میں یہ زائد کلمہ " والسلام علی رسول اللہ "اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے لیکن اس موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اس کے پڑھنے کی تعلیم نہیں دی۔ حضرت ابن عمرؓ کو یہی چیز نئی معلوم ہوئی اس لئے فوراً آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں بدعت اور ناجائز ہیں (الاعتصام ج ۱ ص ۲۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو اس کی ترغیب دینا اور جس کا وقت مقرر نہ ہو اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام ﷺ کے خلاف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۹۹ ج ۱)

بحرالرائق میں ہے:۔ ولان ذکر اللہ تعالیٰ اذاقصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیئی لم یکن مشروعاً حیث لم یرو بہ الشرع لانہ خلاف المشروع.
(البحرالرائق ص ۱۵۹ ج ۲ باب العیدین تحت قولہ غیر مکبر و مشتغل)

ایک اشکال کا جواب

کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہتے ہیں کہ اس میں گناہ کی کون سی بات ہے درود ہی تو پڑھا جا رہا ہے، لیکن اگر مذکورہ بالا گذارشات پر غور کریں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ جو عمل بے موقع اور بے محل کیا جاتا ہے وہ قابل ملامت اور قابل مواخذہ ہوسکتا ہے۔

دیکھئے! روایت میں ہے: امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عیدگاہ میں عید کے دن دیکھا کہ وہ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت علیؓ نے اسے روک دیا، اس نے عرض کیا امیر المومنین! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا جس کام کے کرنے کی ترغیب نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دے گا اس لئے وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بے کار و بے فائدہ ہے پس ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ (مجالس الابرار ص ۱۲۹ م نمبر ۱۸)

ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھتا تھا، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے اسے روکا تو اس

نے سعید بن مسیّب سے دریافت کیا یا ابا محمد ایعذبنی اللہ علی الصلوٰۃ ؟اے ابومحمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: لکن یعذبک اللہ بخلاف السنۃ (عبادت موجب سزا و عتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے (مسند دارمی)

غور کیجئے! نماز عبادت ہے حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا چونکہ خلاف سنت ہے اس لئے موجب عقاب قرار پایا اور شدت سے منع کیا گیا۔

لہٰذا صلوٰۃ وسلام کا جو طریقہ ایجاد کیا گیا ہے اسے بدعت ہی کہا جائے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ لوگ مسجد میں بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں تو آپ نے ان کو بدعتی قرار دیا اور مسجد سے نکال دیا۔ شامی میں ہے۔

لما صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھراً وقال لھم ما اراکم الا مبتدعین.

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الٰـــہ الا اللہ اور حضور ﷺ پر درود پڑھتے تھے، اور آپ نے فرمایا میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں (شامی ص ۳۵۰ ج ۵، کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع عند قول ہل یکرہ رفع الصوت بالذکر)

جو لوگ مروجہ صلوٰۃ وسلام پر عمل پیرا ہیں اور جگہ جگہ اس طریقہ کو رواج دینے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جو لوگ ان کے اس نو ایجاد، خود ساختہ طریقہ پر عمل نہیں کرتے انہیں برا بھلا، بدعقیدہ، تعظیم رسالت کے منکر، درود کے مخالف اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں مذکورہ روایت سے ان کو عبرت حاصل کرنا چاہئے، جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو اسے بدعت قرار دے رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں اور یہ لوگ اسی کو سنی ہونے کی علامت بنائے ہوئے ہیں، **فاعتبروا یا اولی الابصار.**

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اتباع کامل یہ ہے کہ جو عمل جس طرح ثابت ہو اسی طرح اس پر عمل کیا جائے اس کے چند نمونے

اتباع کامل اور سچی پیروی یہ ہے کہ جو عمل آنحضور ﷺ سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح عمل میں لایا جاوے، اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کی جائے مثلاً۔

(۱) عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ آتے جاتے بلند آواز سے تکبیر کہی جائے اور عیدالفطر میں پست آواز سے کہ اسی طرح ثابت ہے۔

(۲) نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) باجماعت ادا کی جائے اور نماز خسوف (چاند گرہن کی نماز) انفرادی طور پر ادا کی جائے باجماعت منع اور مکروہ ہے کہ ثابت نہیں۔

(۳) صلوٰۃ استسقاء میں خطبہ ہے اور نماز کسوف میں نہیں کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۴) رمضان المبارک میں وتر باجماعت ادا کی جاتی ہے جب کہ دوسرے ایام میں باجماعت ادا کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کہ ثابت نہیں۔

(۵) جمعہ کی نماز کے لئے دو اذان (ایک منارہ پر دوسری منبر کے سامنے) دی جاتی ہیں اور نماز سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے مگر دونوں عیدین میں نہ منارہ کی اذان ہے اور نہ خطبہ کی اور نہ نماز سے قبل اقامت ہے، اس کا سبب صرف یہی ہے کہ عیدین میں اذان و اقامت حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۶) نماز اشراق ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے مگر عیدین میں منع ہے کہ ثابت نہیں۔

محرم اور تعزیہ داری

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ بذلک واحری (صواعق محرقہ ص ۱۰۹) (شرح سفرا لسعادۃ. ص ۵۴۳)

خبردار اور ہوشیار! عاشورہ کے دن روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہو جانا مانند مرثیہ خوانی، آہ و بکا اور رنج والم کے اس لئے کہ یہ خرافات مسلمانوں کے شایان شان نہیں اور اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کی وفات کا دن اس کا زیادہ مستحق ہوسکتا تھا۔

قطب عالم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولو جاز ان یتخذ یوم موتہ یوم مصیبۃ لکان یوم الاثنین اولیٰ بذلک اذ قبض اللہ تعالیٰ نبیہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فیہ وکذلک ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قبض فیہ. (غنیۃ الطالبین ص ۳۸ ج ۲)

اور اگر حضرت حسینؓ کی شہادت کا دن ''یوم مصیبت و ماتم'' کے طور پر منایا جائے تو یوم دوشنبہ (پیر کا دن) اس غم واندوہ کے لئے زیادہ سزاوار ہے کیونکہ اس دن حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی ہے اور اسی دن حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی وفات پائی ہے۔ (حالاں کہ ایسا کوئی نہیں کرتا)

علامہ شیخ رومی مجالس الابرار میں لکھتے ہیں:

واما اتخاذه ما تماً لا جل قتل الحسين بن على كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم فى الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً اذلم يأ مر الله ولا رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم ما تماً فكيف بما دونهم ؟ (مجالس الابرار ص ۲۳۹ م ۳۷)

اور اس دن کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے سبب یوم ماتم بنانا جیسا کہ روافض کرتے ہیں سو یہ ان لوگوں کا طریقۂ کار ہے جن کی کوشش دنیا میں رائیگاں گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اپنا کام خوب بنا رہے ہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیاء کے مصائب اور ان کی موت کے ایام کو ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا، تو ان سے ادنیٰ لوگوں کا کیا پوچھنا؟

محدث علامہ محمد طاہرؒ فرماتے ہیں۔

فانه تجديد الماتم وقد نصوا على كراهيته كل عام فى سيد نا الحسين رضى الله عنه مع انه ليس له اصل فى امهات البلاد الاسلامية. (مجمع البحار ص ۵۵۰ ج ۳)

یعنی: ہر سال سیدنا امام حسینؓ کا ماتم کرنا علماء نے مکروہ تحریمی فرمایا ہے اور بلاد اسلامیہ میں کسی جگہ بھی یہ طریقہ رائج نہیں ہے۔

علامہ حیات سندھی ثم المدنیؒ (المتوفی ۱۱۶۰ھ) فرماتے ہیں ''رافضیوں کی برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ امام حسینؓ کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اور اس کو مزین کر کے گلی کوچوں میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یا حسین یا حسین پکارتے ہیں اور فضول خرچ کرتے ہیں یہ تمام باتیں بدعت اور ناجائز ہیں۔ (الرقضہ فی ظہر الرفضہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ در صواعق گفتہ کہ طریقہ اہل سنت آنست کہ درین روز ہم از مبتدعات فرقۂ رافضیہ مثل ندبہ ونوحہ وعزا وامثال آن اجتناب کنند کہ نہ از داب مؤمنان است والا روز وفات حضرت پیغمبر ﷺ اولیٰ واحریٰ می بود۔

یعنی: اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ یوم عاشوراء کو فرقۂ روافض کی بدعات مخترعہ مثلاً ماتم، نوحہ وغیرہ سے علیحدہ رہتے ہیں کہ یہ مومنوں کا کام نہیں ہے ورنہ اس غم کا سب سے زیادہ حق دار پیغمبر ﷺ کا یوم وفات تھا۔

(شرح سفر السعادت ص ۵۴۳)

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری وتعزیہ سازی است در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسین رضی اللہ عنہ...... ایں بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور ومقبرہ وعلم وشدہ وغیرھا وایں معنی بالبداہت از قبیل بت سازی بت پرستی است۔

یعنی: ماہ محرم میں حضرت حسینؓ کی محبت کے گمان میں ماتم اور تعزیہ سازی بھی روافض کے ان بدعات میں سے ہے جو ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں، ان بدعتوں کی چند قسمیں ہیں (۱) قبر و مقبرہ کی نقل علم وشدہ وغیرہ کہ یہ کھلے طور پر بت سازی اور بت پرستی کی قسم میں سے ہیں۔ (مجموعہ ملفوظات عرف صراط مستقیم فارسی ص ۵۹)

رضا خانی اور بریلوی علماء بھی ان خرافات کو ناجائز اور گناہ کہتے ہیں

علماء بریلوی کے فتاویٰ

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے فتاویٰ غور سے پڑھو اور سبق حاصل کرو۔

(۱) علم، تعزیہ، بیرک، مہندی، جس طرح رائج ہے بدعت ہے، اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے والوں کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

(رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۵۹)

(سوال ۲) تعزیہ بنانا سنت ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے، ایسا شخص علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک خارج از اسلام تو نہ سمجھا جائے گا؟ اس پر کفر کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے شروع ہوا ہے؟ اگر سامنے آجائے تو بنظر تحقیر یا تعظیم دیکھنا چاہئے یا نہیں؟

(الجواب) وہ جاہل خطاوار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے، تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض وروگردانی کریں اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہئے اس کی ابتداء سنا جاتا ہے امیر تیمور لنگ بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔

(عرفان شریعت ص ۱۵، ج ۲)

(سوال ۳) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ناجائز ہے کہ وہ مناہی ومنکرات سے مملو ہوتے ہیں (عرفان شریعت ج ۱ ص ۱۶)

(سوال ۴) اب کہ تعزیہ داری طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔ (رسالہ تعزیہ داری ص ۳)

(سوال ۵) محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے (احکام شریعت ص ۹۰ ج ۱)

(سوال ۷) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے......

(الجواب) یہ بات سوگ ہے اور سوگ حرام ہے (احکام شریعت ص ۹۰ ج ۱)

مولوی محمد مصطفےٰ رضا خانی بریلوی نوری برکاتی کا فتویٰ

تعزیہ بنانا بدعت ہے اس سے شوکت ودبدبہ اسلام نہیں ہوسکتا، مال کا ضائع کرنا ہے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے (رسالہ محرم وتعزیہ داری ص ۶۰)

مولوی حکیم محمد حشمت علی حنفی قادری بریلوی کا فتویٰ

(الجواب) تعزیہ داری جس طرح رائج ہے متعدد معاصی ومنکرات کا مجموعہ اور گناہ وناجائز وبدعت شنیعہ وباعث عذاب الٰہی، طریقہ روافض ہے اسے جائز نہ کہے گا مگر بے علم، احکام شریعت سے ناواقف، حضور اقدس سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار دوسری حدیث میں ہے۔شر الا مور محدثا تھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ کذا فی المشکوٰۃ پس تعزیہ کا بنانے والا، اس میں دامے درمے، قدمے مدد کرنے والا اس پر شیرینی چڑھانے والا، فاتحہ دینے والا سب گنہگار، مستحق عذاب نار، کہ یہ سب باتیں بدعت و اعانت علی المعصیۃ ہیں اور وہ حرام، سخت عذاب کا باعث، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و لا تعاونوا علی الا ثم والعدوان مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بدعت شنیعہ سے بموجب حدیث " ایا کم ومحدثات الا مور" سے بچیں اور دور رہیں اور کسی طرح اس میں شرکت نہ کریں۔ (مجمع المسائل ص ۱۱۹ ج ۱)

مولوی محمد عرفان رضا خانی صاحب کا فتویٰ

تعزیہ بنانا اور اس پر ہار پھول چڑھانا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ناجائز وحرام ہیں، شرعی اخلاقی وتمدنی اعتبار سے سب سے زیادہ فضول اور مضر مروجہ رسمی تعزیہ سازی ہے، جس کے باعث مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ کاغذ بانس کی شکل میں تبدیل ہو کر زیر زمین دفن ہو جاتا ہے، تعزیہ مروجہ بنانا تضییع مال وسنت روافض ہے، اور اس کا جائز جاننا اشد گناہ ہے، ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الا عادہ ہوتی ہے۔ الیٰ قولہ۔ اسی طرح مسلمانوں کا بہت سا روپیہ ڈھول تاشے آرائش وزیبائش کی نظر ہو جاتا ہے، اور بہت سا روپیہ مرثیہ خوانوں کی جیبوں میں پہنچتا ہے۔ الیٰ قولہ۔ بعض سنیوں میں بھی روافض کی طرح محرم شریف میں سوگ منایا جاتا ہے، دس یوم چارپائیوں پر نہیں سوتے، ننگے سر ننگے پیر رہتے ہیں، سیاہ ماتمی لباس یا سبز رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں یا کم سے کم سبز ٹوپی ہی اوڑھ لیتے ہیں، گلے میں قلادۃ ڈالتے ہیں، بچے سبز رنگ کے کپڑے پہنا کر فقیر بنائے جاتے ہیں، عورتیں چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں، پان نہیں کھاتیں، سرمہ نہیں لگاتیں، دس محرم الحرام کو جب تک کہ تعزیہ والے تعزیہ دفن کر کے مصنوعی کربلا سے واپس نہیں آتے، کھانا نہیں پکتا، ان سب امور کو اسلام سے کچھ واسطہ نہیں سوگ حرام ہے......الخ (عرفان ہدایت ص ۹، ص ۱۰)

مولوی ابو العلی امجد علی عظمی سنی حنفی قادری رضوی کا فتویٰ

علم اور تعزیہ بنانے پیک بننے، اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے۔

(بہار شریعت ص ۳۵ جلد نمبر ۹)

موصوف کا دوسرا فتویٰ

مسئلہ: تعزیہ داری کے واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح ڈھانچے بنانے اور ان کو حضرت سیدنا امام

حسینؓ کے روضۂ پاک کی شبیہ (تصور ،نقشہ) کہتے ہیں، کہیں تخت بنائے جاتے ہیں کہیں صریح (قبر) بنتی ہے اور علم اور شہدے نکالے جاتے ہیں، ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں، کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں، کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار پھول ناریل چڑھائے جاتے ہیں، وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے، چھتری لگانے کو بہت براجانتے ہیں، تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں، سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسینؓ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسینؓ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہ اقدس پر فاتحہ دلا رہے ہیں پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے، پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں، سب کچھ کیا جاتا ہے، اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے، حضرت قاسم کی مہندی نکالتے ہیں، گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک (قاصد) بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگھرو باندھتے ہیں گویا حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے کسی بچے کو فقیر بنایا جاتا ہے، گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں، کوئی ساقی بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے، گویا یہ دریاءفرات سے پانی بھر لائے گا، کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہے گویا کہ یہ حضرت عباس علمبردار ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو خرافات ہیں، ان سے سیدنا امام حسینؓ خوش نہیں یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیاءدین وسنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا، بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں براق بنایا جاتا ہے جو عجیب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا، شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہوگا، کہیں دلدل بنتا ہے کہیں بڑی قبریں بنتی ہیں، بعض جگہ آدمی، ریچھ بندر، لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں، جن کو اسلام تو اسلام! انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی، ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا، افسوس! محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بیجا حرکتیں؟ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشہ بنالیا، اسی سلسلہ میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے، اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے، سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے) تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور جب تعزیہ گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے، مرثیہ میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیے رافضیوں کے ہیں بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے مگر اس رد میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ جاتے ہیں یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں (بہار شریعت ص ۲۴۷،ص ۲۴۸ حصہ نمبر ۱۶)

دعاء ثانی

بعض مسجدوں میں یہ طریقہ ہے کہ فرض نماز کے بعد تو فقط اللھم انت السلام والی دعا مانگی جاتی ہے پھر سنن وغیرہ مسجد میں پڑھ کر امام اور مقتدی اکٹھے ہو کر الفاتحہ کہہ کر اجتماعی دعا کرتے ہیں اور اس کو بہت ضروری سمجھا جاتا ہے، امام کے ساتھ شرط کی جاتی ہے کہ اس طرح فاتحہ پڑھنا ہوگا، جو لوگ اس طرح دعاء ثانی نہیں کرتے ان کو تارک فاتحہ، منکر دعا، وہابی، بدعقیدہ کہتے ہیں حتیٰ کہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

مسنون یہ ہے کہ فرض نماز جماعت سے پڑھی ہے تو نماز کے بعد دعا بھی جماعت کے ساتھ کی جائے یعنی امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی ہیں تو دعا بھی الگ الگ مانگیں، سنن اور نوافل کے بعد فاتحہ اور دعاء ثانی کا طریقہ خلاف سنت ہے، بے اصل، منگھڑت اور بلا دلیل ہے، الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہونا اور اکٹھے ہو کر دعا مانگنا نہ آنحضرت ﷺ کی کسی عمل اور فرمان سے نہ صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی کے قول وعمل سے ثابت ہے آنحضرت ﷺ صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرما کر دعاء بھی جماعت کے ساتھ (امام اور مقتدی سب مل کر) مانگا کرتے تھے، اور پھر سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تھے تو دعاء بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر جا کر پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی یہی ہدایت فرماتے، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسجد بنی اشہل میں نماز مغرب ادا فرمائی، نماز کے بعد دیکھا کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے ہیں، فرمایا یہ نمازیں تو گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ باب السنن وفضائلھا)

بہر حال جب یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اکثر وبیشتر سنتیں گھر جا کر ادا فرماتے تھے تو امام و مقتدی کا مل کر باجماعت دعاء مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیا سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں جمع ہوتے تھے؟ اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے؟ دعاء مانگنے کے لئے دولت خانہ سے مسجد میں آنا تو درکنار واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تب بھی آپ ﷺ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی بلکہ آنحضرت ﷺ سنتوں میں مشغول رہتے اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ کی فراغت کا انتظار کئے بغیر ایک ایک کر کے چلے جاتے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قراءت فرماتے تھے کہ مصلی مسجد سے چلے جاتے تھے (ابو داؤد شریف ص ۱۹۱ ج ۱ باب رکعتی المغرب این تصلیان) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اھل المسجد.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد میں سوائے آپ ﷺ کے کوئی باقی نہ رہا (شرح معانی الآثار ص ۲۰۱ ج ۱ باب التطوع فی المساجد)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سنن کے بعد امام و مقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہذا یہ دستور اور طریقہ خلاف سنت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد ششم ص ۶۸، ص ۵۹، ص ۶۰)

مصافحہ بعد نماز

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ما من مسلمین یلتقیان فیتصا فحان الا غفر لھما قبل ان یتفر قا. جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کی جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ترمذی شریف ص ۹۷ ج ۲ باب ماجآء فی المصافحہ)

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملہ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

مجالس الابرار میں ہے: و اما المصافحة فسنة عند التلا قی ، اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (ص ۲۹۲ مجلس ص ۸۴)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر، نماز عصر، نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات وقدیکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة ویتصاحبون بالکلام ومذاکرة العلم وغیره مدة مدیدة. ثم اذا صلوا یتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علماء نا بانها مکروهة حینئذو انها من البدع المذمومة. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۷۵ ج ۴)

ترجمہ:۔ بے شک مشروع مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض علماء نے تو صراحۃً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوٰة بکل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم ما صا فحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض الخ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لهافی الشرع وانه ینبه فاعلها اولاً ویعزر ثانیاً

ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل انها من البدع وموضع المصا فحه فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خيه لا فى ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويز جر فاعلها لما اتى به من خلاف السنة.

(كتاب الحظر والا باحة باب الا ستبراء وغيره شامى ص ۳۳۶ ج۵)

ترجمہ: نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرما ہیں یہ قابل کراہت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کر دی جائے (نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اسے سزا دی جائے اور ابن الحاج مالکیؒ "مدخل" میں تحریر فرماتے ہیں، یہ بھی ایک بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے موقعہ پر مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے۔ اور خلاف سنت مصافحہ کرنے والے کو سختی سے منع کیا جائے۔

مجالس الابرار ص ۲۹۸ مجلس نمبر ۵۰ میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

بہر حال اصل مسئلہ یہی ہے، البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں مزاج بگڑ چکے ہیں، بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں، بدگمانیاں پھیلتی ہیں، لہذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی صورت پیدا نہ کرنا چاہئے کہ اسے بدگمانی، شکایت اور رنج ہو۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۷۵ ج ۴، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۴، ج ۱۰

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل وعیال، متعلقین احباب اور پوری امت کو سنت رسول اللہ ﷺ اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور طریقۂ سلف صالحین پر عمل کرنے اور بدعات سے بالکلیہ بچنے کی توفیق عطا فرمائے، دین و ایمان پر استقامت، ایمان وسنت پر موت نصیب فرمائے اپنی رضامندی عطا فرمائے آمین **بحرمة النبى الا مى وسيد المرسلين صلى الله عليه وسلم وهو الهادى الى الصراط المستقيم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله واصحابه واهل بيته واهل طاعة اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.**

ختم خواجگان کا اجتماعی طور پر دوامی معمول بنانا:

(سوال ۶۲) بعض جگہ ختم خواجگان اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا ہمیشہ پڑھنا بدعت ومکروہ نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس سلسلہ کا ایک سوال احقر نے حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ (مظاہر علوم سہارنپور) سے کیا تھا مفتی یحییٰ صاحب نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے اس کا جواب املاء فرمایا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوال وجواب ہی نقل کر دیا جائے انشاء اللہ اس سے آپ کے سوال کا بھی جواب ہو جائے گا۔

(سوال) ہمارے بزرگوں کے یہاں ختم خواجگان کا معمول ہے اور جو حضرات ان سے متعلق ہیں ان میں سے بعض اپنے مقام پر اس پر عمل پیرا ہیں، اسی طرح سورہ یٰسین شریف کا اجتماعی ختم ہو کر اس کے بعد اجتماعی دعا ہوتی ہے اس پر شرح صدر نہیں ہے، آپ کو تو اس کے جواز کے دلائل معلوم ہی ہوں گے تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ وجہ اشکال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وہ واقعہ ہے جو فتاوی رحیمیہ　　　ص ۲۰۷ جلد ششم میں، بحوالہ ازالۃ الخفاء، الاعتصام اور مجالس الابرار مذکور ہے بعض حضرات نے فتاوی رحیمیہ کے مطالعہ کے بعد اشکال کیا کہ آپ کے فتاوی رحیمیہ میں یہ لکھا ہوا ہے اور سہارنپور دہلی وغیرہ مقامات پر ہمارے بزرگوں کے یہاں ختم خواجگان اور ختم سورۂ یٰسین شریف کا معمول ہے، کیا یہ عمل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے واقعہ کے خلاف نہیں ہے؟ اور یہ التزام مالا یلزم نہیں ہے؟ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟...... اگر یہ علاجاً یا دفع آفات کے لئے تجویز کیا گیا ہے تو علاج یا آفات وقتی چیز ہے، جس طرح قنوت نازلہ ہنگامی حالات میں پڑھا جاتا ہے اس پر مداومت نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہئے، فقط والسلام بینوا توجروا۔

(جواب ۱۳۳۳) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ دو چیزیں ہیں، ایک تو مداومت اور ایک اصرار، دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ امر مندوب پر مداوت قبیح نہیں ہے۔ فقہاء نے امر مندوب پر اصرار کو مکروہ قرار دیا ہے۔

اصرار یہ ہے کہ کسی عمل کو ہمیشہ کیا جائے اور نہ کرنے والے کو گنہگار سمجھا جائے اس کی تحقیر و تذلیل کی جائے تو یہ مکروہ ہے، اگر امر مندوب پر مداوت ہو اصرار نہ ہو تو مندوب مندوب ہی رہتا ہے، مثلاً کوئی شخص وضو کے بعد تحیۃ الوضو پڑھتا ہے اور اس کو ضروری نہیں سمجھتا اور نہ پڑھنے والوں کو گنہگار نہیں سمجھتا اور ان کو ملامت نہیں کرتا تو اس میں کوئی کراہت نہیں، اب جو اعمال علاجاً کئے جائیں یا کسی سبب کی وجہ سے کئے جائیں تو جب علاج کی ضرورت ہوگی یا وہ سبب پایا جائے گا اس عمل کو کیا جائے گا۔

قنوت نازلہ اول تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزانہ نماز فجر میں پڑھا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتلائے عام کے وقت اجازت دی ہے اس کا سبب ابتلائے عام ہے، لہذا جب تک ابتلائے عام رہے گا اس کو پڑھا جائے گا اور جب یہ سبب ختم ہو جائے گا نہیں پڑھا جائے گا۔

ختم خواجگان حصول برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے مشائخ کا مجرب عمل ہے کہ اس کی برکت سے دعاء قبول ہوتی ہے اور کون سا وقت ایسا ہے کہ برکت کی خواہش نہیں ہوگی، لہذا جب اس کا مقصد حصول برکت ہے تو جب جب حصول برکت کی خواہش ہوگی اس کو پڑھا جائے گا اور ہر وقت برکت کی خواہش ہوتی ہے اس لئے مداومت کرتے ہیں مگر اصرار نہیں کرتے ہیں، فقط۔ املاء الشیخ محمود حسن۔

رئیس المفتیین مظاہر علوم .باستدعاء یحییٰ غفرلہ، ۱۰/۵/۱۴۰۲ھ فقط واللہ اعلم.

بڑوں کا ازارہ شفقت اپنے چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا، یا بوقت لقاء یا دعا بزرگوں کا ہاتھ اپنے سر پر رکھوانا کیسا ہے:

(سوال ۶۳) کوئی بزرگ اپنے چھوٹوں کے سر پر از راہ شفقت ہاتھ رکھیں، یا ان کے خادم یا عوام اپنے بزرگوں سے اپنے سر پر برکت کی نیت سے ان کا ہاتھ رکھوا کر دعا کروائیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اسی طرح ملاقات کے وقت اگر سر پر

ہاتھ رکھیں یا چھوٹے رکھوائیں تو کیا ہے؟ بینوا، توجروا۔

(الجواب) ملاقات کے وقت سلام کرنا اور معانقہ کرنا تو سنت ہے اس موقعہ پر سر پر ہاتھ رکھنے یا رکھوانے کا التزام شئی زائد ہے، یہ ملاقات کی سنت نہیں ہے اگر اس کا التزام ہو تو اسے بدعت بھی کہا جا سکتا ہے۔

البتہ گاہے کسی بزرگ کا از راہ شفقت چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا یا کسی شخص کا اپنے کسی بزرگ کا ہاتھ از راہ عقیدت حصول برکت کے خیال سے اپنے سر پر رکھوا کر دعا کروانا اس کی گنجائش ہے مگر اس کا دستور نہ بنایا جائے۔ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ایک باب باندھا ہے " **باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ ومسح رؤسھم**" یعنی بچوں کے لئے برکت کی دعاء کرنا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا، اس کے تحت حدیث لائے ہیں۔ **حدثنا قتیبہ** ...... **قال ...... سمعت سائب بن یزید یقول ذھبت بی خالتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان ابن اختی وجع فمسح رأسی ودعا لی بالبرکۃ ثم توضأ فشربت من وضوئہ ثم قمت خلف ظھرہ فنظرت الی خاتمہ بین کتفیہ مثل زرا لحجلۃ.**

سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں مجھ کو میری خالہ حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یہ میرا بھانجا بیمار ہے، حضور اقدس ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر حضور ﷺ نے وضو فرمایا تو میں نے حضور اقدس ﷺ کی وضو کا پانی پیا، پھر میں (اتفاقاً یا قصداً) حضور اقدس ﷺ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی (جو کبوتر کے بیضہ کے برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے جو مسہری پر لٹکایا جاتا ہے)

(بخاری شریف ص ۹۴۰ ج ۲، کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ ومسح رؤسھم)

یہی حدیث امام ترمذی "شمائل ترمذی" میں " **باب ماجاء فی خاتم النبوۃ**" کے تحت لائے ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی نے " **خصائل نبوی اردو**" میں اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

"بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کا (سائب بن یزیدؓ کے) سر پر ہاتھ پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سر میں کوئی تکلیف تھی، لیکن بندۂ ضعیف کے نزدیک اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا شفقت کے لئے تھا اس لئے کہ ۲ھ میں ان کی ولادت ہے تو حضور ﷺ کے وصال کے وقت بھی ان کی عمر آٹھ نو سال سے زائد نہیں تھی اس لئے یہ ہاتھ پھیرنا شفقت کا تھا جیسے کہ بزرگوں کا معمول ہوتا ہے (خصائل نبوی اردو شرح شمائل ترمذی ص ۱۶)

(۲) نشر الطیب میں ہے: **فیضع یدہ علیٰ رأس الصبی فیعرف من بین الصبیان**، یعنی آپ ﷺ کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے (تو حضور ﷺ کے دست مبارک کی خوشبو کی وجہ سے اس کا سر خوشبودار ہو جاتا اور وہ بچہ اس خوشبو کی وجہ سے) دوسرے بچوں میں پہچانا جاتا تھا۔

(نشر الطیب ص ۱۳۴ فصل نمبر وصل چہارم شیم الحبیب)

ایک اور حدیث میں ہے۔

(۳)عن ابی محذورہ رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ علمنی سنۃ الا ذان قال فمسح مقدم رأسہ قال تقول اللہ اکبر ...... الخ رواہ ابو داؤد.

(مشکوۃ شریف ص ۶۳ باب الا ذان فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۳)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:۔(فمسح) ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مقدم رأسہ) ای رأسہ علیہ السلام قال ابن حجر اشارۃ الی انہ علی الرأس وفیہ تأمل اذ فی العادۃ یقال علی الرأس لا انہ یمسح رأسہ وایضا ھذا یصدر من الا صاغر للاکابر دون العکس فالظاھر انہ فعل اتفاقی ذکرہ الراوی استحضاراً للقضیۃ بکمالھا او رأس ابی محذورہ ویؤیدہ مافی نسخۃ صحیحۃ فمسح رأسی لیحصل لہ برکۃ یدہ الموصلۃ الی الدماغ وغیرہ فیحفظ مایلقی الیہ وعلی علیہ .

(مرقاۃ ج۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ امدادیہ ملتان)

مظاہر حق میں ہے:۔اور روایت ہے ابومحذورہؓ سے کہ کہا میں نے یارسول اللہ سکھاؤ مجھ کو طریقہ اذان کا، کہا راوی نے پس ہاتھ پھیرا اگلے جانب سران کے پر فرمایا کہ کہہ اللہ اکبر۔

ف:۔سران کے پر یعنی حضرت ﷺ نے ابومحذورہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تا کہ دست مبارک کی برکت اس کے دماغ کو پہنچے اور یاد رکھے دین کی باتیں، چنانچہ ایک نسخہ صحیحہ میں ہے فمسح رأسی ،پس وہ مؤید ہے اس تقریر کی یا حضرت نے اتفاقاً اپنے سر مبارک پر ہاتھ پھیرا راوی نے تمام قصہ بیان کرنے میں وہ بھی بیان کردیا......الخ (مظاہر حق قدیم ص ۲۲۰ج ۱، باب الاذان فصل نمبر ۲)

ابوداؤد شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: حدثنا مسدد...... عن محمد بن عبدالملک بن ابی محذورہ عن ابیہ عن جدہ قال قلت یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)علمنی سنۃ الا ذان قال فمسح مقدم رأسی قال تقول اللہ اکبر ......الخ.

(ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۷۹ ا باب کیف الا ذان)

بذل المجہود میں ہے۔قال فمسح مقدم رأسی ، وتفصیل القصۃ فیما اخرجہ الدار قطنی فی سننہ قال خرجت فی نفروفی روایۃلما خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین خرجت عاشر عشرۃ من اھل مکۃ اطلبھم فکنا فی بعض طریق حنین فقفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حنین فلقینا رسول للہ صلی اللہ علیہ سلم فی بعض الطریق فاذن موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للصلوٰۃ قال فسمعنا صوت المؤذن ونحن متنکبون فصرخنا نحکیہ ونستھزئ بہ فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصوت فارسل الینا وفی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایتونی بھؤلاء الفتیان فقال ادنوا الی فقمنا بین یدیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکم الذی سمعت صوتہ قدارتفع فاشار القوم کلھم الیّ وصدقوا فارسل کلھم وحبسنی فقال قم فاذن بالصلوۃ فقمت ولا شئی اکرہ الیّ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یأمرنی بہ فقمت بین یدی

رسول الله صلی الله علیه وسلم فالقی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم التاذین بنفسه فقال قل الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر حتی تم الا ذان وفی آخره ثم دعا لی حین قضیت التاذین واعطانی صرة فیها شئی من فضة ثم وضع یده علی ناصیة ابی محذورة ثم امرها علی وجهه ثم امر بین ثدییه ثم علی کبده ثم حتی بلغت یدیه سرة ابی محذورة ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بارک الله فیک وبارک علیک فقلت یارسول الله مرنی بالتاذین بمکة فقال قد امرتک وذهب کل شئی کان لرسول الله صلی الله علیه وسلم من کراهیة وعاد ذالک کله محبة للنبی صلی الله علیه وسلم. الحدیث.

(بذل المجهود فی حل ابی داؤد ص ۲۸۲، ص ۲۸۳ ج اول، باب کیف الا ذان)

حضرت ابومحذورہؓ کے سر کے جس حصہ پر حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا آپ نے برکت کے لئے ان بالوں کی حفاظت فرمائی اوران بالوں کو حضرت ابومحذورہ نہیں کاٹتے تھے، ابوداؤد میں ایک روایت کے آخر میں ہے۔

قال فکان ابو محذورة لا یجزنا صیة ولا یفرقها لان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علیها (ابو دائود شریف ص ۸۰ ج ۱، باب کیف الاذان)

ایک اور حدیث میں ہے:

(۴)عن ابی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مسح رأس یتیم لم یمسحه الا لله کان له بکل شعرة یمر علیها حسنات ومن احسن الیٰ یتیمة او یتیم عنده کنت انا وهو فی الجنة کهاتین وقرن بین اصبعیه، رواه احمد والترمذی وقال هذا حدیث غریب (مشکوٰة شریف ص ۴۲۳ باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صرف رضاء الٰہی کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو ہر ہر بال کے بدلہ جس پر اس کا ہاتھ گذرے گا نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی یتیمہ یا یتیم سے حسن سلوک کرے جو اس کی پرورش میں ہے تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے، اور حضور اقدس ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتلایا، (مشکوٰۃ شریف)

اس آخری حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ از راہ شفقت چھوٹوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے بلکہ بعض اوقات باعث ثواب بھی ہے۔

تتبع سے اور بھی واقعات اور دلائل مہیا ہو سکتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مصائب اور بلیات کے وقت سورۂ یٰسین کا ختم:

(سوال ۶۴) ہمارے محلہ کی مسجد میں روزانہ بعد نماز عشاء اجتماعی طور پر سورۂ یٰسین کا ختم ہوتا ہے، روزانہ ختم کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ بدعت نہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دفع مصائب اور بلیات اور حصول برکات کے لئے یٓسین شریف کا ختم بزرگوں کا مجرب عمل ہے، لہذا جب تک مصائب ہوں بطور عمل اور بطور علاج اس کا ختم کیا جا سکتا ہے، اسے مسنون طریقہ اور شرعی حکم نہ سمجھا جائے اور جو لوگ ختم میں شریک نہ ہوں ان پر کسی طرح کا طعن نہ کیا جائے اور نہ ان کی طرف سے بدگمانی کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۴ شعبان المعظم ص ۱۴۱۰ھ۔

حالت سجود میں دعا کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۶۵) اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی بعد نماز کے جائے نماز پر سجدہ ریز ہو کر دینی دینوی بہبودی کے لئے دعا کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس کی عادت بنالینا بدعت ہے مگر گاہے ایسا ہو جائے اور ناظرین بھی اس طریقہ کو ایک ضروری چیز نہ سمجھنے لگیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں دعا مانگنا:

(سوال ۶۶) سجدہ میں جا کر دعا مانگنا صحیح ہے یا نہیں؟ تہجد کی نماز کے بعد یا دوسرے وقت روزانہ سجدہ میں جا کر اپنی مغفرت اور حاجت کے لئے دعا کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں۔ کیا حضور اکرم ﷺ نے سجدہ میں دعا کی ہے؟

(الجواب) اس طرح کا سجدہ سجدہ مناجات کہلاتا ہے اس کی بارے میں بعض علماء دین کا قول ہے کہ مکروہ ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات میں ہے۔ سوم سجدہ مناجات بعد از نماز وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است (اشعۃ للمعات ج ۱ ص ۶۲۰) (شرح سفر السعادۃ۔ ص ۱۵۹) لہذا اس کی عادت بنا لینا غلط ہے۔ دعا اور مناجات کا مسنون طریقہ جس کی مسنونیت میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے اس کو ترک کر کے اختلافی طریقہ اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ سجدہ میں دعا کرنے کی جو روایت ہے۔ اس کے متعلق شرح سفر السعادۃ میں ہے وآنکہ در آحادیث آمدہ است کہ آنحضرت ﷺ در سجدہ اطالت میفر مودو دعا بسیار میکرد مراد بدں سجدۂ صلاتیہ است (ص ۱۵۹) یعنی حدیثوں میں جو وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ سجدہ طویل فرماتے اور بہت دعا کیا کرتے تھے۔ اس سے مراد وہی سجدہ ہے جو نفل نماز میں کیا کرتے تھے۔ پس تہجد کے سجدہ میں وہ دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں فقط واللہ اعلم۔

مجتمع ہو کر سورۂ کہف پڑھنا:

(سوال ۶۷) بعض مقامات پر جمعہ کے دن اذان جمعہ کے بعد مسجد میں جمع ہو کر اس طرح سورۂ کہف پڑھتے ہیں کہ ایک آدمی زور سے ایک رکوع پڑھتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگرے زور سے پڑھتے ہیں جس سے نمازیوں اور وظیفہ خواں حضرات کا حرج ہوتا ہے۔ لہذا اس کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) سوم سجدہ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است۔ (اشعۃ اللمعات۔ ج: ۱ ص: ۶۲۰)

(الجواب) جمع ہوکر بلند آواز سے پڑھنے کی رسم غلط ہے۔ متفرق طور پر اس طرح پڑھیں کہ کسی کی نماز اور وظیفہ وغیرہ میں خلل نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علامہ ابن الحاج (المتوفی ۷۳۷ھ) کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں۔ واما اجتماعھم لذلک فبدعة کما تقدم واللہ تعالیٰ اعلم یعنی جمعہ کے دن سورۂ کہف مسجد وغیرہ میں جمع ہوکر پڑھنے سے منع کیا جائے کہ یہ بدعت ہے۔ (ج ۲ ص ۸۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کی روز سورۂ کہف:

(سوال ۶۸) ہمارے ضلع میں اکثر مقامات پر جمعہ کے دن اذان اول کے پندرہ منٹ بعد سورۂ کہف پڑھنے کا رواج ہے یکے بعد دیگرے سب ایک ایک رکوع زور سے پڑھتے ہیں اور باقی سنتے ہیں جو پڑھ نہیں سکتے وہ سن کر ثواب حاصل کرتے ہیں پھر اس کے بعد سنت وغیرہ پڑھ کر خطبہ شروع کرتے ہیں۔ بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے تو کیا سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت ثابت نہیں زور سے پڑھ کر ان پڑھوں کو ثواب میں شامل کرنا منع ہے؟ یہ رواج جاری رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہو رہا ہے۔ لہذا مدلل جواب ارسال فرمائیں۔

(الجواب) بلاشبہ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ مسجد میں اذان کے بعد زور سے پڑھی جائے جمعہ کے دن یا شب میں گھر میں یا مسجد میں تنہا آہستہ آہستہ پڑھنے سے بھی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے بلکہ دن یا شب کے شروع حصہ میں پڑھ لینا افضل ہے (شامی ج ۱ ص ۷۷۳)(۱) پس یہ صورت کہ مسجد میں اذان کے بعد اجتماعی طور پر بلند آواز سے سورۂ کہف پڑھی جائے اس کی پابندی کی جائے، دوسروں کی عبادت اور وظیفہ میں خلل ڈالا جائے اس ہنگامہ اور فتنہ کی کیا ضرورت ہے، پھر اس کو مسنون سمجھ کر اس پر مواظبت کرنا جہالت ہے اس کا ترک ضروری ہے۔ پس سب سے بہتر تو یہ ہے کہ گھر میں پڑھ لے اور اگر مسجد میں پڑھتا ہے تو اس طرح تنہا آہستہ پڑھے کہ دوسرے کی عبادت وغیرہ میں خلل نہ ہو۔

چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر مسجد میں جمع ہوکر التزام واہتمام اور اعلان کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے۔ قال النووی واما ما صح عن ابن عمر انه قال فی الضحیٰ انه بدعة فمحمول علی ان صلوتها فی المسجد والتظاهر بها کما کانو ایفعلونه بدعة لاان اصلها فی البیوت ونحوها مذموم الخ باب استحباب صلوٰة الضحیٰ واقلها رکعتان. الخ. ج ۱ ص ۲۴۹ وفی الفتح قال عیاض وغیره انما انکر ابن عمر ملازمتها واظهار ها فی المساجد وصلا تها جماعة لا انها مخالفة للسنة. باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیه وسلم فتح الباری ج ۳ ص ۴۱۔

بہر حال ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ چاشت کی نماز کو تو بدعت نہیں کہتے تھے اپنے مکان میں کوئی پڑھے اس کو سنت سمجھتے تھے لیکن مسجد میں مظاہرہ کرتے ہوئے اہتمام والتزام کے ساتھ پڑھنے کو یا نماز

---

(۱) باب الجمعة مطلب ما اختص به یوم الجمعة. مما اختص به یومها قرأة الکهف منه قال فی الشامة تحت قوله قرأة الکهف ای یومها ولیلتها والا فضل فی اولهما مبادرة للخیر و حذرا من الا همال الخ.

چاشت کی جماعت کو بدعت قرار دیتے تھے اسی طرح سیدنا ابن مسعودؓ کا ارشاد بھی منقول ہے کہ آپ نے اس طرح پڑھنے پر بہت سخت اعتراض کیا اور فرمایا کہ اگر چاشت کی نماز پڑھنی ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔ ابن ابی شیبه عن ابن مسعود انه رأی قوما یصلونها فانکر علیهم وقال ان کان ولابد ففی بیوتکم فتح الباری. ج ۳ ص ۴۱ : ایضاً پھر جس طرح نوافل چاشت کی فضیلت احادیث میں وارد ہے عیدین کی شب میں نیز شب برات، رمضان کا اخیر عشرہ اور ذی الحجہ کے عشرہ اولیٰ میں عبادت کی بھی بہت فضیلتیں احادیث میں وارد ہیں مگر فقہاء کرام نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ ان کے لئے مسجد میں جمع ہونا اور جمع ہو کر ان فضائل اعمال اور نوافل کو ادا کرنا مکروہ ہے ۔(بحر الرائق ج ۲ ص ۵۲ باب الوتر والنوافل تحت قوله وندب الاربع قبل العصر والعشاء والست بعد المغرب.)

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ عبادات میں خاص خاص کوائف اور رسمیں اور اوقات کی تعیین (جو شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے) ناجائز اور بدعت ہے۔ (الاعتصام ج ۱ ص ۳۴) یہ بھی قابل توجہ ہے کہ صرف سورۂ کہف ہی نہیں بلکہ جمعہ کے روز "سورۂ اخلاص" ہزار بار "سورہ آل عمران" سورۂ ہود، سورۂ صافات، "صلوٰۃ التسبیح" درود شریف اور دعاء واستغفار میں مشغول رہنے کی بھی فضیلتیں احادیث میں وارد ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت سورۂ کہف پڑھی جاتی ہے یعنی بعد زوال خاص اس وقت صحابہ کرام دوسرے عمل کیا کرتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرتے تھے (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۶۹) اور حضرت ابو ہریرہؓ حاضرین کو احادیث سناتے تھے (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۰۸) اور حضرت تمیم داریؓ وعظ فرمایا کرتے تھے (مسند امام احمد ج ۳ ص ۴۴۰) خلاصہ یہ ہے کہ جس سے جو کچھ ہو سکے اور جس چیز کا موقع ہو وہ کرے، ہمیشہ ایک ہی چیز ایک ہی وقت اور ایک ہی طریقہ اور ایک ہی رسم کو پکڑ رکھنا اور دوسرے سب فضائل کو ترک کر دینا دین میں غلط دخل اندازی ہے، رہا عوام کو ثواب میں شامل کرنا تو اس کا شوق یا اس کی حرص وطمع، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور خود آنحضرت ﷺ کو ہم سے کہیں زیادہ تھی صحابہ کرام کے آخری دور میں اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں جدید الاسلام (نومسلموں) کی تعداد بھی کافی رہا کرتی تھی مگر کسی سے ثابت نہیں ہے کہ جمعہ کے دن اذان اول کے بعد مسجد میں جمع ہو کر سورۂ کہف سننے سنانے کا اہتمام کیا کرتے تھے یا بلا اہتمام یہ عمل کیا کرتے تھے آج ہم یہ نئی چیز ایجاد کر کے گویا یہ ثابت کرتے ہیں کہ سلف صالحین اور خود سرور کائنات ﷺ معاذ اللہ غلطی پر تھے اور ان کو معاذ اللہ اشاعت دین کا شوق نہیں تھا۔

جس نے نئی بات ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے حضور ﷺ کو تبلیغ دین میں خائن اور معاذ اللہ قاصر گردانا (الاعتصام ج ۱ ص ۴۸)

بہر حال ہماری کامیابی اور ہماری سعادت ان نئی ایجادوں میں نہیں ہے بلکہ ہماری سعادت اور کامیابی یہ ہے کہ سید الانبیاء ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی پوری پوری پیروی کریں ادھر ادھر نہ بھٹکیں، آنحضرت ﷺ نے آگاہ فرما دیا تھا کہ جو میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلاف دیکھیں گے۔ اس آگاہی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی تاکید فرما دی تھی کہ میرے طریقہ اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اس پر مضبوطی سے جمے رہنا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرما دیا تھا کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (اور گمراہی کا ٹھکانہ دوزخ

ہے)(مشکوٰۃ شریف۔ص ۳۰) فتنہ وفساد کے دور میں جو شخص میرے طریقہ پر جمارہے گا، جو سنت بھلادی گئی اس کو دوبارہ جاری کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔)

خلاصہ یہ کہ احادیث مقدسہ اور کتب فقہ کے حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ سورۂ کہف پڑھنے کا یہ طریقہ قابل ترک ہے اس میں دوسری خرابیوں کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ اذان سے ایک گھنٹہ بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اتنی تاخیر خلاف سنت ہے۔ (شامی ج ا ص ۷۷۳۔۳۴۱) فقط واللہ اعلم۔

عید یا جمعہ کے خطبۂ ثانی میں ہاتھ اٹھا کر آمین کہنا:

(سوال ۶۹) عید و جمعہ کے خطبہ ثانی میں دعا کرتے ہیں اس وقت حاضرین ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) اس وقت ہاتھ اٹھانا، آمین کہنا منع ہے! اس میں دیوبندی، رضاخانی کا اختلاف نہیں ہے۔ مولوی احمد رضا خان کی مصوقہ کتاب میں ہے خطیب نے مسلمانوں کے لئے دعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے۔ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ خطبہ میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا داہنے بائیں منہ کرنا بدعت (ردالمحتار) بہار شریعت ج ۴ ص ۱۰۰۔

سوتے وقت تین بار سورۂ اخلاص و درود پڑھنا:

(سوال ۷۰) رات کو سوتے وقت تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود شریف پڑھ کر اپنے بدن پر ہاتھ پھیرنے (پھونکنے) سے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) فتاویٰ حدیثیہ میں ہے رات کو سوتے وقت دعائے ماثورہ پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے منہ اور جسم پر پھیرنا مسنون طریقہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۲) اور ترمذی شریف میں ہے۔ **عن عائشة رضی الله عنهاان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا أ ویٰ الیٰ فرا شه کل لیلة جمع کفیه ثم نفث فیهما فقراء فیهما" قل هو الله احد" وقل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس ثم یمسح بهما ماا ستطا ع من جسده یبدأ بهما علی رأ سه و وجهه ما اقبل من جسده یفعل ذالک ثلاث مرات.** یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ روزانہ رات کے وقت جب آنحضرت ﷺ اپنے بستر مبارک پر تشریف فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے (ملاتے) پھر **قل هو الله احد** اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذبرب الناس** پڑھ کر ان میں پھونکتے پھر ان کو اپنے پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا پھیرتے۔ پہلے سر مبارک پر، چہرۂ انور پر اور بدن کے اگلے حصہ پر پھیرتے تین مرتبہ اس طرح کرتے۔ **ترمذی شریف باب ماجآء فیما یقرء من القرآن عند المنام ج ۲ ص ۱۷۶ مجتبائی دهلی)** اس طریقہ مسنونہ کو حرز جان بنانا چاہئے جو ثواب و برکت ذکر مسنون میں ہے وہ دیگر اذکار و اوراد میں کہاں؟ فقط۔

قنوت نازلہ ایک ہے یا اور بھی ہیں؟:

(سوال ۷۱) قنوت نازلہ ایک ہے یا دیگر ادعیہ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

(الجواب) قنوت نازلہ ایک متعین نہیں حسب حال واوقات ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی بھی دعا پڑھ سکتے ہیں![1]

صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح میں زیادتی کرنے کے متعلق:

(سوال ۷۲) صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح۔ سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کے ساتھ ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی زیادتی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) حدیث کی روایتوں میں محض مذکورہ بالا الفاظ ہی آئے ہیں، مگر بعض روایات میں پچھلے الفاظ بھی منقول ہیں لہذا پڑھنا چاہئے تو پڑھ سکتا ہے احیاء العلوم میں مذکورہ زیادتی سے پڑھنے کو مستحسن بتلایا ہے[2]۔ ج۔ا ص ۲۷۔

انبیاء اور اولیائے کرام سے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۷۳) انبیاء اور اولیائے کرام سے دعا کرنا کہ آپ میرا یہ کام کردیں، اولاد عطا فرمائیں، نوکری پر لگائیں اور مقدمہ میں کامیاب کریں۔ تو اس طرح دعاء کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مخلوق سے اس طرح دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ دعاء عبادت ہے اور عبادت خاص ہے خدا پاک کے لئے، مخلوق کے لئے جائز نہیں، حرام ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ ''سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء طواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است۔ (مالابد منہ ص ۸۰)

اور ''ارشاد والطالبین'' میں ہے۔ ''دعاء از اولیائے مردگان یا زندگان واز انبیائے کرام جائز نیست۔ رسول خدا (ﷺ) فرمود۔ " الدعاء ھو العبادۃ ." (ص ۲۸)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ " کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاھاد لاجل حاجۃ یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزنا لیس مثلہ الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزی."

ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو اپنی حاجت طلبی کے لئے اجمیر شریف (حضرت خواجہ اجمیریؒ کے مزار پر) سید سالار مسعود یا ان جیسے بزرگوں کے مزارات پر جا کر مرادیں مانگے تو بے شک اس نے بہت بڑا جرم کیا، ایسا جرم کیا جو قتل نفس اور زناء سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ اس کی مثال دی جا سکتی ہے تو صرف اس مشرک کی...... جو اپنی بنائی ہوئی (مورتیوں) کی پوجا کرتے ہیں۔ اور لات وعزیٰ کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارتے ہیں۔ (تفہیمات الٰہیہ ص ۴۵ ج ۲)

---

(۱) قولہ ویسن الدعآء المشھور وذکر فی البحر ان القنوت لیس فیہ دعآء مؤقت لأ نہ ' روی عن الصحابۃ ادعیۃ مختلفۃ والان المؤ قت من الدعآء یذھب برقۃ القلب وذکر اسیجابی انہ ظاھر الروایۃ. الخ شامی. باب الوتر والنوافل ج. ۲ ص ۶.

(۲) یقول فیھا ثلثمائۃ مرۃ سبحان اللہ ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وفی روایۃ زیادۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، شامی مطلب فی صلاۃ التسبیح ج. ۲ ص ۲۷ .فقط واللہ اعلم.

اور" مجالس الابرار" میں ہے۔ والا ستغاثة بهم وسؤالهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتفريح الكربات وغير ذلك من الحاجات التى كان عباد الاوثان يسألونها من اوثانهم وليس شيئى منها مشروعاً باتفاق ائمة المسلمين. الخ یعنی اہل قبور سے فریاد کرنا اوران سے مدد اورروزی اور تندرستی اوراولاد اوراوائے قرض اور مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا۔ ان کے علاوہ اوراسی قسم کی حاجتیں مانگنا جیسے کہ بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے ہیں۔ تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی جائز نہیں الخ۔ (مجلس ۱۷،ص ۱۱۹)

ماحصل یہ کہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے اہل قبور سے اولاد مانگنا بیمار کے لئے شفاء چاہنا اور رزق طلب کرنا مشرکانہ فعل ہے۔

محدث علامہ محمد طاہرؒ فرماتے ہیں:۔ فان منهم من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عندها ويسألهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة لله وحده' (مجمع بحار الانوار ص ۷۲ ج ۲)

یعنی کچھ وہ ہیں جن کا مقصد انبیاء اور صلحاء کے مزارات کی زیارت کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ان مزارات کے پاس نماز پڑھیں اور اپنی حاجتیں مانگیں۔ علمائے اسلام میں سے کوئی بھی نہیں جو اس کو جائز قرار دے۔ کیونکہ عبادت کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد چاہنا صرف اللہ سے ہی ہوتا ہے اوراسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ غور فرمائیے!

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں سے روزانہ بار بار اقرار کراتا ہے کہ کہو 'ایاک نعبد وایاک نستعین." (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں کسی اور سے نہیں۔

اور رسول خدا (ﷺ) نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو وصیت فرمائی:۔ اذا سألت فسأل الله واذا ستعنت فاستعن بالله ۔ ترجمہ:۔ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۳ مشکوٰۃ باب التوکل والصبر الفصل الثانی)

حضرت غوث اعظم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے صاحبزادہ عبدالوہاب کو بوقت وفات وصیت فرمائی۔ کہ جملہ حاجتیں اللہ پاک کے حوالہ کر اوراسی سے مدد مانگ۔ آپ کے ارشاد کے پورے الفاظ یہ ہیں:۔

" عليك بتقوىٰ الله وطاعته ولا تخف احداً ولا ترجه وكل الحوائج كلها الى الله عزوجل واطلبها منه ولا تثق باحد سوى الله عزوجل ولا تعتمد الا عليه سبحانه التوحيد التوحيد التوحيد." (ملفوظات مع فتح ربانی. ج: ص ٦٦٥)

ترجمہ:۔ تم پر لازم ہے کہ خوف خدا دل میں رکھو۔ اس کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کے سوا کسی کا خوف تمہارے دل میں نہ ہو نہ تو اللہ کے سواء کسی سے امید لگاؤ۔ اپنی تمام حاجتیں اللہ عزوجل کے سپرد کرو۔ اسی سے اپنی ضرورتیں مانگو۔ اللہ عزوجل کے سواء کسی پر بھروسہ نہ رکھو جو کچھ بھروسہ اور اعتماد ہو صرف اسی ایک ذات واحد پر ہو اس کی ذات تمام عیبوں سے پاک ہے۔ دیکھو توحید۔ توحید۔ توحید (یعنی) صرف اسی ایک ذات واحد کو مانو۔ صرف اسی ایک ذات واحد کو قادر ذوالجلال سمجھو۔ صرف اسی ایک ذات واحد پر بھروسہ رکھو۔ اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دعا میں توسل کا مسئلہ:

(سوال ۲۴۷) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا مانگنا۔ اور الٰہی بحق فلاں، الٰہی بحرمت فلاں، کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتو جروا۔

(الجواب) اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء کرنے اور اپنی حاجت طلب کرنے میں کسی نبی یا ولی کو بطور وسیلہ کے ذکر کرنا اور یوں کہنا کہ اے اللہ بوسیلۂ فلاں نبی یا فلاں ولی میرے حال پر رحم فرما۔ اور میری حاجت پوری کر۔ یہ جائز اور مسنون ہے۔ اور اجابت دعاء میں نہایت مؤثر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو اس طرح دعاء کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ ترمذی شریف وغیرہ کتب احادیث میں ہے۔" اللھم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة الخ." اے اللہ! میں تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلہ سے تجھ سے حاجت روائی چاہتا ہوں ٗ اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں الخ (ترمذی شریف ص ۱۹۷ ج ۲ باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ فی دبر کل صلاۃ) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۹ باب جامع الدعآء الفصل الثالث.) (حصن حصین ص ۱۵۱ المنزل الخامس) (ابن ماجه ص ۱۰۰)

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کی دعا مانگتے اور کہتے۔ اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا فتسقینا وانا اتوسل الیک بعم نبیینا فاسقنا فیسقوا. (رواہ البخاری) اے اللہ ہم آپ کے نبی ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور ان کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کیا کرتے تھے۔ خداوندا آپ ہماری التجا قبول کرتے اور بارش برسا دیا کرتے تھے۔ اب آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے ذریعہ سے آپ کے حضور　میں توسل کرتے ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرمائیے حضرت عمرؓ حضرت عباس کا واسطہ دے کر اس

طرح دعا کیا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بارش ہوجاتی تھی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۲ باب الاستسقاء الفصل الثالث) ہمارے حضرات اس قسم کے توسل کے قائل ہیں اور ان کا عمل یہی رہا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعاء کرنا بکثرت شائع ہے۔ حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ مشکوٰۃ میں امیہ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ فتح کی دعا بتوسل فقرائے مہاجرین کیا کرتے تھے۔ (التکشف ص ۴۴۶) نیز امداد الفتاویٰ میں ہے:۔

(الجواب) توسلؒ دعا میں مقبولان حق کا خواہ وہ احیاء ہوں یا اموات ہوں درست ہے۔ قصہ استسقاء میں حضرت عمرؓ کا توسل حضرت عباسؓ سے قصہ ضریر میں توسل جناب رسول اللہ ﷺ سے بعد وفات نبوی بھی احادیث میں وارد ہے اس لئے جواز میں کوئی شبہ نہیں الخ (ص ۳۲۶ ج ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ لکھتے ہیں کہ:۔ آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا ہے بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ اور

وسیلہ سے ہوسکتی ہے۔الخ۔(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۲۹ ج ا ص ۱۳۰ ا مکتوب)

وسیلہ دراصل اللہ کی وہ رحمت ہے جس سے خدا کا مقبول بندہ (نبی۔ولی) نوازا گیا ہے۔پس کسی نبی یا ولی کے وسیلہ سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور خصوصی عنایت کو جو اس بندہ پر ہے وسیلہ بنایا گیا۔ناجائز توسل وہ ہے جس میں غیر اللہ کو مطلب برآری میں معین اور فریادرس سمجھا جائے کہ وہ ہی مدد فرمائیں گے۔اور ان کی مدد سے ہماری حاجت پوری ہوگی یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔الٰہی بطفیل فلاں۔الٰہی بحرمت فلاں۔الٰہی بجاہ فلاں۔الٰہی بحق فلاں۔کہنا بھی درست ہے۔بعض نے بحق کے الفاظ سے اختلاف کیا ہے اور **لا حق للمخلوق علی الخالق** سے استدلال کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:۔ **قال هل تدری ماحق الله علی عباده قلت الله ورسوله اعلم قال حق الله علی عباده ان یعبدوه ولا یشرکوا به شیئا ثم سار ساعةً ثم قال یا معاذ بن جبل قلت لبیک رسول الله وسعدیک قال هل تدری ماحق العباد علی الله اذا فعلوه قال الله ورسوله اعلم قال حق العباد علی الله ان لا یعذبهم.**

(بخاری شریف ص ۸۸۳ کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ ج ۲ ص ۹۲۷ کتاب الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ج:۲۔ص:۱۰۹۷)

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ الٰہی بحق السائلین علیک۔یعنی اے اللہ! میں ان سوال کرنے والوں کے حق کے بدلہ میں جو تجھ پر ہے۔اور میں اس نماز کی طرف جانے کے بدلہ تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس کی دعا قبول ہوگی۔(۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم و ابونعیم و بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔کہ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اپنی دعا اور توبہ میں حضرت رسول محبوب ﷺ کے وسیلہ سے عرض کیا۔کہ اے اللہ میں تجھ سے بحق حضرت محمد ﷺ سوال کرتا ہوں۔کہ میرے گناہ بخش دے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی۔

(فتح العزیز ص ۱۸۳)

وجمعے دیگر گفتہ کہ بحرمت وبحق وبطفیل کسے گفتند مضائقہ ندارد زیرا کہ در ادعیۃ ماثورہ آمدہ است کہ بحق السائلین علیک ولفظ طفیل وحرمت مرادف است ومفید معنی آن لاغیر۔(ریاض المرتاض مؤلفہ نواب صدیق حسن خاںؒ ص ۲۹)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی اس طرح دعا فرماتے تھے۔

خدا یا بحق نبی فاطمہؓ
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ورقبول
من ودست وامان آل رسول ﷺ

---

(۱) وجاء فی روایة اللهم انی أسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشائی الیک فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً الحدیث فتاویٰ شامی حضرو الاباحة فصل فی البیع ج ۶ ص ۳۹۷.

ترجمہ:۔

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ ایمان پر ہو میرا خاتمہ
دعاء کو میری رد کر یا قبول
مجھے بس ہے دامان آل رسول ﷺ

(مکتوبات ص۶۴ ج ۲ مکتوب نمبر ۳۶) (فقط واللہ اعلم بالصواب)

ختم قرآن پر دعا

(سوال) حضرت محترم تحریر فرمائیں کہ ختم قرآن پاک پر کیا دعاء کرنی چاہئے؟

(الجواب) حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ صحابہ کرام قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ہر روز مندرجہ ذیل درود شریف کی مواظبت رکھتے تھے۔ **اللھم صل علی محمد واله وصحبه بعدد ما فی جمیع القران حرفاً حرفاً وبعدد کل حرف الفاًالفاً.**

اورحضرت ملا علی قاری شرع عین العلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھنے والا ہر روز قرآن مجید کی تلاوت کے بعد یہ دعا پڑھا کرے:۔

اللھم آنس وحشتی فی قبری. اللھم ارحمنی بالقران العظیم .اللھم ذکرنی منه ما نسیت وعلمنی منه ماجھلت وارزقنی تلاوته آناء الیل وآناء النھار . اللھم اجعله لی اماماً ونوراً واجعله لی حجةًیارب العلمین.

دعائے اذان میں ہاتھ اٹھانا افضل ہے؟:

(سوال ۵۷) اذان کے بعد کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا خلاف سنت؟ بینوا وتوجروا۔

(الجواب) اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے ویسے مطلقاً دعاء میں ہاتھ اٹھانا قولی اور فعلی احادیث سے ثابت ہے۔ لہذا دعائے اذان میں ہاتھ اٹھانے کو سنت کی خلاف ورزی نہیں کہا جائے گا۔(۱) مگر چونکہ ثابت نہیں ہے۔ لہذا افضل بھی نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ افضل ہاتھ نہ اٹھانے کو کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) چونکہ یہ دعاء اذکار متواردہ میں سے ہے اور اذکار متواردہ میں آنحضرت ﷺ سے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں مثلاً، دوران طواف، سونے کے وقت مسجد میں داخل ہونے کے وقت وغیرہ میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں اٹھانا خلاف سنت ہوگا تو یہاں بھی یہی حکم لگے گا۔

دل الحدیث علی انه اذالم یرفع یدیه فی الدعآء لم یمسح بھما وھو قید حسن لانه صلی اللہ علیه وسلم کان یدعوا کثیراً کما فی الصلاة والطواف وغیرھما من الدعوات الماثورة دبر الصلوات وعند النوم وبعد الأکل وامثال ذلک لم یرفع یدیه ولم یمسح بھما وجمعه طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی صفة الاذکار. ص: ۱۷۷.

نماز کے بعد سجدہ میں دعاء کرنا:

(سوال ۷۶) بعض نمازیوں کی یہ عادت ہے کہ نماز کے بعد سجدہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دعاء کا عام مسنون طریقہ ہی افضل ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے سجدۂ مناجات اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے، اشعۃ اللمعات میں ہے، سوم سجدۂ مناجات وظاہر کلام اکثر علماء آنست کہ مکروہ است یعنی تیسرا سجدۂ مناجات ہے اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۲۰) شرح سفر السعادۃ میں ہے ودیگر سجدۂ مناجات ست بعد از نماز وظاہر از کلام اکثر آنست کہ ایں مکروہ است (شرح سفر السعادت ص ۱۵۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا:

(سوال ۷۷) کھانے کے بعد دعاء پڑھی جاتی ہے، اس میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے؟ ثابت ہو تو کتاب کا حوالہ ضرور لکھیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) آنحضرت ﷺ کھانا تناول فرمانے کے بعد دعاء پڑھتے تھے لیکن اس میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں اور بہت سے ایسے مواقع ہیں کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت، زوجین کے ملنے اور جدا ہونے کے وقت، سونے کے وقت اور بیدار ہونے کے وقت، اور طواف کی دعاؤں میں رفع یدین ثابت نہیں ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ودل الحدیث اذا لم یزفع یدیه فی الدعاء لم یمسح بهما وهو قید حسن لا نه صلی الله علیه وسلم کان یدعو کثیراً کما هو فی الصلوٰة والطواف وغیرهما من الدعوات الماثورة دبر الصلوٰة وعند النوم وبعد الا کل وامثال ذلک ولم یرفع یدیه ولم یمسح بهما وجهه . افاده فی شرح المشکوٰة وشرح الحصن الحصین وغیرهما۔ یعنی۔ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تو ہاتھوں کو چہرے پر بھی نہ پھیرے، یہ قید اچھی ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بسا اوقات نماز میں، طواف میں، سونے کے وقت اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اور ان کے علاوہ مواقع میں دعا فرماتے تھے، اس وقت نہ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نہ ان کو اپنے چہرۂ انور پر پھیرا کرتے تھے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۵ فصل فی صفة الاذکار) فقط واللہ اعلم الصواب۔

تسبیحات فاطمی کے عدد کی تحقیق اور اس میں اضافہ کرنا:

(سوال ۷۸) تسبیحات فاطمی کی مقدار کیا ہے؟ کیا روایات سے مختلف اعداد ثابت ہیں؟ دوسری بات یہ کہ جو اعداد احادیث میں وارد ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو ثواب کا حق دار ہوگا یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ حق دار ہوگا، اور

دوسرا یہ کہتا ہے کہ جو اعداد منقول ہیں ان کا لحاظ کیا جائے تب ہی باعث برکت ہے، دونوں میں سے کس کی بات حق ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) تسبیحات فاطمی یہ ہیں سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ۔ اور آخر میں سو کا عدد پورا کرنے کے لئے ایک مرتبہ لا الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم شریف روایت ہے۔ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سبح اللہ فی دبر کل صلوٰۃ ثلثاً وثلثین فتلک تسعۃ وتسعون وقال تمام المائۃ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر غفرت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر. رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۸۹ باب الذکر بعد الصلوٰۃ) یہی عدد مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔

اس کے علاوہ اور اعداد بھی احادیث میں منقول ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسلم شریف روایت ہے عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معقبات لا یخیب قائلھن اوفاعلھن دبر کل صلوۃ مکتوبۃ ثلث وثلثون تسبیحۃ وثلث وثلثون تحمیدۃ واربع وثلثون تکبیرۃ رواہ مسلم . (مشکوٰۃ شریف ص ۸۹ ایضاً)

مشکوٰۃ شریف میں ایک اور روایت بحوالہ بخاری شریف ہے وفی روایۃ للبخاری تسبحون فی دبر کل صلوۃ عشراً وتحمدون عشراً وتکبرون عشراً بدل ثلثا وثلثین (ایضاً مشکوٰۃ شریف ص ۸۹)

اس کے علاوہ اور بھی اعداد منقول ہیں جن کو علامہ حافظ ابن حجرؒ نے ایک جگہ جمع فرمایا ہے چنانچہ التعلیق الصبیح میں ہے قال ابن حجر واعلم ان فی کل من تلک الکلمات الثلاث روایات مختلفۃ ذکر بعضھا ونذکر باقیھا. ورد التسبیح ثلثاً وثلثین وخمساً وعشرین واحدی عشرۃ وعشرۃ وثلاثاً ومرۃ واحدۃ وسبعین ومائۃ وورد التحمید ثلاثا وثلثین وخمساً وعشرین واحدی عشرۃ وعشرۃ و مائۃ وورد التہلیل عشرۃ وخمساً وعشرین ومائۃ (ایضاً التعلیق الصبیح ج ۲ ص ۵)

جو اعداد وارد ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھے تو اس میں برکت زیادہ ہے، غفلت میں زیادہ پڑھ لے ابتداء سے زیادہ پڑھنے کی نیت نہ ہو تو انشاء اللہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اگر شروع ہی سے زیادہ پڑھنے کی نیت ہے تو ممکن ہے کہ جس مخصوص فضیلت کا وعدہ ہے وہ فضیلت حاصل نہ ہو، جیسے کسی دوا میں ایک خاص مقدار میں شکر ڈالنا ہو اگر کوئی تعداد معینہ سے زیادہ شکر ڈال دے تو دوا کا جو مخصوص اثر اور فائدہ ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ التعلیق الصبیح میں ہے۔

قال بعض العلماء والاعداد الواردۃ فی الاذکار کالذکر عقب الصلوٰۃ اذا رتب علیھا ثواب مخصوص فزاد الآتی بھا علی العدد لا یحصل لہ ذلک الثواب المخصوص لاحتمال ان لتلک الاعداد حکما وخاصیۃ تفوت مجاوزۃ العدد ونظر فیہ الحافظ العراقی بانہ اتی بالقدر الذی رتب الثواب علی الاتیان بہ فحصل لہ ثواب فاذا زاد علیہ من جنسہ کیف تزیل الزیادۃ ذلک الثواب بعد حصولہ قال الحافظ ویمکن ان یفترق الحاصل فیہ بالنیۃ فاذا نوی عند الانتھاء

الیہ امتثال الا مر الوار دثم اتی بالزیادۃ لم یضر و ان نوی الزیادۃ ابتداء اً بان یکون الثواب رتب علی عشرۃ مثلاً فذکرہ ھو مائۃ فیتجہ القول الماضی ومثلہ بعضھم بالدواء یکون فیہ مثلاً او قیۃ سکر فلو زید فیہ او قیۃ اخری تخلف الانتفاع بہ فلو اقتصر علی الا وقیۃ فی الدواء ثم استعمل من السکر بعد ذلک ماشاء لم یتخلف الا نتفاع اھ(التعلیق الصبیح ج ۲ ص ۵ ایضاً) و اللہ اعلم.

اوقات نماز کے علاوہ مسجد میں مجلس ذکر قائم کرنا اور بذریعہ مائیکروفون عورتوں کو ذکر کی تلقین کرکے ان کی مجلس ذکر مکان میں قائم کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۷۹)ایک مشہور عالم عارف باللہ اور مسلم بزرگ ہیں ان کا فیض ہندو پاک ،انگلینڈ اور بہت سے ممالک میں جاری ہے ان کے ایک مجاز عالم نے ان کی اجازت سے ذکر کا حلقہ قائم کیا ہے ہر ہفتہ مسجد میں جب کہ وہ نمازیوں سے اور تلاوت کرنے والوں سے خالی ہو مردوں کے لئے ذکر کا حلقہ قائم کرتے ہیں اور مسجد سے کافی فاصلہ پر ایک مدرسہ میں مستورات جمع ہوتی ہیں مائیکروفون کے ذریعہ سے ان کو ذکر کی تلقین کی جاتی ہے، الحمد للہ اس سے مردوں اور عورتوں میں دین کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اور نفع کی صورت پیدا ہو رہی ہے، اگر یہ مرد اور عورتیں گھروں پر ہوتیں تو اپنا قیمتی وقت ٹیلیویژن ، وڈیو اور دیگر خرافات میں ضائع کرتیں ، بہت سے علماء حضرات اس طریقۂ ذکر (مسجد اور مدرسہ میں مردوں اور عورتوں کے اجتماع کا) کی ہمت افزائی نہیں کرتے ،اسی طرح ایک اور مجلس ذکر مسجد میں جب کہ وہ نمازیوں اور تلاوت کرنے والوں سے خالی ہو مسلمانوں کے افادہ کی نیت سے شروع ہونے والی ہے جس میں ایک عالم مختصر بیان کریں گے، اس کے بعد ختم خواجگان ہوگا (حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں جس طرح ہوتا تھا) پھر ذکر ہوگا اور بعد میں اجتماعی دعاء ہوگی ،حضرت والا سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا مجلس کے انعقاد میں شرعاً کوئی قباحت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)حامداً و مصلیا و مسلما !مشائخ حقہ کے یہاں خانقاہ میں ذکر جہری ، ذکر سری ، مراقبہ کا عمل تو ارثاً جاری ہے، یہ حضرات اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں روحانی امراض کا علاج تجویز کرتے ہیں اور برائیوں ، گناہوں سے بچانے کی تدبیریں بتاتے ہیں، مقصود تزکیۂ نفس ہوتا ہے، اپنے مریدین کے دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ، محبت اور تعلق پیدا کرنے کے لئے اور ان کو یاد الٰہی میں مشغول رکھنے کے لئے شرعی حدود کے دائرہ میں رہ کر کوئی حلقۂ ذکر جاری کریں اور اس طریقہ پر اصرار نہ ہو، اس طریقہ میں شرکت نہ کرنے والوں سے بدگمانی اور ان کو گنہگار نہ سمجھا جائے اور ان کی تحقیر و تذلیل نہ کی جائے اور ان کے ذکر سے نمازیوں اور سونے والوں کو تشویش اور خلل نہ ہو تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، البتہ عورتوں کا اجتماع امر نازک ہے ، اگر گھروں میں رہتے ہوئے اس کی صورت کی جا سکتی ہو تو بہت بہتر ، اگر ایسی صورت نہ بنتی ہو اور عورتیں پردہ کے پورے اہتمام کے ساتھ اپنے محرم کے ہمراہ آمد و رفت کریں یا ایسی قابل اعتماد رفاقت اختیار کریں کہ جس سے فتنہ اور بدنامی سے محفوظ رہ سکیں اور ان کی عزت و آبرو پر کسی طرح کا کوئی داغ دھبہ نہ آئے تو اپنے نفع کی امید پر اور گناہوں ، خرافات اور برائیوں سے حفاظت (جس کی نشاندہی سوال میں کی گئی ہے) کی وجہ سے گنجائش نکل سکتی ہے بشرطیکہ اسے دینی حکم اور سنت طریقہ نہ سمجھا جائے اور اس پر اصرار نہ ہو اور خدانخواستہ کسی

وقت فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جائے تو پھر اس طریقہ کو چھوڑ نا ضروری ہوگا مستقلاً حلقۂ ذکر کے بجائے تفسیر قرآن یا درس قرآن کے نام سے مجلس کا قیام ہو اور اس میں تفسیر قرآن ہو اسی طرح ضروری مسائل کا مذاکرہ ہو اور ساتھ ساتھ کچھ وقت ذکر کے لئے بھی رکھا جائے تو یہ صورت مناسب معلوم ہوتی ہے، حدیث میں ہے۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فیمن عنده، رواه مسلم وابو داؤد.

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھر میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اسکا دور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں (بحوالہ فضائل قران ص ۳۱، ص ۳۲ حدیث نمبر ۲۲، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہاجر مدنی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دعائے گنج العرش، دعائے قدح وغیرہ پڑھنا:

(سوال ۸۰) پنج سورہ (جو تقریباً ہر مسجد میں پایا جاتا ہے اس) میں دعائے گنج العرش اور دعائے قدح وغیرہ ہے اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ بعض علماء اس کے پڑھنے سے روکتے ہیں، کیونکہ دعاء گنج العرش کا ثبوت صحاح ستہ یا کسی اور صحیح حدیث سے نہیں ہے، پنج سورہ میں دعائے گنج العرش کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ بطور وحی نازل ہوئی ہے۔ اور اس دعا کے بڑے فضائل بتلائے ہیں لہذا مندرجہ ذیل امور کے متعلق صحیح رہنمائی فرمادیں۔

(۱) دعائے گنج العرش کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے یا نہیں؟

(۲) آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں یہ دعا پڑھی یا کسی صحابی کو سکھلائی ہے؟

(۳) اگر اس کا ثبوت صحیح احادیث سے نہ ہو تو آج تک جو لوگ بغرض ثواب اس دعاء کا ورد کرتے رہے ان کو ثواب ملے گا؟ مفصل جواب عنایت فرما کر مہربانی فرمادیں۔

(الجواب) باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً (۱۔۲۔۳) مذکورہ ادعیہ کی روایات کو موضوع لکھا گیا ہے کسی معتمد ومشہور محدث نے ان روایات کی تصدیق نہیں کی، لہذا ان ادعیہ کو مستند سمجھنا اور لکھے ہوئے فضائل کو صحیح جان کر پڑھنا غلط ہے قرآن کریم کی تلاوت اور احادیث میں وارد شدہ ذکر واذکار درود شریف، پہلا، تیسرا اور چوتھا کلمہ، استغفار حصن حصین، حزب الاعظم، مناجات مقبول وغیرہ جو علمائے کرام کے معمولات میں رہتا ہے اس پر اکتفاء کرنے میں بھلائی برکت اور ہدایت ہے، درود تاج کے متعلق ایک فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد دوم از ص ۸۲ تا ص ۸۶ اور فتاویٰ رحیمیہ گجراتی جلد دوم از ص ۲۳۰ تا ۲۳۴ میں شائع ہوا ہے اس فتویٰ کو ضرور ملاحظہ فرمادیں۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ کوئی دعا لکھ کر مردہ کے کفن میں رکھنا یا روشنائی کے ذریعہ مردہ کے کفن یا اس کی پیشانی وغیرہ پر لکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اس میں بے ادبی ہے، البتہ روشنائی کے بغیر ویسے ہی انگلی سے کفن وغیرہ پر کوئی دعا لکھی جائے تو اس کی گنجائش ہے، اس سلسلہ میں ایک فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد ہفتم از صفحہ ۱۰۳ تا صفحہ ۱۰۵ اور فتاویٰ رحیمیہ

گجراتی جلد اول از صفحہ نمبر ۲۹۴ تا صفحہ نمبر ۲۹۶ میں شائع ہوا ہے گذارش ہے کہ اسے بھی دیکھ لیا جائے۔

دعائے قدح کے متعلق جو روایت پنج سورہ میں ہے وہ بھی موضوع ہے، لہذا اسے مستند اور صحیح نہ سمجھنا چاہئے اور اس کے مطابق عمل بھی نہ کیا جاوے، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اہل ایمان کے لئے بڑی عظیم نعمت ہے، قرآن کریم کی تلاوت اللہ سے قرب حاصل کرنے کا مضبوط ذریعہ ہے، احادیث میں قرآن کریم اور اس کی تلاوت کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فضائل قرآن از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور احقر کا فتویٰ، فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد سوم از صفحہ نمبر ۲۷ تا صفحہ نمبر ۳۱ اور فتاویٰ رحیمیہ گجراتی جلد چہارم از صفحہ ۹۷ تا صفحہ نمبر ۱۰۳ قرآن کریم کی تلاوت اور اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی لوگ سعی نہیں کرتے اور غیر مستند اشیاء لے کر بیٹھ جاتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت ہمہ تن متوجہ ہو کر شوق سے خوب کی جائے اور معاذ کر اللہ پہلا، تیسرا، چوتھا کلمہ استغفار درود شریف وغیرہ مستند دعائیں بھی پڑھتے رہنا چاہئے۔ فتاویٰ محمودیہ میں ہے۔

(سوال ۳۵۰) نور نامہ، عہد نامہ، دعاء گنج العرش، درود تاج درود لکھی کی اصلیت کیا ہے ان کی تعریفات درست ہیں یا مبالغہ، دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک ﷺ سے ہے یا لوگوں نے خود تالیف کیا ہے ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! ان کی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھی ہیں بے اصل ہیں، بجائے ان کے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف، استغفار پڑھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ (فتاویٰ محمودہ ص ۳۴۷ جلد نمبر ۱۵ الاشتات) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسجد میں ذکر جہری کی مجلس:

(سوال ۸۲) ہم لوگوں نے اپنے علاقہ میں ایک مسجد بنائی ہے اس میں نماز بھی شروع کر دی گئی ہے، اس میں کچھ لوگ ذکر جہری کرنا چاہتے ہیں تو کیا ذکر جہری مسجد میں کرنا جائز ہے؟ اگر یہ لوگ ذکر جہری شروع کر دیں گے تو آگے جا کر اور نئی چیزیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! کوئی شخص مشائخ حقہ میں سے کسی سے بیعت ہو اور انہوں نے ذکر جہری کی تعلیم دی ہو تو تعلیم کے مطابق اپنا اپنا الگ الگ ذکر جہری کر سکتے ہیں، لیکن مسجد میں ذکر جہری سے نمازیوں کو تشویش اور تکلیف ہوتی ہو تو ایسی صورت میں مسجد میں زور زور سے ذکر کرنا جائز نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

مسئلہ:۔ مسجد میں ذکر جہر کرنا اور آواز سے تلاوت قرآن کرنا وغیرہ سب ناجائز ہیں (خلاصۃ الفتاویٰ) البتہ اگر مسجد میں کوئی نماز یا تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو تو پھر بعض علماء نے اجازت دی ہے (بیان ذکر الذاکر للشیخ عبدالوہاب شعرانیؒ) اور بعض علماء نے مسجد میں جہراً ذکر کرنے اور جہراً قرآن پڑھنے کو مطلقاً ناجائز فرمایا ہے اس مسئلہ کی مزید تفصیل اور پوری تحقیق ضمیمہ رسالہ ہذا میں ضرور دیکھئے۔ (آداب المساجد ص ۱۶) ضمیمہ میں تحریر فرمایا ہے: قولہ، (مسئلہ) مسجد میں ذکر جہر کرنا اور آواز سے تلاوت قرآن کرنا وغیرہ سب ناجائز ہیں (خلاصۃ الفتاویٰ) الی قولہ ناجائز فرمایا ہے۔

اقول۔ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، فیصلہ وہ ہے جو شامی نے حاشیہ حموی سے امام شعرانی کا قول نقل کیا ہے: اجمع

العلماء سلفا و خلفا علیٰ استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ الخ (ص ۶۹۱ ج ۱ مطلب فی احکام المسجد)

اسی طرح اگر مسجد میں ذکر جہری سے بدعتوں اور نئی چیزیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر ذاکرین بھائی مسجد میں ذکر کرنے پر اصرار نہ کریں اور ان کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں اس طرح ذکر کریں کہ سونے والوں اور نماز پڑھنے والوں وغیرہم کو تکلیف نہ ہو۔

اسلام میں بدعت پر سخت وعیدیں آئی ہیں، لہذا بدعتیں پیدا ہونے کا سبب نہ بنے ذکر جہری کے لئے مسجد نیز جمع ہو کر ذکر کرنا ضروری نہیں، ہر ایک اپنے گھروں میں بھی ذکر کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا نہیں:

(سوال ۸۳) کھانا کھانے سے فراغت کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے تو اس دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہر مسنون اور مستحب دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں ہے یعنی کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں ہے، طواف کرتے وقت دعا مسنون ہے مگر اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، نماز کے اندر بھی دعا ہوتی ہے، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، مجامعت کے وقت، بیت الخلاء میں جاتے وقت اور نکلتے وقت بھی دعا ثابت ہے مگر ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں، اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں ہے۔ لا نه صلی الله علیه وسلم کان یدعو کثیراً کما هو فی الصلوٰة والطواف وغیرهما من الدعوات الماثورة دبر الصلوٰة وعند النوم وبعد الاکل وامثال ذلک ولم یرفع یدیه ولم یمسح بهما وجهه . افاده فی شرح المشکاة وشرح الحصن الحصین وغیرهما. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۵) فقط والله اعلم بالصواب.

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

(سوال ۸۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تدفین کے بعد اور قبروں کی زیارت کے وقت قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ممنوع نہیں ہے بلکہ مندوب ہے کیونکہ آداب دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی ہے اور حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے، مسلم شریف میں ہے۔ حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلث مرات وفی النووی (قولها حتی جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلث مرات) فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین الخ (مسلم شریف مع شرحه للنووی ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الجنائز) اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنت البقیع میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے نیز ابو عوانہ کی حدیث جس کی تخریج حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمائی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تدفین کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے۔ وفی حدیث ابن مسعود رضی الله عنه رأیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبر عبداللہ ذی البجادین وفیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلۃ رافعا یدیہ اخرجہ ابو عوانۃ فی صحیحہ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۱ ص ۱۲۲) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو عبداللہ ذی البجادینؓ کی قبر پر دیکھا ہے، جب ان کے دفن سے فارغ ہوگئے تو آنحضرت ﷺ قبلہ رو ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں مشغول ہوگئے۔

اور فقہاء کی عبارت سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اجازت معلوم ہوتی ہے۔ لان السکوت فی معرض البیان بیان۔ البتہ قبر سامنے ہو اور صاحب قبر سے استمداد کا شبہ ہو تو ہاتھ اٹھانا ممنوع ہے۔ [1]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

(سوال) قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے یا نہ؟

(الجواب) فی رد المحتار آداب زیارۃ القبور ثم ید عو قائماً طویلاً اس سے دعا کا جائز ہونا ثابت ہوا اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آداب دعا سے ہے پس یہ بھی درست ہوا (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۷۶۴ مطبوعہ کراچی پاکستان)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ:۔

(سوال) کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے یا قبلہ رخ کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ لے، فاتحہ سے مراد یہ ہے کہ ایصال ثواب کی غرض سے کچھ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب بخش دے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرے، صاحب قبر سے مرادیں مانگنا حاجتیں طلب کرنا یا ان کی منتیں ماننا یہ سب ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۳) ۱۱۔ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) مرد کو دفنانے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی صراحت شامی میں موجود ہے وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعآء وقرأۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ، قال فی الشامیۃ تحت قوله وجلوس الخ لما فی السنن أبی داؤد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لأخیکم وأسألوا اللہ لہ التثبیت فأنہ الآن مسأل الخ شامی مطلب فی دفن المیت ج ۲ ص ۲۳۷.